پرائمری سطح پر تدریسِ اسلامیات کی معنویت کا جائزہ

مقالہ برائے **ایم فل علوم اسلامیہ**

مقالہ نگار

مبشر حسن

ایم فل سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 1512MPhil/IS/S18

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

دسمبر، 2021ء

پرائمری سطح پر تدریسِ اسلامیات کی معنویت کا جائزہ

مقالہ برائے **ایم فل علوم اسلامیہ**

مقالہ نگار

مبشر حسن

ایم فل سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 1512MPhil/IS/S18

نگرانِ مقالہ

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ

نمل، اسلام آباد

یہ مقالہ ایم فل علوم اسلامیہ کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا ہے۔

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

© (مبشر حسن، 2021ء)

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیرِ دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہے اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: پرائمری سطح پر تدریسِ اسلامیات کی معنویت کا جائزہ

Translation of Title in English and Roman:

An Analysis of the Effectiveness of the Teaching of Islamic Studies at Primary level

Praimri Sattah par Tadrees e Islamiyat Ki Manawiat ka Jaiza

نام ڈگری: ماسٹر آف فلاسفی علومِ اسلامیہ

نام مقالہ نگار: **مبشر حسن**

رجسٹریشن نمبر 1512MPhil/IS/S18

ڈاکٹر ریاض احمد سعید

(نگران مقالہ) ______________ دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر نور حیات خان

(صدر، شعبہ علوم اسلامیہ) ______________ دستخط صدر، شعبہ علوم اسلامیہ

ڈاکٹر مستفیض احمد علوی

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ______________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

پروفیسر ڈاکٹر محمد سفیر اعوان

(پرو-ریکٹر اکڈیمکس) ______________ دستخط پرو-ریکٹر اکڈیمکس

تاریخ: ______________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں **مبشر حسن** ولد **ملک خاکی جان**

رولنمبر Mphil-Is-(S-18)-301 رجسٹریشن نمبر:1512MPhil/IS/S18

طالبعلم ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ

مقالہ بعنوان: **پرائمری سطح پر تدریسِ اسلامیات کی معنویت کا جائزہ**

An analysis of the effectiveness of teaching of Islamic Studies at Primary level.

Praimri Sattah par Tadrees e Islamiyat Ki Manawiat ka Jaiza

ایم ۔فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور **ڈاکٹر ریاض احمد سعید** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو بھی جانتا ہوں کہ ایچ ای سی (HEC)اور نمل (NUML)علمی سرقہ (Plagiarism)کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔اس لیے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے ۔اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو اپنے مقالے میں شامل کیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے ۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری ختم کرنے/واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: مبشر حسن

دستخط مقالہ نگار: ______________

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

انتساب

اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر کہ جس نے اپنا کرم بنائے رکھا اور اس تحقیق کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام کہ جن کی تعلیمات سے مجھے تعلیم کے صحیح مفہوم کو سمجھنے میں مدد ملی۔ اور آخر میں اس تحقیق کو اپنی والدہ کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے زندگی کا درست راستہ متعین کروایا۔ انہی کی دعاؤں کی بدولت یہ کٹھن راستہ پار کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی۔ الحمدُللہ تعالیٰ

اظہارِ تشکر (A Word of Thanks)

اولاً تو ربِ ذوالجلال کا بے حد شکر ہے کہ جس نے اس بندۂ ناچیز کو تحقیق جیسے مشکل کام کے لئے چنااوراس کو بھرپور طریقے سے پایہ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بھی بخشی۔اس کے بعد والدین کا بے انتہا احسان مند ہوں کہ انہی کی دی ہوئی رہنمائی اوران کے ہی متعین کئے ہوئے راستوں پر چلنے کی توفیق اللہ نے بخشی۔ میں خاص طور پر اپنی والدہ کا شکر گزار ہوں جن کی حوصلہ افزائی شاملِ حال رہی۔اور دعائیں تحقیق کی کٹھن راہوں میں مشعلِ راہ بنیں۔والدہ کا شکریہ اس لئے بھی ادا کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے گھر کے کام کاج سے فرصت بخشی۔ بالخصوص ڈاکٹر ریاض احمد سعید کا جن کا سایۂ رہنمائی ہر لمحہ ساتھ تھا۔انھوں نے بہترین انداز میں رہنمائی کی۔ یہ ان کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس راستے کے نئے میدان متعارف کروائے۔ میں تمام قابل قدر اساتذہ کا شکر گزار ہوں جن کی بدولت اس راستے کی مشکلات کم ہوئیں، یہ انہی کی رہنمائی تھی کہ میں اپنے اندر چھپے محقق کو تلاش کر سکا۔ خصوصاڈاکٹر ذوالقرنین کا کہ جن کی بدولت مجھے اس عنوان پر کام کرنے کا شوق ہوااور انہوں نے میری بہت رہنمائی کی۔اس کے بعد والدِ گرامی کا شکر گزار ہوں جن کے مشورے سے اس میدان میں قدم رکھا۔اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ جناب ڈاکٹر نور حیات خان کا مشکور ہوں جن کے زیر سایہ یہ ادارہ بہترین نتائج مہیا کر رہا ہے۔اس کے علاوہ رتمام لائبریریوں کے عملے اور نمل یونیورسٹی کے منتظمین کا جنہوں نے شام کے اوقات میں یہ سہولت مہیا کی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ تمام کو دنیاوآخرت میں کامیابی سے نوازے۔آمین۔

(Abstract)

Title: <u>An Analys is of the Effectiveness of the Teaching of Islamic Studies at Primary level</u>

An Islamic study is an important subject in the current curriculum in Pakistan. Therefore, Islamic study is taught as a compulsory subject till B. A class. The purpose of the teaching of Islam is to make the students aware of Islamic teachings and Islamic values as well as good in them. The purpose of teaching the subject of an Islamic study is to acquanint the students with Islamic teachings and Islamic values and to acquaint them with the unshakable belief in the sovereignty of Allah and the usefulness of Islam. In order to make the teaching of Islamic studies effective and to review its curriculum, the city of Rawalpindi in Punjab province of Pakistan has been selected and the curriculum and teaching methods of its famous schools have been reviewed so that it can be known which subjects are being taught. How effective they are and how much the teachers and the environment are influencing the ideas of the students.

This thesis is one of the best scholarly and research endeavors which has beautifully encompassed various aspects of Muslim teaching tradition, current educational situation and teaching of Islamic Studies at primary level. Therefore, in the first chapter of this thesis, the educational and training method of the Holy Prophet will be described and its modern importance and effectiveness will be highlighted and the second chapter highlights the need and importance of teaching of Islamic studies at the primary level. The third chapter will examine the different methods of teaching Islamic studies and the fourth and final chapter will present a plan of action to make the teaching of Islamic studies effective. The importance and necessity of extracurricular and co-curricular activities has been explained in Chapter four and steps have been taken to make them effective. This chapter highlights the importance of the use of A-V aids and the effectiveness of the use of A-V aids at the primary level. And in the last, action plan and suggestions have been given for the technical training of teachers.

Keywords: Analysis, Effectiveness, Teaching, Islamic Studies, Primary, Level.

فہرستِ عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1.	مقالہ کی منظوری کا فارم (Thesis Acceptance Form)	i
2.	حلف نامہ فارم (Declaration Form)	ii
3.	انتساب (Dedication)	iii
4.	اظہارِ تشکر (A word of Thanks)	iv
5.	ملخص مقالہ(Abstract)	v
6.	فہرست عنوانات(Table of Contents)	vi
7.	مقدمہ(Preface)	viii
8.	ابواب بندی	xv
9.	**باب اوّل: نبی کریم ﷺ کا تعلیمی وتربیتی منہاج**	2
10.	فصل اوّل: نبی کریم ﷺ کا تعلیمی منہج	4
11.	فصل دوم: نبی کریم ﷺ کا تربیتی منہج	15
12.	فصل سوم: نبی اکرم ﷺ کے طرق تدریس کی عصری معنویت	32
13.	**باب دوم: پاکستان کے تعلیمی نظام میں تدریس اسلامیات کا تعارف**	40
14.	فصل اوّل: پاکستان کے تعلیمی نظام میں تدریس اسلامیات کا جائزہ	43
15.	فصل دوم: پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کی ضرورت واہمیت	54
16.	فصل سوم: پاکستان کی تعلیمی پالیسیز میں پرائمری سطح پر تدریسِ اسلامیات کے لئے اقدامات	65

.17	**باب سوم: پرائمری سطح پر تدریسِ اسلامیات کے طریقہ ہائے کار**	78
.18	فصل اوّل: پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے لئے روایتی طریقہ تدریس	80
.19	فصل دوم: منتخب عناوین کی تدریس کے لئے مظاہراتی و سرگرمی پر مبنی طریقہ تدریس	93
.20	فصل سوم: روایتی و جدید طرق تدریس کی روشنی میں مؤثر لائحہ عمل	105
.21	**باب چہارم: تدریس اسلامیات کو موثر بنانے کے لیے تجاویز**	126
.22	فصل اوّل: نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں کو مؤثر بنانے کے لیے اقدامات	128
.23	فصل دوم: جدید طرق تدریس میں (Audio-Video Aids) کا استعمال	138
.24	فصل سوم: اساتذہ کی فنی تربیت کے لیے لائحہ عمل اور تجاویز	154
.25	تجاویز	159
.26	خلاصہ	163
.27	نتائج بحث	166
.28	ضمیمہ نمبر 1	169
.29	ضمیمہ نمبر 2	170
.30	فہرست قرآنی آیات	173
.31	فہرست احادیث	174
.32	فہرست اصطلاحات	176
.33	مصادر و مراجع	177

مقدمہ (Preface)

موضوع تحقیق کا تعارف:

وطن عزیز پاکستان میں اسلامیات کے مضمون کی تعلیم اول درجے سے لیکر گریجوایشن تک دی جاتی ہے۔کلاس اول سے لیکر پانچویں کلاس تک کے طلباء کو اسلامیات کے مختلف موضوعات کہیں اجمال تو کہیں وضاحت سے پڑھائے جاتے ہیں لیکن طلباء کی اکثریت ان مسائل سے مکمل طور پر آشنا نہیں ہوتی۔مثال کے طور پر طلباء کو ابتدائی کلاسز سے ہی آداب کلاس اور آداب محفل کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن بدقسمتی سے نہ صرف پرائمری کی سطح تک کے طلباء اس سے نابلد ہوتے ہیں بلکہ انٹر میڈیٹ اور گریجوایشن تک کے طلباء جو ان عنوانات اور موضوعات کو بار بار تکرار سے پڑھتے آرہے ہوتے ہیں وہ بھی ناواقف دکھائی دیتے ہیں۔اسی طرح زکوۃ کے موضوع کے متعلق تقریبا ہر کلاس میں معلومات دی کا جاتی ہے لیکن پھر بھی طلباء کی اکثریت کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ صاحب نصاب کون ہے اور زکوۃ کس پر اور کب فرض ہے۔

لہذا اسی ضرورت کے پیش نظر اس مقالہ میں پرائمری سطح کی تعلیم کا جائزہ لیا گیا ہے کہ پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر راولپنڈی میں اسلامیات کی تعلیم و تدریس کس حد تک موثر ہے نیز یہ کہ اسلامیات کی تدریس کے حوالے سے کون سے طریقے استعمال کیے جاتے ہیں اور ان کے طلباء اور ماحول پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں۔اس موضوع پر اس سے قبل اس نوعیت کا کوئی کام نہیں کیا گیا۔اس مقالہ کے باب اول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلیمی اور تربیتی طریق کار کو مثالوں کیساتھ بیان کیا گیا ہے اور عصر حاضر میں اس سے کیسے استفادہ ممکن ہے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔جبکہ دوسرے باب میں اسلامیات کی تدریس کی پرائمری سطح پر کیا اہمیت و ضرورت ہے اس کو وضاحت کیساتھ بیان کیا گیا ہے مزید یہ کہ پاکستان کی تعلیمی پالیسیز میں پرائمری کلاس تک اسلامیات کے مضمون کیلیے کیا اقدامات کیے ہیں اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔اس مقالہ کے تیسرے باب میں اسلامیات کی تدریس کیلیے اختیار کیے جانے والے مختلف روایتی اور جدید طریقوں پر بحث کی گئی ہے۔اور خصوصا مظاہراتی اور سرگرمی پر مبنی طریق کار کو بیان کیا گیا ہے کہ یہ اسلامیات کی تدریس کیلیے کس حد تک موثر ہے جبکہ آخری باب میں اسلامیات کی تدریس کو موثر بنانے کے لیے لائحہ عمل دیا گیا ہے۔اور نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اے۔وی۔ایڈز کو استعمال کرنے سے کس حد تک اسلامیات کی تدریس کو بہتر بنایا جاسکتا ہے اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مقالہ ہذا میں اسلامیات کے نصاب اور اس کے تدریس کے طرق کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس کے نتیجے میں سرکاری اور نجی شعبہ میں جو اسلامیات کا مضمون پڑھایا جارہا ہے اسکا تفصیلی مطالعہ کیا گیا ہے۔اس لیے پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر

راولپنڈی کوماڈل شہر کے طور پر منتخب کر کے اس کے نامور اسکولز کے نصاب اور تدریس کے طریقوں کا تجزیہ کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ پہلی سے پانچویں جماعت تک طلباء جو کتب پڑھ رہے ہیں۔ان میں کیا موضوعات پڑھائے جا رہے ہیں اور اساتذہ اور ماحول کا ان کے نظریات پر کتنا اثر ہو رہا ہے۔ عملی زندگی میں وہ اس تدریس سے سیکھی گئی معلومات پر کتنا عمل کرتے ہیں ؟اور انکے خیال میں اس نصاب اور طریقہ تدریس میں کس قسم کی تبدیلیاں لانے کی ضرورت ہے۔

موضوع تحقیق سے متعلق سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

مجوّزہ موضوع تحقیق اپنی نوعیت کی منفرد کوشش ہے۔ کیونکہ ابھی تک صوبہ پنجاب کے حوالہ سے اسلامیات کی تدریس کا جائزہ اس طرح نہیں لیا گیا۔درج ذیل تحقیقی مواد میں سے کوئی بھی کام خالص تدریس اسلامیات کو پرائمری سطح پر واضح کرنے سے قاصر ہے۔تاہم تحقیقی کام میں کسی حد تک اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس موضوع پر تحقیق کے ذریعے تدریس اسلامیات کے مختلف طریقوں پر روشنی ڈالی جاسکے۔اس مقالہ میں زیر بحث موضوع اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں خصوصا توجہ راولپنڈی کے سرکاری اور نجی اسکولز میں پڑھائے جانے والے نصاب اور انکے طریقوں پر مرکوز کی جائیگی۔ جو کہ اپنی طرز کی پہلی کوشش دکھائی دیتی ہے جو کہ تدریس اسلامیات کے میدان میں کی جارہی ہے۔

1) بلوچستان کے سکولوں کے نصاب اسلامیات کا جائزہ ،از عبد الخالق ناصر،مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ،سال1995ءعلامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔

اس مقالہ میں اس وقت کے حساب سے بلوچستان کے اسکولز کے نصاب کا بڑا اچھا جائزہ لیا گیا ہے۔اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ بلوچستان کے اسکولز میں اسلامیات کے نصاب کی طرف حالیہ حکومت یا گزشتہ حکومتوں کی توجہ نہ تھی جسکی وجہ سے جہاں طلباء دیگر مضامین میں بقیہ صوبوں کی نسبت پسماندہ ہیں وہیں اسلامیات کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں ہے۔اس مقالہ میں یہ سفارشات کی گئی ہیں کہ بلوچستان کے اسکولز کے نصاب اور تعلیمی ماحول کی جانب فوری توجہ کی جانے کی اشد ضرورت ہے۔

2) اسلام آباد کے غیر سرکاری اسکولز میں تدریس و نصاب اسلامیات کے اثرات،از عالیہ جبین، مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ،سال2016 علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔

یہ مقالہ بڑا جامع ہے اس میں مقالہ نگار نے سرویز اور انٹرویوز کے ذریعے اسلام آباد کے غیر سرکاری اسکولز میں تدریس اسلامیات کے اثرات کا جائزہ لیا۔اس مقالہ میں جہاں نصاب اسلامیات کا جائزہ لیا گیا ہے وہیں اسلام آباد کے غیر سرکاری اسکولز میں اسلامیات پر پڑھائی جانے والی کتب کا بھی تنقیدی اور مفصل جائزہ لیا

گیا ہے۔اس مقالہ میں اسلامیات کے نصاب، کتب، تعلیمی ماحول، نصابی سر گرمیاں اور پھر سروے اور انٹر ویوز کے ذریعے سے اساتذہ اور طلباء کی آراء کو قلمبند کیا گیا ہے۔

3) پاکستانی بچوں کے تعلیمی اور معاشرتی مسائل اور ان کا حل (اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تحقیقی و تنقیدی جائزہ)(پی-ایچ-ڈی) مقالہ نگار: عبدالواسع، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاالدین زکریا یونیورسٹی ملتان (2015)

اس مقالہ میں بچوں کے تعلیمی اور معاشرتی مسائل کا بیان کیا گیا ہے اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔ مقالہ نگار نے بڑے مدلل انداز میں پاکستانی بچوں کے تعلیمی اور معاشرتی مسائل کو اجاگر کیا اور پھر اسلام کی روشنی میں اس کا جامع حل بھی پیش کیا۔

4) قرآن مجید کی تعلیم وتدریس کا فروغ اور قومی تعلیمی پالیسی 1998-2010 از انجینئر نور احمد خان ڈھڈی، مقالہ برائے ایم فل علوم اسلامیہ، سال 2003 علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی۔

یہ مقالہ ایم فل لیول کا ہے اس میں مقالہ نگار نے قرآن مجید کی تعلیم وتدریس کے حوالے سے قومی پالیسیوں کی روشنی میں جائزہ لیا ہے۔اس مقالہ میں بڑے مدلل انداز میں قومی تعلیمی پالیسیوں پر قرآن مجید کی تعلیم و تدریس کے حوالے سے بحث کی گئی۔ یہ بڑا جامع مقالہ ہے اس مقالہ سے بہت رہنمائی حاصل ہوئی۔

5) نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت معلم، از پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

یہ کتاب بڑی جامع ہے اس میں نبی کریم علیہ السلام کے تعلیمی اور تربیتی طریقوں کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔ مستند احادیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

8) The Reflection of Islamic values in the compulsory Subject of social sciences at secondary level in Karachi, (P.H.D) Waqar UN Nisa Jinnah University of women Karachi, 2010.
In this thesis Islamic values are discussed in details with authentic references. This research is very comprehensive which highlights the teachings of Islam clearly.

9) Teacher -student Relationship in contemporary education system and its analysis with in the Islamic context.
This thesis is presented to HITEC University, Taxila Cantt in partial fulfillment of the requirement for the degree of MS Islamic Studies by Muhammad Zulqarnain fall, 2014.
The purpose of this thesis was to find out the degree of relationship among the teachers and students at secondary level.

10) A Critical Tradition Review of the Aims of Education in the Western. Written by Farhan Zainulabideen.
This paper was published in 2012.this paper highlights the aims of Education ge nerally.

11) 11) Effectiveness of Activity Based teaching (ABT) for compulsory subject of Islamiyat by Inayat-ul-Haq.

In this paper, effectiveness of avtivity Based teaching for compulsory subject of Islamiyat has been investigated.

جواز تحقیق:

اس تحقیق کا اولین مقصد مروجہ نظام تعلیم وتدریس میں بنیادی نقائص کی نشاندہی کرنا ہے اور طلباء کی تعلیم و تربیت کے لیے نبی کریم ﷺ کے اسوہ کی روشنی میں اصلاحی خاکہ فراہم کرنا۔

مسئلہ تحقیق کی وضاحت:

راولپنڈی کے سرکاری اور غیر سرکاری اسکولز میں اسلامیات کی تدریس کے لیے کے کتنے نظام بیک وقت چل رہے ہیں۔ کیا نصاب اسلامیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلیمی اور تربیتی منہج کو شامل کیا گیا ہے اور اسلامیات کی تدریس میں اساتذہ کا کردار کس حد تک موثر ہے اور ان اسکولز کا تعلیمی ماحول کس حد تک اسلامی تعلیم کے لیے سازگار ہے اور موجودہ اسلامیات لازمی کا نصاب کس حد تک موثر ہے اور اس کا ایک شخصیت کی تعمیر پر کتنا اثر ہے۔

ضرورت واہمیت:

پاکستان میں رائج نصاب تعلیم میں اسلامیات ایک اہم مضمون ہے اس لیے بی-اے تک اسلامیات کو نصاب کا لازمی جزو بنایا گیا ہے۔ اسلامیات کی تدریس کا مقصد طلبہ کو اسلامی تعلیمات اور اسلامی اقدار سے آگاہی کے ساتھ ساتھ ان میں نیک عمل کا جذبہ ،اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا غیر متزلزل یقین اور اسلام کی افادیت سے روشناس کرانا ہے تاکہ وہ معاشرے کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ تعلیم و تعلم کے عمل کو مؤثر بنانے کے لیے دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ طریقہ تدریس بھی نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔-اسلامیات کی تدریس کے حوالے سے دیکھا جائے تو عام طور پر صرف روایتی طریقہ تدریس کو اپنایا جاتا ہے جس سے بچوں کی شخصیت میں مطلوبہ اسلامی اقدار وصفات پنپ نہیں پاتی۔ نتیجتاً بچے اسلامیات کو ایک غیر دلچسپ مضمون سمجھتے ہوئے صرف اور صرف امتحان پاس کرنے کی حد تک پڑھتے ہیں اور اس وجہ سے نسل نوع میں اسلام سے محبت کے بجائے نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور پھر یہی بچے اسلام سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔

اس مسئلے کے پیشِ نظر تدریس اسلامیات میں اگر معلم و مربّی بچوں کی نفسیات، عمر، دلچسپی اور دیگر عوامل کے مطابق بہترین اور مؤثر طریقہِ اپنائے گا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ بچوں کی تعلیم و تربیت بہتر اور معیاری انداز میں ممکن ہو سکے گی اور بچے اسلامیات کے مضموں میں دلچسپی لیں گے اور عملی طور پر بہترین مسلمان بن سکیں گے۔

مجوّزہ موضوعِ تحقیق کے تحت اس مقالہ میں اسلامیات کی تدریس میں جدید طریقوں کی اہمیت و معنویت کا جائزہ لیا جائے گا۔ موجودہ دور میں اسلامیات کا نصاب اور اسکی اعلی ترین ڈگریاں جو یونیورسٹیوں میں دی جاتی ہیں کسی فرد میں

اسلامی تشخص پیدا کرنے میں ناکام ہیں۔ اگر کسی پر اسلام کا اثر نظر آتا ہے تو اس یونیورسٹی کی تعلیمی کاوشوں کے علاوہ کسی دوسری دینی تحریک کا اثر ہوتا ہے۔ لہذا اس مقالہ میں انہی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان میں تعلیم و تدریس کی اسلامائزیشن کرنے کی تمام کوششوں کا جائزہ لیا جائیگا۔ اور اس کے نتیجے میں سرکاری اور نجی سطح شعبہ میں جو اسلامیات کا مضمون پڑھایا جا رہا ہے اسکا تفصیلا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں اس جانب توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلیمی و تربیتی منہج کی روشنی میں تمام مضامین کی تدریس کی جائے اور خصوصا اسلامیات کی تاکہ اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والا شخص دوسروں کے لیے نمونہ ہو۔ اس مقالہ میں جہاں اسلامیات کی تدریس کی اہمیت کا جائزہ لیا گیا ہے وہیں اس کو دور حاضر میں موثر بنانے کے لیے لائحہ عمل بھی دیا گیا ہے۔ اسلامیات کی تدریس کے بہت سارے طرق کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ حکومت پاکستان نے پرائمری سطح تک جو اسلامیات کا یکساں نصاب دیا ہے اس کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

مقاصد تحقیق:

1) معاصر طریقہ تدریس کا تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تجزیہ کرنا۔
2) پرائمری اسکولز میں اسلامیات کی تدریس کا جائزہ لینا۔
3) تدریس اسلامیات کو موثر بنانے کے لیے تجاویز و لائحہ عمل کی نشاندہی کرنا۔
4) اسلامیات کے مضمون کے لیے روایتی طریقہ تدریس کی اثر انگیزی کا جائزہ لینا۔
5) مظاہراتی طریقہ (Demonstration Method) اور سر گرمی پر مبنی طریقہ کار (Activity Based Method) کا جائزہ

سوالات تحقیق:

1) کیا تدریس اسلامیات میں نبی کریم ﷺ کے تعلیمی و تربیتی منہج کو مد نظر رکھا گیا ہے؟
2) پرائمری سطح پر اسلامیات کا مروجہ نصاب کتنا جامع اور مؤثر ہے؟
3) اس سطح پر تدریس اسلامیات کے کون سے طریقے بہتر ثابت ہو سکتے ہیں؟
4) کیا "مظاہراتی طریقہ تدریس (Demonstrative teaching method)" اور "سر گرمی پر مبنی طریقہ تدریس (Activity Based method)" روایتی تدریس کے طریقوں سے زیادہ کارآمد ہے؟

تحدید اور دائرہ کار کا موضوع:

مقالہ ہذا میں صوبہ پنجاب کے شہر راولپنڈی کے منتخب سرکاری اور نجی اسکولز میں تدریس اسلامیات کے مختلف طریقوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اسلوب و طریقہ تحقیق:

1) مقالہ میں تجزیاتی اور اطلاقی طریقہ تحقیق اختیار کیا گیا ہے۔ یعنی حقائق تلاش کر کے موجودہ دور میں مسائل حل کرنے کے لیے ان کے اطلاق کی کوشش کی گئی ہے۔

2) مقالہ میں بنیادی مصادر کو استعمال کیا گیا ہے اور ضرورت پڑنے پر ثانوی ماخذ سے بھی استفادہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

3) مختلف اسکولز کا سروے کیا گیا ہے۔ نصاب، اساتذہ اور طلباء کی آراء کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اس کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

4) مطالعہ کتب کے لیے مختلف لائبریریوں سے استفادہ کیا گیا ہے جیسا کہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی لائبریری، جمال کرم لائبریری اسلام آباد، بحریہ یونیورسٹی لائبریری، ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری، کمیونٹی لائبریری اور نمل یونیورسٹی کی لائبریری وغیرہ

5) جدید ذرائع تعلیم کے حصول کیلیے ویب سائیٹس کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ جیسا کہ www.khaleejtime.com,www.minhaj.org.com,www.kitabosunnat.com,www.islamicrelief.org.

6) پرائمری اسکولز کے طلبہ اور اساتذہ کے انٹرویوز کیے گئے ہیں۔

7) جدید اور روایتی طریقہِ تدریس کے اثرات کا تقابل بھی پیش کیا گیا ہے۔

8) محکمہ تعلیم کی رپورٹس اور ماہرین کی آراء کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔

9) مقالہ کی تحریر اور حوالہ جات کے حوالے سے جامعہ نمل اسلام آباد کا منظور کردہ اسلوب(Format)اختیار کیا گیا ہے۔

ابواب بندی

باب اوّل: نبی کریم ﷺ کا تعلیمی و تربیتی منہاج

فصل اوّل: نبی کریم ﷺ کا تعلیمی منہج

فصل دوم: نبی کریم ﷺ کا تربیتی منہج

فصل سوم: نبی کریم ﷺ کے طرق تدریس کی عصری معنویت

باب دوم: پاکستان کے تعلیمی نظام میں تدریس اسلامیات کا تعارف

فصل اوّل: پاکستان کے تعلیمی نظام میں تدریس اسلامیات کا جائزہ

فصل دوم: پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کی ضرورت واہمیت

فصل سوم: پاکستان کی تعلیمی پالیسز میں پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے لیے اقدامات

باب سوم: پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے طریقہ ہائے کار

فصل اوّل: پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے لیے روایتی طریقہ ہائے تدریس

فصل دوم: مظاہراتی اور سرگرمی پر مبنی طریقہ تدریس

فصل سوم: روایتی وجدید طریقہ تدریس کی روشنی میں مؤثر لائحہ عمل

باب چہارم: پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کو مؤثر بنانے کا لائحہ عمل

فصل اوّل: نصابی وہم نصابی سرگرمیوں کو مؤثر بنانے کے لیے اقدامات

فصل دوم: جدید طرق تدریس میں اے وی ایڈز (Audio-Video Aids) کا استعمال

فصل سوم: اساتذہ کی فنی تربیت کے لیے لائحہ عمل اور تجاویز

الخاتمہ

ضمیمہ جات

نتائج وسفارشات

فہارس

مصادر ومراجع

باب اوّل:

نبی کریم ﷺ کا تعلیمی و تربیتی منہاج

فصل اوّل: نبی کریم ﷺ کا تعلیمی منہج

فصل دوم: نبی کریم ﷺ کا تربیتی منہج

فصل سوم: نبی کریم ﷺ کے طرق تدریس کی عصری معنویت

باب اول:

نبی کریم ﷺ کا تعلیمی و تربیتی منہاج

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے متعدد گوشے اور بہت سے پہلو ہیں۔ بلاشبہ ان میں سے ہر شعبہ اور گوشہ مخلوق کے اعتبار سے انتہائے کمال کو پہنچا ہے اور اس میں چنداں تعجب کی بات نہیں کہ ساری کائنات کے خالق اللہ علیم و حکیم نے خود آپ ﷺ کو امت کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔

((لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا))[1]

ترجمہ: یقینا تمھارے لیے رسول اللہ میں بہترین نمونہ ہے اس کے لیے جو اللہ پر اور روز قیامت کا یقین رکھتا ہو اور اللہ تعالی کو بہت یاد کرتا ہو۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے بہت سے زریں پہلو ہیں اور ان میں سے ایک انتہائی عظیم پہلو یہ ہے کہ آپ بحیثیت معلم دنیا میں تشریف لائے۔ بعثت معلم کائنات کے بعد شعور و آگاہی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ رسول اکرم نے تعلیم و تدریس کے ایسے زرین اصول دیے کہ جن سے انسانیت آج تک استفادہ کر رہی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ رسول نے تعلیمی معاملات بہت خوش اسلوبی سے انجام دیے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ انکی تمام حیات مبارکہ تعلیمی سرگرمیوں سے منسلک ہے انہوں نے ہر قسم کے حالات و واقعات حتی کہ میدان جنگ میں بھی اپنے تعلیمی فرائض سرانجام دیئے۔ انہوں نے لوگوں کو تعلیم سے آراستہ کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں ہونے دیا۔ نبی کریم کی تربیت خود اللہ تعالی نے فرمائی تھی جیسا کہ سورۃ النساء میں ارشاد ربانی ہے:

((وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ))[2]

ترجمہ: اور آپ کو وہ کچھ سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے۔

آپ ﷺ نے تعلیم و تدریس کے اعلی اور منفرد انداز و اسالیب، آداب تعلیم و تعلم، اساتذہ کرام کا مقام و مرتبہ اور عظمت متعلمین کو مکمل اور احسن طریقے سے بیان کیا ہے کہ قیامت تک ہر آنے والا معلم اس فن میں آپ ﷺ کی تعلیمات کا ممنون رہے گا۔ نبی کریم ﷺ اپنے تلامذہ کی مختلف طریقوں سے تعلیم اور تربیت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ آنے والی فصول میں اس پر تفصیلا روشنی ڈالی گئی ہے۔

1۔ الاحزاب: 21

2۔ النساء: 113

فصل اوّل:

نبی کریم ﷺ کا تعلیمی منہج

دنیوی اور اخروی کامرانی و کامیابی کے لیے تعلیم و تدریس کا ذہبی سلسلہ ایک سنگ میل ہے۔ حصول تعلیم سے لیکر مقاصد تعلیم تک، متعلم کے آداب سے لیکر معلم کے اوصاف تک اور فضیلت علم سے لیکر طرق ہائے تعلیم تک کے تمام مراحل کے بارے میں سیرت طیبہ ہماری مکمل رہنمائی فرماتی ہے۔ تعلیمی میدان میں متعلمین کی نفسیات کا لحاظ رکھنا، متعلمین کا خیر مقدم کرنا، میسر تعلیمی وسائل کو بروئے کار لانا اور ہمہ وقت اسالیب تعلیم کو ملحوظ رکھنا ایک کامیاب معلم کے اوصاف ہوتے ہیں۔ بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس ان تمام صفات و کمالات سے مزین و آراستہ تھی۔ مذکورہ فصل میں آپ ﷺ کی تعلیمی و تدریسی طریقوں پر روشنی ڈالی جائیگی۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم:

نبی اکرم ﷺ کے بحیثیت معلم مبعوث ہونے کے بے شمار دلائل قرآن و سنت میں موجود ہیں۔ اس ضمن میں چند دلائل درج ذیل ہیں:

((كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ))[1]

ترجمہ: جیسا کہ ہم نے تم میں سے ایک رسول تمہاری طرف مبعوث کیا، وہ تمھارے لیے ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے اور تمھارا تزکیہ کرتا ہے اور تمھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمھیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔"

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

((لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ))[2]

ترجمہ: "یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ انکی طرف ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا وہ ان پر اسکی آیات تلاوت کرتا ہے اور انکو پاک کرتا اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور اس سے قبل وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔"

1۔البقرۃ:151

2۔آل عمران:164

اسی ضمن میں تیسری آیت کریمہ درج ذیل ہے جو کہ اس مضمون کی مزید وضاحت پر دلالت کرتی ہے۔

ارشاد ربانی

((هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ))[1]

ترجمہ: وہ ذات کہ جس نے ان امیوں میں ایک رسول بھیجا جو ان میں سے ہی تھا جو انکو اسکی آیات سناتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ بلا شبہ وہ لوگ انکے مبعوث ہونے سے پہلے صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔"

نبی کریم ﷺ نے خود بھی اس امت کو اس بارے میں خبر دی ہے۔ امام احمد اور امام نسائی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے نقل کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا، وَلَا مُتَعَنِّتًا، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا))[2]

ترجمہ: بیشک اللہ جل شانہ نے مجھے جھڑکنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ مجھے آسانی کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے۔"

لہذا جو بھی فن تدریس سیکھنا چاہے ،اسالیب تدریس کے چناو، تعلیم کے وسائل کے انتخاب کیلیے اور آداب تعلیم کے سلسلے میں مثالی نمونہ پانے کی خواہش رکھتا ہو وہ نبی کریم ﷺ جیسا حسین نمونہ کہیں نہیں پا سکے گا۔

نبی پاک ﷺ نے اپنے اصحاب اور تلامذہ کو آیات کی تلاوت، تعلیم حکمت، تعلیم کتاب اور نفس کے تزکیہ کی تربیت اس حکیمانہ انداز میں کی کہ ان میں سے ہر ایک شخص مربی و معلم بنا۔ رسول کریم ﷺ نے علم کے حصول کو نہ صرف انسانوں کا بنیادی حق قرار دیا بلکہ حصول خواندگی کے لیے مشرکین و کفار کی خدمات کو بھی حاصل کیا۔ اسلام نے علم کی تحصیل کرنے والوں پر یہ لازم کیا ہے کہ وہ علم کو مخلوق خدا کی امانت سمجھتے ہوئے دوسروں تک پہنچائیں۔

1۔ الجمعہ: 2

2۔ مسلم، مسلم بن حجاج، قشیری، **صحیح المسلم** (بیروت: دار الرسالۃ، 188) کتاب الطلاق، باب بیان ان تخیر امراتہ لا یکون طلا قاالا بالنیۃ، صحیح ح3690،

نبی ﷺ نے واضح ارشاد فرمایا:

((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً))[1]

ترجمہ: "میری بات کو آگے پہنچاو اگرچہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو"

نبی کریم ﷺ سے قبل تعلم و تعلیم کو صرف راز جانا جاتا تھا اور اسے صرف وڈیروں، پادریوں کاہنوں اور برہمنوں تک ہی محدود رکھا جاتا تھا اور علم کو چھپانے کی ہر کوشش کی جاتی تھی۔ بنی کریم ﷺ نے علم کو انسان کی میراث اور اسکا اپنا بنیادی حق قرار دیا۔

نبی کریم ﷺ کا طریقہ تعلیم

نبی ﷺ کی تعلیم انسانی شخصیت کی روحانی، اسلامی اور اخلاقی تکمیل کا سامان اور ضمانت فراہم کرتی ہے۔ کل تک جن لوگوں کو جانوروں کو چرانے کے لائق نہیں سمجھا جاتا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ انہی لوگوں کو عوام نے اپنے لیے نگران اور حکمران چنا۔ آپ ﷺ کی معلمانہ حکمت عملی اور انداز تربیت انتہائی دانشمندانہ تھی۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں ایسا اثر تھا کہ اس کے ذریعے سے دل مطمئن اور ذہن روشن ہو جاتے تھے۔ آپ کے مخالف بجائے اس کے کہ وہ آپ ﷺ کے کردار کی تعریف کریں اور متاثر ہوں وہ آپ کو نعوذ باللہ جادوگر، ساحر، شاعر اور کاہن کہہ دیتے تھے۔ لیکن انکی ان تمام ناکام کوششوں کے باوجود آپ کا پیغام لوگوں کے دلوں میں بستا جاتا تھا۔

نبی پاک ﷺ کی ذات مقدس بے شمار صفات سے متصف تھی، آپ ایک عظیم دانشور، مفکر، سیاستدان اور مصلح و مبلغ تھے۔ لیکن پھر بھی آپ ﷺ نے اپنے آپ کو ایک ہی صفت سے متصف ہونے کا اعلان زیادہ کیا کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمی حکمت کا اثر تھا کہ تیئس سال کی مختصر مدت میں علم و حکمت اور تہذیب و شائستگی کے چراغ روشن کر کے دنیا بھر میں انقلاب برپا کر دیا۔ آپ ﷺ کے انداز تعلیم و تربیت کی تمام خصوصیات کا احاطہ کرنا کسی انسان کے بس کا روگ نہیں لیکن یہاں چند خصوصیات کا بطور خاص ذکر کیا جا رہا ہے۔

1۔ محبت و شفقت

1۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1999) کتاب احادیث الانبیاء، باب ماجاء ذکر عن بنی اسرائیل، ح 3461

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار شفقت و رحمدلی کیساتھ گفتگو میں شائستگی کو لازم قرار دیا۔قرآن کریم کی رہنمائی سے یہ بات واضح وعیاں ہوتی ہے کہ طرز بیان نہایت خوبصورت ودلکش ہواور طرز بیان حکمت کیساتھ ساتھ محبت ونرمی اور ہمدردی کا مجموعہ ہو۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

((وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا))[1]

ترجمہ: اور لوگوں کیساتھ بات اچھے انداز میں کرو۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰؑ وہارونؑ کو فرعون سے بات کرنے کو کہا تو ارشاد ہوا

((اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ، فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ))[2]

ترجمہ: تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔بلاشبہ وہ سرکش ہے لہذا تم دونوں اس سے نرمی سے بات کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈرنے لگے۔

ان دونوں آیات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قرآن کس طرح معاملات کو سلجھانے کا حکم دیتا ہے۔ایکدوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کی نرمی ومحبت کو یوں پیش کیا:

((فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ))[3]

ترجمہ: یہ اللہ کی رحمت ہے کہ آپ ﷺ ان پر نرم خو ہیں۔اور اگر آپ ﷺ ڈرانے والے اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپکے پاس نہ جمع ہوتے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ ہمیشہ اپنے طلباء سے کمال شفقت وعنایت اور انتہائی لطف وکرم کیساتھ معاملہ فرماتے تھے۔اس سلسلے میں سیرت طیبہ میں موجود بہت سارے شواہد میں سے کچھ پر اکتفا کیا جائے گا۔امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ عنھا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

((عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ ، يَقُولُ : كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ ، فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَا غُلَامُ ، سَمِّ اللَّهَ وَكُلْ بِيَمِينِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيكَ))[4]

1۔البقرۃ:83

2۔طٰہٰ:43-44

3۔آل عمران:159

4۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الطعام، باب التسمیۃ والاکل، ح5376

ترجمہ: عمر بن ابی سلمۃ سے روایت ہے کہ میں رسول ﷺ کی زیر تربیت ایک بچہ تھا اور دوران کھانا میرا ہاتھ برتن میں گھومتا تھا تو مجھے رسول ﷺ نے فرمایا: اے بچے! بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی قریبی جگہ سے کھاؤ۔

آپ ﷺ کا یتیم بچے کو اپنی قربت کا شرف دینا، اس کے بعد اس کو "میرے چھوٹے بیٹے" کی پیار بھری ندا سے بلانا لطف و عنایت کو دوبالا کرتے ہیں اور اس محبت و شفقت کی تعلیم کا اس بچے پر یہ اثر ہوا کہ حضرت عمر بن ابی سلمۃ نے خود بیان فرمایا:

((فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ))[1]

ترجمہ: اس کے بعد ہمیشہ میرے کھانے کا یہی انداز رہا۔

نبی پاک ﷺ کا اسلوب تدریس عام اساتذہ کیطرح نہیں تھا کہ کہ سبق پڑھایا، تشریح کی اور بس۔ بلکہ آپ ﷺ ایک طرف تعلیم دیتے دوسری طرف اس پر خود عمل کر کے دکھاتے اور امت کے ایک ایک فرد پر گہری نظر رکھتے، غلطیوں کی اصلاح اور خوبی پر تعریف کرتے۔ آپ ﷺ کا اسوہ تعلیم و تربیت، نرم خوئی اور نرم مزاجی کا اعلیٰ نمونہ تھا۔ آپکی گفتگو انتہائی واضح اور بلیغ ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام بدو بھی آپکی بات کو باآسانی سمجھ جاتا تھا۔

نبی ﷺ کے اسوہ کے بہترین نتائج کا مطالعہ کیساتھ چاہیے کہ آج اسی اسوہ کی پیروی کرتے ہوئے ہمیں بھی ٹیچنگ ٹریننگ میں اس پہلو کو سرفہرست رکھتے ہوئے اساتذہ کی تربیت کو یقینی بنائیں، کیونکہ جب شفقت و رحمدلی سے بچے محروم ہونگے تو پھر وہ گفتگو سے صرف بہرہ ور نہ ہو سکیں گے۔ لہذا مدارس، سکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں یہ پہلو صرف برائے نام ہے۔ اسکی مکملطور پر تنفیذ سے بہت سارے بہترین اور دوررس نتائج حاصل ہو سکیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب اور تلامذہ کو ہمیشہ لطف و شفقت سے تعلیم دیا کرتے تھے۔ البتہ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ بعض دفعہ آپ ﷺ دوران تعلیم و تربیت غصے اور خفگی کا اظہار فرماتے تھے۔ جن موقعوں پر آپ ﷺ ناراض ہوتے تھے ان میں سے کچھ یہ درج ذیل ہیں۔

1۔ فضول اور موجب مشقت سوال پر۔

2۔ سمجھ دار شخص کے بات سمجھنے میں کوتاہی پر۔

1۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الطعام، باب التسمیۃ والاکل، ح5376

3۔ کسی شخص کی غیر متوقع غلطی پر۔

2۔ سوالیہ انداز تعلیم:

سامعین کی توجہ کے لیے بعض دفعہ معلم کو سوالیہ انداز اپنانا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے لیکچر اور سامعین دونوں کی جانچ پرکھ کرلے۔ نبی اکرم ﷺ بھی اکثر سوالیہ انداز اپنایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا انداز تعلیم ایسا واضح اور دلکش ہوتا کہ سامعین کو کوئی دقت محسوس نہ ہوتی۔ آپ ﷺ جب اصحاب سے سوال کرتے تو اکثر انکا جواب ہوتا تھا کہ اللہ ورسولہ اعلم "کہ اللہ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتے ہیں" اسکا مقصد صحابہ کا یہ ہوتا تھا کہ یہی بات رسول ﷺ سے دوبارہ سننے کو ملے۔ آپ ﷺ کی سیرت میں لوگوں کو علم کی ترغیب دلانے کے لیے بہت مثالیں ملتی ہیں۔امام بخاریؒ نے نبی ﷺ کے اس مکالماتی انداز تعلیم و تربیت پر ایک پورا باب باندھا ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُولُ : أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا مَا تَقُولُ ذَلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ ، قَالُوا : لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهِ شَيْئًا ، قَالَ : فَذَلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ ، يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا))[1]

ترجمہ: آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کے دروازے پر نہر جاری ہو اور وہ روزانہ اس میں پانچ بار غسل کرے تو تم کیا سمجھتے ہو کہ ایسا کرنا اسکی میل کچیل کو باقی چھوڑے گا؟انہوں نے عرض کیا :"وہ اسکی میل کو باقی نہیں رہنے دے گا" تو آپ ﷺ نے فرمایا یہی حال پانچ نمازوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے ساتھ گناہوں کو مٹادیتا ہے۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے سامعین کو کلی طور پر متوجہ کرنے کے لیے سوالیہ انداز اختیار فرمایا ہے۔اسی طرح ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے سوال فرمایا۔امام بخاری نے اس روایت کو حضرت عبداللہ سے نقل کیا ہے۔

((قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ ، قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ قَالَ فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ))[2]

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے کہ جس کو اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کو اپنا مال زیادہ

1۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب مواقیت الصلاۃ، باب الصلوات الخمس، ح568

2۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الرقاق، باب ماقدم من مالہ فھولہ، ح6442

پیارا نہ ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اسکا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی موت سے قبل جو اللہ کی راہ میں خرچ کیا)۔اور اس نے جو مال پیچھے چھوڑا وہ اس کے وارث کا مال ہے۔"

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ آپ ﷺ تعلیم و تربیت کے دوران حاضرین و سامعین کو مکمل طور پر متوجہ کرتے اور بات کی تاکید اور پختگی کی غرض سے اسلوب استفہام استعمال فرمایا کرتے تھے۔

3۔مثالوں کے ذریعے رہنمائی:

معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلباء میں تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کرے۔اور ان میں قوت استدلال کو ابھارے اور بحث مباحثہ میں شریک کرے۔نبی کریم ﷺ کا یہی طریقہ تھا۔آپ ﷺ مختلف مثالوں کے ذریعے سے اپنے تلامذہ کو علم سے بہرہ ور فرماتے تھے۔چند روایات درج ذیل ہیں۔

((عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ))[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ذکر کرنے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ جیسی ہے۔

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ذکر کرنے والے کو اس زندہ شخص کیساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس کا ظاہر ایمان سے مزین اور اندر علم و فہم سے منور ہے جبکہ ذکر نہ کرنے والے کو مردہ قرار دیا ہے۔اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفَيِّئُهَا الرِّيحُ مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا مَرَّةً ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْأَرْزَةِ لَا تَزَالُ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً))[2]

ترجمہ: مومن کی مثال کھیتی کی طرح ہے کہ ہوا اسکو جھکاتی رہتی ہے اور مومن آزمائشوں میں مبتلا رہتا ہے اور منافق کی مثال صنوبر کی درخت کی طرح ہے کہ ہوا چلنے سے ہلتا بھی نہیں ہے۔یہاں تک کہ اسکو اکھاڑ دیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کا سوال کر کے صحابہ کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کرنا اور انکے اذہان میں مختلف سوالات کا پیدا کر دینا اور انکو سوال کرنے کا موقع دے دینا۔اور پھر رسول اکرم ﷺ کا انکو بہترین جوابات سے نوازنا یہ ایک ایسا بہترین طریقہ تدریس ہے کہ جس سے طلباء کے شکوک و شبہات دور ہوتے ہیں اور انکو اس موضوع پر پوری قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔سوالات و جوابات کے ذریعے سے طلباء تک مشکل اور وسیع بات بڑی آسانی سے سمجھائی جاتی ہے۔اس طریقہ تعلیم کے بہت ہی زیادہ فوائد ہیں کہ حقائق کو بڑی

1۔بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ، ح6407

2۔بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المرضی، باب ماجاء فی کفارۃ المریض، ح5643

آسانی سے دوسروں کے اذہان میں راسخ کر دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اس انداز کو بھی اختیار فرمایا۔

4۔ طلباء کے لیے دعا:

نبی کریم ﷺ شاگردوں کے لیے دعا فرمایا کرتے تھے۔ یہ دعائیں علم کے بارے میں بھی ہوتیں تھیں اور دیگر خیر کے امور کے لیے بھی۔ طالب علم کا اپنے استاد کی دعا سے خوشی اور اطمینان کا اندازہ لگانا مشکل ہے تو جب یہ دعا مخلوق کے معزز ترین معلم و مربی کی جانب سے ہو تو پھر شاگردوں کو حاصل ہونے والی مسرت اور اطمینان کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ

((ضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَالَ : اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ))[1]

ترجمہ: رسول ﷺ نے مجھے سینے سے لگایا اور فرمایا اے اللہ اسکو کتاب کا علم عطا کر۔

یہاں کتاب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ استاد کی دعا کو اللہ تعالیٰ شاگرد کے حق میں شرف قبولیت دیتا ہے۔

5۔ گفتگو میں وضاحت:

نبی کریم ﷺ کی گفتگو میں اسقدر ٹھہراؤ تھا کہ ہر شخص آپکی بات کو باآسانی سمجھ لیتا تھا۔ آپ تیز تیز نہ بولتے تھے بلکہ مخاطبین کی حاجت اور طبیعت کے مطابق خطاب فرمایا کرتے تھے۔ اس ضمن میں کچھ روایات درج ذیل ہیں۔

امام ابوداؤد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

((كَانَ فِي كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْتِيلٌ أَوْ تَرْسِيلٌ))[2]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی گفتگو میں ترتیل یا تریل تھی۔

امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

((كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ))[3]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی گفتگو جدا جدا ہوتی تھی، ہر سننے والا اسکو سمجھتا تھا۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ:

1۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ، الھم علمہ الکتاب، ح75

2۔ ابوداود، سلیمان بن الاشعث، **سنن ابی داود**، (بیروت: دار الرسالۃ، 1888)، کتاب الادب، باب الھدی فی الکلام، ح4838

3۔ ابوداود، **سنن ابی داؤد**، کتاب الادب، باب الھدی فی الکلام، ح4839

((أَنّ النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ))[1]

ترجمہ: یقیناً نبی کریم ﷺ اس طرح گفتگو فرماتے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا ان الفاظ کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔

سلسلہ تعلیم وتدریس سے منسلک لوگوں سے یہ بات مخفی نہیں ہے کہ معلم کے ایسے انداز گفتار سے طلبہ کیلیے دروس کو سمجھنے میں کس قدر آسانی اور سہولت ہوتی ہے۔

6۔ تعلیم بالعمل

عمل کے ساتھ تعلیم کی دو صورتیں ہیں:

اول یہ کہ جس بات کا معلم طلباء کو حکم دے وہ خود بھی کرے اور جس بات سے روکے اس سے خود بھی رکے۔اسی کو عملی نمونہ، مثال اور سلوک کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اور اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "الفعل ابلغ من القول"۔ترجمہ: "عمل کا اثر دلوں پر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔"اور یوں بھی مشہور ہے کہ (Action speaks louder) "عمل کی آواز زیادہ بلند ہوتی ہے"۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ معلم اپنی بیان کردہ بات کو طلبہ کے سامنے عملی طور پر کر کے دکھائے اور اسی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "ان البیان بالفعل ابلغ فی الایضاح" عمل کیساتھ بیان بات کو زیادہ واضح کر دیتا ہے۔اور اسکا اثر سامع کے ذہن پر محض الفاظ کے ذریعے سمجھائی گئی بات سے زیادہ گہرا ہوتا ہے۔

سیرت طیبہ میں دونوں صورتوں سے تعلیم کے متعدد شواہد موجود ہیں۔اللہ کی توفیق سے اس بارے میں کچھ تفصیل درج ذیل ہے۔

ا۔ عملی نمونہ کے ذریعہ تعلیم:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیمات کا عملی نمونہ تھے۔حضرات صحابہ کو جس جس بھلائی کا حکم دیتے تھے نہ صرف یہ کہ خود اس پر عمل کرتے بلکہ اس کے کرنے میں پیش پیش ہوتے۔

سیرت طیبہ میں اسکی بہت مثالیں ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں:

- کثرت سے ذکر الٰہی
- کثرت کیساتھ سخاوت
- پانچوں نمازوں کی حفاظت
- گھر والوں سے عمدہ معاملہ

1۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، ح 3567

- دشمنوں سے بھی ایفائے عہد کا شدید اہتمام

۲۔ عملی بیان کے ذریعہ تعلیم:

سیرت طیبہ میں عملی بیان کے ذریعے تعلیم کے متعدد شواہد ہیں۔ کچھ درج ذیل ہیں:

- کیفیت وضو کی عملی تعلیم
- اوقات نماز کی عملی تعلیم
- منبر پر لوگوں کو نماز کی عملی تعلیم
- دوران نماز کپڑے میں تھوکنے کا عملی بیان

7۔ڈائیگرام کے ذریعہ سے تعلیم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات مسائل کو خوب اچھی طرح سمجھانے کی خاطر خطوط کھینچ کر اور مختلف شکلیں بنا کر بات کی وضاحت فرمایا کرتے تھے۔ درج ذیل حدیث اس کی بہترین مثال ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ غَرَزَ بَيْنَ يَدَ يْهِ عُوداً ثُمَّ غَرَزَ إِلَى جَنْبِهِ آخَرَ ثُمَّ غَرَزَ الثَّالِثَ فَأَبْعَدَهُ ثُمَّ قَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَا هَذَا؟ قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: هَذَا الْإِنْسَانُ وَهَذَا أَجَلُهُ وَهَذَا أَمَلُهُ يَتَعَاطَى الْأَمَلَ وَالْأَجَلُ يَخْتَلِجُهُ دُونَ ذَلِكَ. [1]

ترجمہ: "ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے ایک لکڑی گاڑی، پھر اس کے پہلو کی طرف ایک دوسری لکڑی گاڑی، پھر ایک تیسری لکڑی دور کر کے گاڑی، پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ انسان ہے، یہ اس کی موت ہے اور یہ اس کی خواہشات ہیں، خواہشات اور امیدیں بڑھتی جاتی ہیں اور (موت) اسے اس سے پہلے ہی اچانک اچک لیتی ہے۔"

اس حدیث میں آپ علیہ السلام نے انسان کی لمبی خواہشات اور موت کے وقت کے انتہائی قرب کو تین چھڑیاں گاڑ کر حضرات صحابہ کو سمجھایا۔ آپ نے کچھ بتانے سے قبل تین چھڑیوں کو زمین میں گاڑا اور پھر پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیا ہے۔ بلاشبہ آپ کا یہ اسلوب مبارک سامعین کو مکمل طور پر متوجہ کرنے کیلیے ایک بہترین ذریعہ تھا۔

1۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب قول النبی ﷺ، الھم علمہ الکتاب، ح123

اس فصل میں نبی کریم علیہ السلام کے تعلیمی منہج پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ آپ طلباء کی ضرورت کے مطابق تعلیمی طریقہ اختیار فرمایا کرتے تھے۔اس فصل میں آپ علیہ السلام کے چند طریقوں کو بیان کیا گیا ہے۔اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہج کی پیروی کی جائے تو بلاشبہ تعلیمی انحطاط کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

فصل دوم:

نبی کریم ﷺ کا تربیتی منہج

تربیت:

یہ لفظ عربی زبان کا ہے جسکا مادہ ربب یا ربو سے لیا گیا ہے۔ جسکا مطلب کسی چیز کی پرورش کرنا[1]۔

یہ لفظ کئی معانی کا مرکب ہے۔ اس سے مراد ظاہری اور باطنی اعمال کو سنوارنا ہے۔ مختلف ماہرین تعلیم نے اسکی مختلف تعریفات کیں ہیں۔ موجودہ صلاحیتوں اور استعداد کو واقعی اور حقیقی صورت عطا کرنا اور انھیں پروان چڑھانا۔ تربیت قابلیتوں اور صلاحیتوں کو جلا بخشتا ہے اور ظاہری و باطنی اعمال کو صحیح خطوط پر استوار کرنا ہے۔ آپ ﷺ کو انسانی تربیت اور اصلاح نفوس میں کمال تام حاصل تھا۔ آپ ﷺ مختلف لوگوں کو انکی ضرورت کے مطابق انکی بیماری کی تشخیص کرتے اور پھر بہترین علاج فرماتے۔ آپ ﷺ کی تربیت کا ایک بڑا اہم پہلو ہے کہ آپ تمثیلات کے ذریعے سے لوگوں کی رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔

تربیت بذریعہ ضرب الامثال:

نبی ﷺ کی کوششوں سے روشنی گھر گھر پہنچی، ہدایت ہر جا پہنچی لیکن ہر فرد کو یکساں فائدہ نہیں ہوا۔ تو اس سوال نے جنم لیا کہ کیا پیغام رسالت اور تعلیم و تربیت میں کوئی امتیاز رکھا گیا یا یکسانیت نہ تھی۔ اس مشکل اشکال کو نبی ﷺ نے ایک خوبصوت مثال سے واضح فرما دیا۔ ارشاد فرمایا"

> اس رہنمائی اور عمل کی مثال کہ جسکے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے وہ ایک زور کی بارش کی ہے جو زمین پر ہر جا برسے لیکن ایک زمین وہ ہوتی ہے کہ جو نرم و ملائم ہوتی ہے وہ پانی کو جذب کر لیتی ہے اور خوب چارہ دیتی ہے۔ ایک زمین سخت ہوتی ہے جو کہ پانی کو روک لیتی ہے لیکن اسے بھی لوگوں کو نفع ملتا ہے وہاں پانی سٹور کر لیا جاتا ہے لوگ بھی پانی پیتے ہیں اور جانوروں کو بھی پلاتے ہیں۔ مگر ایک ایسی بھی زمین ہوتی ہے کہ جو نہ پانی جذب کرتی ہے اور نہ خود سیراب ہوتی ہے نہ ہی دوسروں کو ہونے دیتی ہے۔ لہذا پہلی اور دوسری مثال اس آدمی کی ہے جو کہ اللہ کے دین کو اچھی طرح جان لے اور اس میں تفقہ پیدا کرے اور جسکے ساتھ اللہ نے مجھے مبعوث کیا ہے اسکو خود سیکھے۔ اور تیسری مثال

1۔ فیروز الدین، **فیروز اللغات اردو**، (لاہور: قدیمی کتب خانہ 1998ء)، 354/1

اس شخص کی ہے جس نے ہدایت کی طرف سر اٹھا کر نہ دیکھا اور جس چیز کیساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اسے قبول نہ کیا۔[1]

گالی کے متعلق تنبیہ:

نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ اچھے کردار کو اپنانے اور اعلی اخلاق کی تاکید فرمائی ہے۔ ارشاد فرمایا:

((إِنِّیْ بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ))[2]

ترجمہ: بے شک مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے گالی دینے والوں کے بارے میں بہت سخت وعیدات بھی دیں اور ساتھ ساتھ بڑی خوبصورت تماثیل کے ذریعے گالی سے نفرت کی ترغیب دلائی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ الْكَبَائِرِ أَنْ يَلْعَنَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قِيلَ ، يَا رَسُولَ اللَّهِ ، وَكَيْفَ يَلْعَنُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ ؟ قَالَ : يَسُبُّ الرَّجُلُ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ))[3]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے صحابہ کرام علیہم رضوان نے عرض کیا ہے کہ یارسول اللہ ﷺ کوئی بندہ اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے سکتا ہے تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا جو کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے وہ درحقیقت اپنے والدین کو گالی دیتا ہے۔

ہم نشینی کا اثر:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انسان کی تعلیم و تربیت میں ماحول بڑا اثر رکھتا ہے۔ اسی طرح معاشرہ بھی انسان کو انسان یا حیوانی سطح پر پہنچانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس لیے معاشرے کی بنیادی اکائی کو گھر کہا جاتا ہے کیونکہ گھر ہی تربیت کا سب سے مؤثر سامان فراہم کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

((عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ ، وَالسَّوْءِ ، كَحَامِلِ الْمِسْكِ ، وَنَافِخِ الْكِيرِ ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً ، وَنَافِخُ الْكِيرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً))[4]

1۔ مطیع الرحمان، **نبی کا انداز تعلیم وتربیت**، (اسلام آباد: نیشنل فاونڈیشن 2018)، ص56

2۔ احمد، ابو عبداللہ احمد بن حنبل، **مسند امام احمد بن حنبل**، (بیروت، موسسہ الرسالۃ، الطبعۃ الاولی 1421ھ) کتاب الادب، باب الاخلاق، ح9155

3۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الادب، باب اکبر الکبائر، ح5973

4۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الذبائح والصید، باب المسک، ح5534

ترجمہ: نیک اور برے دوست کی مثال کستوری والے اور بھٹی والے کی ہے۔ کستوری والا یا تو تمھیں دے گا یا تم اس سے خوشبو لازمی پالو گے اور بھٹی دھونکنے والا یا تو تمھارے کپڑے جلادے گا یا تم اس سے بدبو دار دھواں حاصل کروگے۔"

نبی ﷺ نے بڑی خوبصورت تمثیل کے ذریعے سے صحبت کی اہمیت کو واضح فرمادیا۔ارشاد ہوا: "اچھے بندے کے پاس بیٹھنے کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی عطار کے پاس بیٹھ جائے اگر وہ اس سے عطر نہ بھی لے پھر بھی اسکا دماغ خوشبوؤں سے کم از کم معطر ضرور ہو جائیگا۔اور برے بندے کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص لوہار کی بھٹی کے پاس بیٹھ جائے اگر اسکو زیادہ نقصان نہ پہنچا تو کپڑے لازمی سیاہ ہو جائیں گے اور بھٹی کی چنگاریاں اڑ اڑ کر اس کے کپڑوں میں سوراخ تو بنادیں گے۔

طہارت اور تربیت نبوی ﷺ:

اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے اسلیئے اسلام میں طہارت کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ ایک توانا اور تندرست جسم ہی ایک بہترین دماغ ہوتا ہے۔اسلام نے طہارت کو ایمان کا حصہ کہا ہے۔آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے شب و روز کے معمولات کسی بھی انسان کی صحت و تندرستی کے ضامن ہیں۔ذیل میں آپ ﷺ کے چند معمولات پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

جسمانی طہارت:

اسلام جسمانی اور باطنی دونوں قسم کی صفائیوں پر زور دیتا ہے۔جہاں تک جسمانی صفائی کا تعلق ہے تو واضح رہے کہ فضائی آلودگی سے انسانی جسم آلودہ ہو جاتا ہے اور کئی قسم کی بیماریوں کیساتھ ساتھ الرجی اور انفیکشن کا سبب بنتا ہے۔غسل کرنے سے تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے اور جسم کو فاسد مادوں سے نجات ملتی ہے۔آپ ﷺ غسل کو بہت زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے۔اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ رسول ﷺ نے باقاعدہ غسل کا طریقہ بتایا ہے۔غسل کے تین فرائض ہیں جو کہ غسل سے پہلے ہیں جسکی اہمیت کو آج بھی بڑی آسانی سے جانا جاسکتا ہے کہ اگر جسم پر فوری پانی ڈالا جائے تو پانی اور جسم کے ٹمپریچر ایک نہ ہونے کی وجہ سے جسم کو کافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بہت سے تیراک پانی میں کودتے ہی بے ہوش ہو جاتے ہیں،سانس رک جاتی ہے اور اموات بھی واقع ہو سکتیں ہیں۔اسلیے اگر نبی ﷺ کے طریقہ پر عمل کیا جائے تو ہر قسم کے خطرے سے آسانی سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مونچھیں ترشوانے کا حکم دیا کیونکہ وہ کھانے پینے کی چیزوں میں ڈوبتی ہیں اور اسکو جراثیم سے آلودہ کر سکتی ہیں۔اسی طرح ناخن کاٹنے کا بھی حکم دیتے جسکا مقصد صحت انسانی ہے۔

دانتوں کی صفائی کے لیے آپ ﷺ نے مسواک کی ہمیشہ بہت زیادہ تاکید فرمائی۔اور آپ ﷺ نے فرمایا

((عن ابی هريرة ان النبیﷺ قال: "لو ان اشق علی امتی لامرتهم بالسواک عند کل صلوة))[1]

ترجمہ: اگر امت کو دشواری نہ ہوتی تو میں انکو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔

تھوڑی سی غور و فکر سے انسانی ذہن اس نتیجے پہ پہنچ سکتا ہے کہ جسکی رسول ﷺ نے اتنی تاکید کی یہ صحت کے لیے کتنا ضروری ہے تو اسمیں یہ واضح رہے کہ دانتوں کی صحت کیساتھ انسانی جسم کا دار و مدار ہے کیونکہ ہر چیز دانتوں کے ذریعے سے ہی معدہ میں جاتی ہے۔اسی لیے دانتوں کو بنیادی اور اہم مقام حاصل ہے۔

کھانے کے آداب:

نبی علیہ السلام نے کھانے پینے سے قبل ہاتھوں کو اچھی طرح دھونے کی تاکید کی ہے۔اگر اس سنت پر عمل کر لیا جائے تو بہت سی موذی امراض سے بچاؤ ممکن ہے۔اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی ہر معاملے میں پوری تربیت کی۔آپ ﷺ نے کھانے کو برتن کے کنارے سے کھانے کا حکم دیا۔درمیان سے کھانے کو منع کیا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحم اللہ علیھما نے عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ عنھا سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

((عن عمر بن أبي سَلَمَة رضي الله عنهما يقول: "كنتُ غلامًا في حجْر رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكانت يدي تطيش في الصَّحفة، فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((يا غلام، سَمِّ الله، وَكُلْ بيمينك، وَكُلْ مما يَليک))[2]

"عمر بن ابی سلمۃ سے روایت ہے کہ میں رسول ﷺ کی زیر تربیت ایک بچہ تھا اور دوران کھانا میرا ہاتھ برتن میں گھومتا تھا تو مجھے رسول ﷺ نے فرمایا: اے بچے! بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی قریبی جگہ سے کھاؤ۔"

آپ ﷺ کا یتیم بچے کو اپنی قربت کا شرف دینا، اس کے بعد اس کو "میرے چھوٹے بیٹے" کی پیار بھری ندا سے بلانا لطف و عنایت کو دوبالا کرتے ہیں اور اس محبت و شفقت کی تعلیم کا اس بچے پر یہ اثر ہوا کہ حضرت عمر بن ابی سلمۃ نے خود بیان فرمایا:

1۔ مسلم، **صحیح المسلم**، کتاب الطھارۃ، باب السواک، ح252

2۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین، ح5376

((فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ))[1]

"اس کے بعد ہمیشہ میرے کھانے کا یہی انداز رہا"

آپ ﷺ کھانے میں عیب نکالنے سے منع فرماتے، اور ٹیک لگا کر یا لیٹ کر کھانے سے بھی منع کرتے تھے۔ کیونکہ یہ بات طبّی طور پر بھی ثابت ہے کہ اس طرح غذا اچھی طرح معدہ میں نہیں پہنچتی۔

شگفتہ مزاجی:

اسلام فطری دین ہے اور مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جس میں انسانی حیات کے تمام پہلوؤں کے متعلق بڑے واضح احکام موجود ہیں۔ لہذا مزاح اور شگفتہ مزاجی بھی اسلامی تعلیم و تربیت کا اہم حصہ ہے۔ تربیت و تعلیم میں مزاح کا عنصر بڑا مفید ثابت ہوتا ہے۔ طلباء بور نہیں ہوتے بلکہ طلباء معلمین کی بات کو بخوبی سمجھ لیتے ہیں اور تادیر یاد بھی رکھتے ہیں۔ عربی زبان کا بڑا مشہور مقولہ ہے:۔ "مزاح بھی عبادت ہے" اور "گفتگو میں مزاح کو وہ مقام حاصل ہے جو کھانے میں نمک کو ہے"

آپ ﷺ کی زندگی نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ ترش رو نہ تھے۔ آپ کبھی قہقہ لگا کر نہیں ہنسے بلکہ آپ ﷺ صرف تبسم تک محدود رہتے تھے اور آپ ﷺ مخاطب کے مقام و مرتبہ اور استعداد کے مطابق مزاح فرمایا کرتے تھے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:۔

((عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، احْمِلْنِي، قال النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّا حَامِلُوكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ، قال: وَمَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ))[2]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "ایک فرد نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سواری کے جانور کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ہم تمھیں اونٹنی کا بچہ دیں گے تو وہ بولا اے اللہ کے رسول ﷺ میں بچے کو کیا کروں گا تو آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے انداز مزاح سے کسی کی دل آزاری نہیں ہوئی اور رسول ﷺ کا فرمان ہے کہ "اپنے بھائی کیساتھ ایسا مزاح نہ کیا کرو جس سے اسے تکلیف پہنچے اور ایسا وعدہ نہ کرو جو وفا نہ کر سکو" ایک کامیاب استاد اپنے تلامذہ کو کبھی بورنگ کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ آپ ﷺ کے طریقہ تدریس سے بڑھ کر

1۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام والاکل بالیمین، ح5376

2۔ ابوداود، **سنن ابی داؤد**، کتاب الادب، باب الاستھزاء، ح4998

کس کا انداز بہترین ہو سکتا ہے۔ایک معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بیان کو اتنا سادہ، مدلل اور دلکش رکھے کہ سامعین اور طلباء اسکو بہت آسانی سے سمجھ لیں۔ گفتگو میں شائستگی انتہائی ضروری ہے اور یہ اچھے معلم اور سپیکر کا اہم خاصہ ہے۔

آسان سے مشکل کی طرف:

معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ متعلمین کو آسانی سے مشکل کی جانب لیکر جائے۔کیونکہ اگر شروع سے ہی متعلمین کو مشکل خیالات سے پالا پڑ جائے تو انکے لیے اپنی توجہ قائم رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔آپ ﷺ نے فطرت کے تقاضوں کے مطابق اولا آسان باتیں بتائیں اور پھر بعد میں مشکلات کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اسی جانب ہدایت فرمائی:۔

((يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ))[1]

ترجمہ: اللہ تمھارے لیے آسانیاں چاہتا ہے اور تمھارے لیے مشکلات نہیں چاہتا۔

نبی کریم ﷺ ہمیشہ آسان باتوں سے اپنی تدریس کا آغاز فرماتے تھے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ:

((عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ، أَحَدُهُمَا أَيْسَرُ مِنَ الْآخَرِ، إِلَّا اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا))[2]

ترجمہ: "نبی ﷺ کو جب دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے جبتک کہ وہ گناہ کا کام نہ ہوتا۔"

نبی ﷺ ہمیشہ اپنے اصحاب کو یہی تاکید کیا کرتے تھے کہ لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا۔

چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

((عَنْ أَنَسِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا ، وَبَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا))[3]

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا آسانیاں پیدا کرو اور مشکلات نہ بناؤ، خوشخبریاں دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔

1۔البقرۃ:185

2۔ مسلم، **صحیح المسلم**، کتاب الفضائل، باب الیسر، ح2367

3۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المناقب، باب الامانۃ، ح69

اسکا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو آسانی ملے وہ مشکلات سے دو چار نہ ہو سکیں۔اور مرحلہ وار معلومات دی جائیں۔

تربیت بذریعہ بشارت:

نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے ہمیں یہ رہنمائی بھی ملتی ہے کہ جہاں تعلیم و تربیت کے طرق میں مزاح، سنجیدگی اور تنذیر ضروری ہے وہیں تبشیر کا پہلو بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔قرآن کریم کا اسلوب بھی یہی ہے کہ اچھائی اور مشقت میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کروتا کہ وہ پریشان نہ ہوں اور جتنا کر رہے ہوں اس کو بھی نہ چھوڑدیں۔اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا۔

((إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ))[1]

ترجمہ: بلاشبہ جو ایمان لائے اور پھر اچھے اعمال کرتے رہے تو انکے لیے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔

اسی طرح حدیث مبارک ہے۔رسول ﷺ نے فرمایا۔

((التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ))[2]

ترجمہ: سچا اور امانت دار تاجر انبیاء، صدیقین اور شہداء کیساتھ ہوگا۔

ایک بار رسول اکرم ﷺ کا گزر حضرت عمار یاسر اور انکے گھر والوں کے پاس سے ہوا جو اس وقت کفار کی اذیتوں کا شکار تھے۔اس مشکل وقت میں نبی ﷺ نے انکو بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔

((اَبشِرُوا اٰلَ یَاسِرَ فَاِنَّ مَوعِدَکُمُ الجَنَّةُ))[3]

ترجمہ: اے یاسر کے اہل وعیال! آپ کو بشارت ہو۔بلاشبہ آپ کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

آپ ﷺ صحابہ کرام علیھم رضوان کی مناسب اور جائز کاموں میں حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔اور انکو دنیا اور آخرت دونوں کی خوشخبریاں دیا کرتے تھے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان اس کام کو زیادہ بہتر انداز میں سرانجام دیتا ہے کہ جس کے بارے میں اسکو عزت ملے یا پھر معاوضہ۔پس چاہیے کہ معلمین اس فکر کو دامن گیر کر لیں کہ کسی بھی متعلم کو یہ نہیں کہنا کہ تم فضول ہو، تم کو تو کچھ حاصل ہی نہیں ہو سکتا بلکہ طلباء کے درمیان سب کی عزت کا خیال رکھا جائے اور یہ وضاحت کی جائے کہ پانچ انگلیاں برابر

1۔حم السجدۃ:8

2۔،ترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب التجارہ، باب الامانۃ،ح1209

3۔الحاکم، نیسابوری، محمد بن عبد اللہ، **المستدرک علی الصحیحین**،(بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1990ء) کتاب، معرفۃ الصحابۃ، باب، ذکر مناقب عمار بن یاسر،ح5666

نہیں ہوتیں توسب لوگ ذہنی اعتبار سے کیسے ہو سکتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں صرف ہانت ہی توخوبی نہیں ہے بلکہ مساوات، عاجزی اور کردار بھی نمایاں خوبیاں ہیں۔اور آپ بچوں میں سے ہر ایک ان خوبیوں کا مرکب ہے۔تاکہ بچے مزید محنت کریں اور وقار اور اعتماد سے آگے بڑھیں۔

تربیت بذریعہ تنذیر:

نبی کریم ﷺ متعلمین کو اللہ تعالیٰ کے خوف، آخرت کے ڈر، مستقبل کی تاریکی اور لوگوں کی نظروں میں گرجانے کے خوف سے لوگوں کو آگاہ کرتے۔آپ ﷺ کبھی کبھار ڈرانے کا انداز فرمایا کرتے تھے۔ارشاد نبوی ﷺ ہے۔

((اَلتُّجارُ یَحشُرونَ یومَ القِیَامۃ فُجاراً اِلّا مَن اِتَّقَی وَ بَرَّ وَ صَدَق))[1]

"حضرت رفاعہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تاجر لوگ بروز قیامت بدکاروں کی حیثیت سے اٹھائیں جائیں گے۔سوائے ان تجار کے جنہوں نے اپنے کاروبار میں پرہیزگاری کو اختیار کیا اور نیکیوں کو اختیار کیا اور سچائی کیساتھ معاملہ کیا۔

تدریجاً تربیت:

تدریج کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کام کو آہستہ آہستہ پایا تکمیل تک پہنچانا، قدم بقدم آگے بڑھنا۔جیسے جیسے استعداد بڑھتی جائے ویسے ویسے ذمہ داریوں کو بھی بڑھانا۔اگر غور کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کا اسلوب بھی یہی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا))[2]

"وہ لوگ آپ ﷺ سے شراب اور قمار بازی کے متعلق دریافت کرتے ہیں آپ ﷺ فرمادیں کہ ان میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں اور انکا گناہ انکے فوائد سے کہیں زیادہ ہے"۔

اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن حکیم نے شراب کو فوری حرام نہیں کیا بلکہ تدریجاً حرام کیا۔اس آیت کے بعد کچھ لوگوں نے شراب کو بالکل ترک کر دیا لیکن ابھی ذہن سازی کی مزید ضرورت تھی۔لہذا دوسرا ارشاد ہوا:

((یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ))[3]

1۔ترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب الایمان، باب التجارۃ، ح1656

2۔البقرۃ:219

3۔النساء:43

"اے ایمان والو! جب تک آپ نشے میں ہوں نماز کے قریب نہ جاؤ۔"

اس کے بعد پہلے حکم سے زیادہ لوگوں نے نشے کو چھوڑ دیا۔اوراس کے بعد واضح حکم آگیا۔

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ))[1]

"اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیر یہ سب شیطانی کام ہیں لہذا ان سے اجتناب کروتاکہ تم فلاح پاسکو"۔

نبی کریم ﷺ نے تدریجا اور پوری حکمت سے سماجی برائیوں کا مکمل خاتمہ کیا۔کچھ عرصہ سود بھی رہا اور شراب بھی، جاہلیت کا قانون میراث بھی چلتا رہا لیکن بتدریج نے آپ ﷺ نے تمام برائیوں پر قابو پالیا۔

تربیت بذریعہ قصہ گوئی:

قصہ گوئی سے تربیت کرنا ایک ایسا فن ہے جس میں غیر محسوس انداز میں تعلیم دی جاسکتی ہے اور اسطرح کی تعلیم و تربیت سے اکتاہٹ اور بوریت سے بچایا جاسکتا ہے۔اساتذہ کو ہر لیول پر اس طریقہ تدریس کو لازما اپنانا چاہیے اور جہاں تک تعلق ہے پرائمری سطح تک کی تعلیم کا تو اس سطح پر تو اس چیز کی بہت ہی ضرورت ہے جسکی اہمیت سے کوئی بھی قاصر نہیں ہے۔ نبی پاک ﷺ کا انداز تربیت و تعلیم مختلف النوع تھا۔آپ ﷺ بچوں کو پیاری پیاری کہانیاں اور قصے سنایا کرتے تھے کبھی یہ قصے طویل ہوتے تو کبھی یہ مختصر ہوتے تھے۔ایک روز سرکار دوعالم ﷺ نے قصہ سنایا تو سننے والوں نے کہا یہ تو قصہ تو خزاقہ جیسا ہے اصل میں خزاقہ ایک روایتی شخصیت تھی جس سے بہت سارے دلچسپ قصے اور کہانیاں منسوب تھی۔

"ایک روز نبی ﷺ نے حضرت عائشہ کو ام ذرعہ کا قصہ سنایا۔اس میں گیارہ خواتین اپنے خاوندوں کا کردار پیش کرتی ہیں۔ان میں ایک خاتون اپنے شوہر کا کردار بڑی اچھی طرح سے پیش کیا۔"[2]

قرآن مجید کے اسلوب کو دیکھا جائے تو قرآن نے بھی گزشتہ امم کے قصے بیان کیے جیسا کہ حضرت ابراہیم، حضرت عیسی اور دیگر انبیاء کے قصے۔جو بہت دلچسپ، حیرت انگیز اور اثر انگیز ہیں۔ معلمین فارغ اوقات میں اپنے متعلمین کو ان قصوں سے آگاہ کر سکتے ہیں۔قرآن مجید نے ان قصوں کی اثر انگیزی کو بڑے اختصار سے بیان فرمایا۔

((لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ))[1]

1۔المائدۃ:90

2۔بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الطلاق، باب الخلع، ح5189

ترجمہ: یقیناان قصوں میں عقلمندوں کے لیے بڑی نصیحت ہے۔[1]

آپ ﷺ صرف تفریح اور مزاح کے لیے قصوں اور کہانیوں کا سہارا نہیں لیا کرتے تھے بلکہ آپ ﷺ کا مقصد بعض اہم پہلوؤں کو ذہن نشین کرانا ہوتا تھا۔ آپ کے اسوہ حسنہ سے ایسی بہت سی امثلہ ملتی ہیں۔

تربیت بذریعہ اظہار ناپسندی:

نبی اکرم ﷺ نے تعلیم و تربیت کے کسی بھی اہم پہلو کو ترک نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو اس بات کی تعلیم کی اور یہی تربیت کی کہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے یہ لوگوں کے لیے باعث بار اور عار نہیں ہے بلکہ اطمینان و راحت کا باعث ہے۔ اسی نقطہ کو آپ ﷺ نے ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ جب بھی آپؐ کو محسوس ہوتا تھا کہ کہیں اعتدال سے تجاوز ہو رہا ہے تو آپ ﷺ فوری اسکو روک لیتے۔ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل نے جماعت میں قرات کو طول دیا تو کسی نمازی نے آپ ﷺ سے شکایت کر دی تو آپ ﷺ نے معاذؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((فَتَّانٌ ، فَتَّانٌ ، فَتَّانٌ ، ثَلَاثَ مِرَارٍ))[2]

"تم لوگوں کو آزمائش میں ڈالتے ہو"

آپ ﷺ نے ناپسندیدگی کے طور پر ان الفاظ کو تین بار کہا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے کئی مثالیں ملتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کی ہر جا و مقام پر تربیت کی۔

((قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي بِالسَّوْطِ، فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ خَلْفِي، «اعْلَمْ، أَبَا مَسْعُودٍ»، فَلَمْ أَفْهَمِ الصَّوْتَ مِنَ الْغَضَبِ، قَالَ: فَلَمَّا دَنَا مِنِّي إِذَا هُوَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَإِذَا هُوَ يَقُولُ: «اعْلَمْ، أَبَا مَسْعُودٍ، اعْلَمْ، أَبَا مَسْعُودٍ»، قَالَ: فَأَلْقَيْتُ السَّوْطَ مِنْ يَدِي، فَقَالَ: «اعْلَمْ، أَبَا مَسْعُودٍ، أَنَّ اللهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَى هَذَا الْغُلَامِ»، قَالَ: فَقُلْتُ: لَا أَضْرِبُ مَمْلُوكًا بَعْدَهُ أَبَدًا،))[3]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے آواز آرہی تھی کہ ابو مسعود جان لو، ابو مسعود جان لو۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نبی ﷺ کھڑے تھے اور فرما رہے تھے کہ اللہ تم پر اس سے کہیں زیادہ طاقت رکھتا ہے جتنی تم غلام پر۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی غلام کو نہیں مارا۔

1۔ یوسف: 111

2۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الصلوۃ، باب تخفیف الامام فی القیام واتمام الرکوع والسجود، ح 701

3۔ مسلم، **صحیح المسلم**، کتاب الحدود، باب الکفارۃ، ح 4306

آپ ﷺ کے ان فرامین کی روشنی میں معلمین کو چاہیے کہ وہ اس طرح کے طریقہ تدریس و تربیت کو اپنائیں۔

تربیت بذریعہ شدت و غصہ:

آپ ﷺ نہایت نرم گو اور شفیق تھے۔ آپ نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی معاف فرمایا بلکہ انکے لیے دعائیں فرمائیں۔ لیکن اس کے باوجود اصلاح اور تعلیم و تربیت کے لیے غضبناک بھی ہوئے اور تیور بھی بدلے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ لیکن جب کوئی اللہ تعالی کی حدود کو پس پشت ڈالتا تو اس پر آپ ﷺ سخت غضبناک ہوتے تھے۔ قبیلہ بنی مخزوم کی فاطمہ نامی عورت کی چوری کی سزا پر جب سفارش کی گئی تو رسول ﷺ نے غصے سے فرمایا کہ:

((قَالَ : إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا))[1]

ترجمہ: تم سے پہلے لوگ اس لیئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی بڑا چوری کرتا تو بچ جاتا اور جب کوئی کمزور چوری کرتا تو سزا پاتا خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو سزا پاتی۔

اسلام چونکہ غصہ کو مذموم فعل سمجھتا ہے اور اس پر صبر کرنے والوں کو بڑی اعلی بشارتوں سے نوازتا ہے۔ لیکن بعض مواقع پر آپ ﷺ نے اظہار ناراضگی بھی فرمایا جیسا کہ مسئلہ تقدیر پر جھگڑنے والوں پر آپ ﷺ نے غصہ فرمایا اور اسے ہلاکت کا سبب بتایا۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ اولاد کی تربیت کے سلسلے میں فرمایا کہ اگر بچے دس سال کی عمر میں بھی نماز نہ ادا کریں تو انھیں تنبیہ کریں اور سزائیں دیں۔ رسول اکرم ﷺ کی تعلیم ہمہ گیر اور ہمہ پہلو تھی آپ ہمیشہ لوگوں کی بھلائی کو دیکھتے ہوئے تربیت فرمایا کرتے تھے۔ نبی ﷺ ترجیح شفقت و محبت کو دیتے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ہم میں سے نہیں ہے کہ جسنے ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کیا اور ہمارے بڑوں کا احترام نہیں کیا۔ اس حدیث پاک سے بھی یہ پیغام روز روشن کیطرح واضح ہے کہ شفقت و محبت ارجح ہے۔ لیکن بعض مقامات پر غصہ لازمی ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بھی فطرت ہے اور بلاشبہ اسلام فطری دین ہے۔ معلمین کے لیے ضروری ہے کہ وہ عمل تدریس میں ہر قسم کے طرق کو اپنائیں تاکہ بہتر سے بہترین رزلٹس حاصل ہو سکیں۔

نفسیاتی تربیت:

1۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الحدود، باب علی الشریف والوضیع، ح3475

قرآن مجید اور احادیث نبویہ ﷺ میں اس اصول کی کارفرمائی جابجا نظر آتی ہے۔ تربیت و تعلیم کا ایک بڑا واضح اصول ہے کہ مخاطب کی نفسیات، اس کے مزاج اور اسکی ذہنی استعداد اور اس کے معاشرتی و سماجی پس منظر کو دیکھتے ہوئے اس سے اظہار خیال کیا جائے۔ وگرنہ تربیت کا عمل بے سود رہے گا۔ نبی اکرم ﷺ کے مخاطبین جہاں قریشی اور ہاشمی تھے وہیں بڑے بڑے قبائل کے سرداران بھی تھے۔ جہاں آپ ﷺ کے مخاطبین میں شعراء، ادباء اور مشہور خطباء تھے وہیں ان پڑھ اور سادہ قسم کے لوگ بھی کثرت سے ہوا کرتے تھے مگر اللہ کے آخری رسول ﷺ کی تربیت ایسی عمومیت، جامعیت، یکسانیت اور ہمہ گیریت پر مبنی تھی جو سب کے لیے لچک دار اور کافی ہوتی تھی۔ آپ ﷺ انسانی نفسیات کا ہمیشہ خیال رکھا کرتے تھے تاکہ ہر طبقے کے لوگ آپ ﷺ کی تربیت سے مستفید ہو سکیں۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((يَسِّرِوا وَلَا تُعَسِرُوا وَ بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِرُوا))[1]

ترجمہ: آسانیاں پیدا کرو اور لوگوں کے لیے مشکلات نہ بناؤ انھیں خوشخبریاں سناؤ اور متنفر مت کرو

اس فرمان رسول ﷺ کی یہی معنویت ہے کہ جو لوگ اس فرمان پر عمل کرتے ہیں وہ اس کے نتائج حاصل کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کے دور کے عظیم فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہفتے میں صرف ایک بار لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ لوگوں آپ رضی اللہ عنہ سے فرمائشیں بھی کیا کرتے تھے کہ آپ ہمیں روزانہ وعظ کیا کریں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ایسا کر سکتا ہوں لیکن رسول ﷺ کا اسوہ یہ تھا کہ وقفے وقفے سے تعلیم و تربیت کی جائے تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں۔ آپ ﷺ ہمیشہ ایسے ہی تربیت کیا کرتے تھے۔ بلاشبہ انسانی نفسیات کی رعایت کی اس سے بہتر کوئی مثال نہیں مل سکتی۔

اگر حدیبیہ کا معاہدہ دیکھا جائے تو بظاہر لگتا ہے کہ یہ دب کر کیا گیا تھا کیونکہ اسکی شرائط سے یہی واضح ہوتا ہے مثلاً ایک شرط یہ تھی کہ اگر مکہ کا کوئی شخص اسلام قبول کر کے مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کیا جائے گا۔

لیکن اگر کوئی مکہ سے مسلم مدینہ آ جائیگا تو اسے واپس نہ کیا جائیگا۔ اسی طرح کی کئی مزید شرائط مسلمانوں کے سراسر خلاف تھیں۔ ابھی یہ معاہدہ لکھا نہیں گیا تھا کہ ابو جندل رضی اللہ عنہ زنجیروں میں جکڑے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوئے اور کفار کے ظلم و ستم کا ذکر کیا لیکن کفار مکہ کے اصرار پر آپ ﷺ نے ابو جندل کو واپس مکہ بھیج دیا۔ بلاشبہ صحابہ کرام کو صلح کا یہ انداز بالکل پسند نہیں آیا تھا لیکن

1۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب العلم، باب العلم قبل القول، ح 772

آپ ﷺ نے کمال حکمت سے انکی تربیت کی اور پھر اسی عمل کے پیش نظر کامیابیاں اور کامرانیاں مسلمانوں کا مقدر بنیں۔

تربیت بذریعہ اعتدال:

نبی اکرم ﷺ کا طریقہ تدریس و تربیت میانہ روی کا تھا۔اور اسلام کا بڑا واضح اصول ہے کہ: "خیر الامور اوسطھا" ترجمہ: بہترین کام میانہ روی والا ہے۔

ایک بار بارگاہ نبوی ﷺ میں تین افراد حاضر ہوئے اور وہ آپ ﷺ کی عبادت کے بارے میں پوچھ رہے تھے ایک نے کہا میں ساری رات عبادت کروں گا دوسرا بولا کہ میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھوں گا۔ تیسرا بولا کہ میں ساری عمر نکاح نہیں کرونگااور شہوت پوری نہیں کروں گا۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، يَقُولُ : جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَى بُيُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا ، فَقَالُوا : وَأَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ ؟ قَالَ أَحَدُهُمْ : أَمَّا أَنَا ، فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا ، وَقَالَ آخَرُ : أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ ، وَقَالَ آخَرُ : أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا ، فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ ، فَقَالَ : أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ، أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ ، فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي))

ترجمہ: انہوں نے ابن مالک سے سنا،انہوں نے بیان کیا کہ تین حضرات (علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم) نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھروں کی طرف آپ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے،جب انہیں نبی کریم ﷺ کا عمل بتایا گیاتو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھااور کہاکہ ہمارانبی کریم ﷺ سے کیا مقابلہ! آپکی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سےایک نے کہا کہ جسے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔دوسرے نے کہاکہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گااور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہاکہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گااور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اوران سے پوچھا کیاتم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والاہوں۔میں تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتاہوں توافطار بھی کرتاہوں۔ نماز پڑھتاہوں (رات میں)اور

سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ پس میرے طریقے سے جس نے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔[1]

میانہ روی سے بالکل بھی مراد نہیں ہے کہ بندہ بالکل نہ تیز چلے اور نہ زیادہ آہستہ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی ایسی چال چلے جسمیں نہ غرور ہو اور نہ مسکینی ہو اور نہ ہی نمائشی۔

تربیت بذریعہ اعادہ:

معلم کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنی گفتگو کو اتنا آسان رکھے کہ سامعین کو پہلی بار ہی صحیح سمجھ آجائے اور حسب ضرورت اسکا اعادہ بھی کرے تاکہ اہم نکتہ صحیح واضح ہو جائے اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ جو چیز زیادہ تفہیم میں مشکل ہو اسکو اایسے دہرایا جائے کہ وہ اعادہ پہلے سے کچھ مختلف ہو تاکہ طلباء اسکو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ ہر جملے کی تکرار کلام کی جامعیت اور معنویت کے خلاف ہے ،اس اعادے کا مقصد صرف حسب ضرورت ہے۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں:

((كَانَ كَلَامُ رَسُولِ الله كَلَاماً فَصلاً يُفهِمُهُ كُل مَن يَسمَعُهُ))[2]

"نبی ﷺ کا کلام الگ الگ الفاظ پر مشتمل ہوتا تھا اس طرح کہ جو بھی اسے سنتا صحیح سمجھ جاتا"۔

حضرت انس سے بھی اسی طرح کی ایک روایت مروی ہے۔

((عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا سلم سلم ثلاثا واذا تکلم بکلمۃ اعادھا ثلثا))[3]

"حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی ﷺ "جب کسی کو سلام کرتے تو تین بار کرتے اور جب کوئی بات کرتے تو اس کو تین بار دہراتے"۔

قرآن مجید کا اسلوب بھی بڑا دلچسپ ہے اور اعادہ و تکرار کی جانب رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن دلائل کے اعادے سے ذہن سازی کرتا ہے۔ توحید و رسالت۔ آخرت، شرک اور اسی طرح دیگر مسائل کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بار بار تکرار ابیان کیا ہے۔ جس سے تکرار کی اہمیت واضح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

((وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا))[4]

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کے اعلی و عمدہ مضامین مختلف طرح سے بیان کیے ہیں۔ گویا اعادہ علم کا دروازہ ہے جس سے بات ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

مشاورت کے ذریعے تربیت:

1۔ مسلم، **صحیح المسلم**، کتاب الصیام، باب النھی عن الصوم الدھر، ح2832

2۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی ﷺ، ح3528

3۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثا، ح94

4۔ الکھف:54

دوران تدریس تعلیم و تربیت کے لیے جہاں باقی پہلوؤں کو مد نظر رکھا جاتا ہے وہیں معلمین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے تلامذہ سے بعض معاملات میں مشاورت بھی کریں اسطرح سے جہاں طلباء میں اعتماد بحال ہو گا وہیں طلباء کے ذہن سے ہم آہنگی ہو گی لہذا معلم اعظم کے اسوۃ حسنۃ سے بھی ہمیں ایسا ہی سبق ملتا ہے۔ آپ ﷺ بھی مشورہ فرمایا کرتے تھے حلانکہ پوری امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ عقل و دانش اور فہم و فراست میں تمام لوگوں سے برتر تھے۔ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اہم معاملات میں ایک دوسرے سے مشاورت کرے۔ اس سے باصلاحیت اور فطین افراد کی صلاحیتوں سے آگاہی ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اپنے رسول ﷺ کو مشورہ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

((وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ))[1]

ترجمہ: اور انکا کام ایکدوسرے سے مشاورت سے ہوتا ہے۔

اسی طرح ایکدوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ))[2]

ترجمہ: اور معاملات میں ان سے مشورہ لے۔ اور پھر جب مکمل پکا ارادہ کر لے تو اللہ ہی پر بھروسہ کر۔ اللہ یقین رکھنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ہر مسئلے پر صحابہ کرام سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ یکم ہجری کو نماز کے اجتماع کے لیے اذان کا مشورہ صحابہ سے کیا۔ اسی طرح دو ہجری کو نبی ﷺ نے بدر کے غزوے کے متعلق اور غزوے کی بعد پھر قیدیوں کے بارے میں صحابہ سے مشاورت کی۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ ہر معاملے میں اپنے احباب سے مشورہ ضرور طلب کیا کرتے تھے۔ رسول ﷺ کی رحلت کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا بھی یہی طریقے کار تھا کہ وہ بھی اپنے ساتھیوں سے مشاورت کیا کرتے تھے۔ انتظامی امور کی بہتری کے لیے اور سماجی و دینی مسائل میں طلباء اپنے اساتذہ سے مشورہ کر کے اتحاد، تعاون اور باہم اعتماد کو بہتر اور مؤثر بنا سکتے ہیں۔

تربیت بذریعہ حکمت:

نبی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کمال خصائص عطا کیے تھے۔ آپ کی تربیت ہمہ گیر اور عمومی ہوا کرتی تھی۔ آپ ﷺ کمال حکمت سے گفتگو کیا کرتے اور مخاطبین کو انکی طلب کے مطابق عطا کرتے

1۔ الشوریٰ: 38

2۔ آل عمران: 159

تھے۔ آپ ﷺ اپنے تلامذہ سے ایسے خطاب کرتے کہ انکی اصلاح بھی ہو جاتی تھی اور ان کو برا بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِالسُّوقِ، دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ، وَالنَّاسُ كَنَفَتَهُ، فَمَرَّ بِجَدْيٍ أَسَكَّ مَيِّتٍ، فَتَنَاوَلَهُ فَأَخَذَ بِأُذُنِهِ، ثُمَّ قَالَ: «أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنَّ هَذَا لَهُ بِدِرْهَمٍ فَقَالُوا: مَا نُحِبُّ أَنَّهُ لَنَا بِشَيْءٍ، وَمَا نَصْنَعُ بِهِ؟ قَالَ: «أَتُحِبُّونَ أَنَّهُ لَكُمْ؟قَالُوا: وَاللهِ لَوْ كَانَ حَيًّا، كَانَ عَيْبًا فِيهِ، لِأَنَّهُ أَسَكُّ، فَكَيْفَ وَهُوَ مَيِّتٌ؟ فَقَالَ: «فَوَاللهِ لَلدُّنْيَا أَهْوَنُ عَلَى اللهِ، مِنْ هَذَا عَلَيْكُمْ))[1]

ترجمہ: ایک بار رسول امین ﷺ ایک بازار سے گزر رہے تھے کہ اور لوگ آپ ﷺ کے اطراف میں جمع تھے۔ وہاں ایک چھوٹے کانوں والا بکری کا بچہ مرا پڑا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے کان پکڑ کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اسکو خرید سکے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ زندہ ہوتا تو اس کے کانوں کی چھوٹائی والے عیب کی وجہ سے شاہد اسکو تب بھی کوئی نہ خریدتا اور اب تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس پر رسول حکیم ﷺ نے فرمایا کہ تمھارے نزدیک جس طرح یہ بے وقعت ہے۔ دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے۔

اس واقعہ سے آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کس طرح لوگوں کو کمال حکمت سے نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا انداز ایسا تھا کہ مختلف مواقع پر لوگوں کو آپ انکی ذہنی سطح کے مطابق مختلف جواب دیتے۔ مثلاً کسی نے دریافت کیا کہ افضل عمل کیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جہاد، کسی اور نے یہی سوال دہرایا تو اسکو آپ ﷺ نے صلہ رحمی بتایا۔ تو معلوم ہوا کہ آپ ہر کسی کو ایک ہی جواب یا علاج نہیں عطا کرتے تھے بلکہ اسکی ضرورت کے مطابق اسکو جواب دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی پوری زندگی اس طرح کی لازوال مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

((أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ ، فَثَارَ إِلَيْهِ النَّاسُ لِيَقَعُوا بِهِ ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : دَعُوهُ وَأَهْرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ أَوْ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ))[2]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کی طرف مارنے کو بڑھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہاسے چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کیاہے اس جگہ پر پانی کا ایک ڈول بھرا ہوا بہا دو، کیونکہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو تنگی کرنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے۔۔

1۔ مسلم، **صحیح المسلم**، کتاب الذھد، باب، اذا بال فی المسجد، ح 2957

2۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الاخلاق، باب اذا مر فی السوق، ح 6128

اس طرح کی مثالوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول ﷺ کس طرح سے لوگوں کو مسائل سے آگاہ کیا کرتے تھے۔اس مثال کو ہی لیجیے۔رسول ﷺ نے کتنی شدید غلطی کو کتنے حکیمانہ انداز سے واضح کر کے اصلاح کر ڈالی اور گندگی کو بھی دھو ڈالا۔پس چاہیے یہ کہ سکولز میں بھی بچوں کی نفسیات کو جانتے ہوئے کمال حکمت سے انکی تعلیم و تربیت کا خیال رکھا جائے۔بلاشبہ موجودہ علمی اور تربیتی انحطاط کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ معلمین کو سیرت رسول ﷺ سے بخوبی آشنائی و آگاہی ہو۔

فصل سوم:

نبی کریم ﷺ کے طرق تدریس کی عصری معنویت

تاریخ گواہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے رہنما اور لیڈرز ہمیشہ کسی ایک شعبے یا دو شعبوں میں مہارت رکھتے ہوتے ہیں۔دنیا کی مشہور شخصیات پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ اکثر لوگ ایک ہی میدان کے سکندر ہوتے ہیں۔ لیکن اللہ کے آخری رسول و نبی حضرت محمد ﷺ انسانی زندگی کے تمام شعبوں اور پہلوؤں پر کمال دسترس اور مہارت رکھتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی زندگی کو صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔

((لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ))[1]

ترجمہ: یقینا تمھارے لیے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین نمونہ ہے۔

اس آیت کریمہ کی عمومیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبی ﷺ کا اسوہ جمیع امت کے لیے بہترین اور لائق تقلید ہے۔اسی وجہ سے آپ ﷺ کو نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ غیر مسلموں نے بھی ایک جامع، ہمہ گیر اور عالمگیر شخصیت کے القابات دیے۔

مائیکل ایچ ہارٹ نے آپ ﷺ کو مادی اور روحانی دنیا کا عظیم اور کامیاب ترین شخص قرار دیا۔

He says,‘‘ He was the only man in history who was supremely successful on both the religious and secular level.”[2]

ترجمہ: وہ کہتے ہیں،"وہ تاریخ کا واحد آدمی تھا جو مذہبی اور مادی دونوں سطحوں پر انتہائی کامیاب رہا۔

اسی طرح جارج برنارڈ شاہ نے ان الفاظ میں آپ ﷺ کی تعریف کی۔

He says,‘‘ He must be called the savior of humanity.’’[3]

ترجمہ: وہ کہتا ہے کہ انہیں(نبی کریم ﷺ)انسانیت کا نجات دہندہ کہا جانا چاہیے۔

تاریخ گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے علم کی تحصیل کو جتنا سنجیدہ لیا ہے یقینا اسکی کوئی نظیر دنیا دینے سے قاصر ہے۔آپ ﷺ کی پوری زندگی تعلیمی مراحل سے جڑی ہے۔آپ ﷺ نے علم کی آگاہی کو ہر جگہ

1۔الاحزاب:21

2-Michael.H.Hart,"The 100.A Ranking of the most influential persons in History"(New York.1978)P: 40.

3۔زکریا،ہاشم،نبی الاسلام فی مرآۃ بعض المستشرقین المصنفین، مشمولہ الاسلام والمستشرقون(مطبوعہ المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ 1965 ص346)

اور ہر مشکل میں جاری رکھا یہاں تک کہ میدان جنگ میں آپ ﷺ اسکی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ مختلف اوقات میں تعلیمی سر گرمیوں کو جاری رکھتے تھے۔ آپ نے آخری حج کے موقع پر مختلف قبیلوں کے پاس گئے اور انکو اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کی۔ آپ ﷺ مختلف بازاروں جیسا کہ سوق عکاظ کیطرف گئے۔ یعنی آپ ﷺ کی پوری زندگی اللہ کے پیغامات کی تبلیغ اور فروغ علم میں گزری۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ علم حاصل کرنے کے لیے آنے والوں کو خوش آمدید کہتے اور ساتھ بتایا کرتے تھے کہ رسول ﷺ نے ہمیں خصوصاتا کید فرمائی ہوئی ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے آنے والوں کی عزت کا خیال بھی رکھا کرو اور خوش آمدید بھی کہا کرو۔ لہذا صحابہ کرام اس چیز کا خاصا خیال رکھا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کی پوری زندگی علمی کی اشاعت سے منسلک رہی۔ آپ ﷺ علم دینے کیساتھ ساتھ یہ بھی نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ علم کو سینے میں رکھنا ہلاکت کا باعث ہے لہذا اس کو آگے پھیلاؤ۔ لہذا علم کے حصول کو آپ ﷺ نے ہر عمر کے مرد وزن کے لیے لازم قرار دیا اور فرمایا "علم گود سے گور تک حاصل کرو"۔ ایک بار بارگاہ نبوی ﷺ میں یہ بتایا گیا کہ ایک صحابی قریب المرگ ہیں لہذا کوئی ایسا عمل بتائیں جو اسکو اس وقت زیادہ فائدہ دے سکے تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "کہ تم اسے علم میں مشغول رکھو"۔ اس حدیث سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نبی ﷺ علم کے حصول کو کس قدر اہم سمجھتے تھے۔ یعنی دوسرے تمام معاملات میں سے ارجح اور مقدم آپ ﷺ کے نزدیک علم ہی تھا کہ اس ٹائم بھی آپ ﷺ نے اس کے لیے یہ پسند کیا کہ وہ علم حاصل کرے اور اگلے جہاں میں اعلیٰ مقام پا سکے۔

نبی کریم ﷺ کے طرق تدریس:

میدان تدریس میں تعلیم و تربیت کے طرق کی اہمیت و ضرورت بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ عمل تدریس میں بلا شبہ طرق تدریس کو ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت حاصل ہے۔ مناسب و موزوں طرق تدریس کو استعمال میں لائے بنا تعلیمی عمل کبھی بھی مؤثر نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ بہترین نصاب بھی اپنی اہمیت کھو دیتا ہے اور بہترین رزلٹ حاصل نہیں کیے جا سکتے ہیں جبتک کہ طلباء کی استعداد کے مطابق تدریس کے طرق کو نہ اپنایا جائے۔

لہذا اگر تعلیمی عمل کو ایک جسم کی حیثیت دے دی جائے تو اس جسم میں دل "طرق تدریس" ہیں۔ بہترین رزلٹ کے حصول کے لیے اور تعلیمی عمل کو مؤثر بنانے کے لیے نئے سے نئے طرق کو متعارف

کرانا چاہیے۔ جیسے جیسے حالات اور اذہان بدل رہے ہیں اسی طرح ضروری ہے کہ ان روایتی طرق تدریس کو بھی بدلا جائے ورنہ خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہو سکیں گے۔

رسول اکرم ﷺ کا کبھی بھی کوئی ایک تدریس کا طریقہ نہ تھا۔ آپ ﷺ حالات کا جائزہ لیکر سامعین کی نفسیات کو جانچتے ہوئے اور انکی استعداد و استطاعت کا اندازہ لگاتے ہوئے مختلف تدریس کے طرق کو اپنایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ کی تدریس کی معنویت اور اثر انگیزی بیان کرنے کی محتاج نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے عرب کے اس جاہل اور تاریک معاشرے کو کیسے علم سے روشن کیا اور مدینے کی ریاست کو مثالی بنایا کہ جسکی شہادت اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی دی ہے۔ بلا شبہ یہ سب کچھ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کے ہی مرہون منت ہے۔

عصر حاضر میں وطن عزیز میں تعلیمی پسماندگی کا دور دورہ ہے۔ خصوصا پرائمری سطح پر تعلیمی انحطاط کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے روایتی طرق تدریس کو اپنایا ہوا ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ نبی ﷺ کے طرق تدریس کا مطالعہ کرنے کے بعد انکا اپنی عملی زندگی میں نفاذ کیا جائے۔ آپ ﷺ کے تدریس کے چند طرق کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

سوالیہ طریقہ تدریس(Question Teaching Method)

اس طریقہ تدریس سے معلم سابقہ واقفیت کا جائزہ لیتا ہے۔ اس سے جہاں طلباء کی دلچسپی کا اندازہ ہو جاتا ہے وہیں اس موضوع کی اہمیت و ضرورت کو واضح کرنا بھی مقصود ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کبھی کبھی اس طریقہ کو اپنایا کرتے تھے۔

((عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، قَالَ:أَتَدْرُونَ أَيُّ يَوْمٍ هَذَا، قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ: لَيْسَ يَوْمَ النَّحْرِ قُلْنَا: بَلَى، قَالَ: أَيُّ شَهْرٍ هَذَا ؟ قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، فَقَالَ أَلَيْسَ ذُو الحَجَّةِ، قُلْنَا: بَلَى، قَالَ أَيُّ بَلَدٍ هَذَا ؟ قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيُسَمِّيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ، قَالَ أَلَيْسَتْ بِالْبَلْدَةِ الحَرَامِ ؟قُلْنَا: بَلَاو كما قال عليه الصلوة والسلام))[1]

آخری خطبہ حج میں نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ :

ترجمہ: یہ آج کونسا دن ہے؟ ہم نے کہ االلہ اور اسکا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو آپ ﷺ اس پر خاموش ہوئے تو ہم نے سمجھا کہ حضور اس کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ نے فرمایا کہ یہ قربانی کا دن نہیں، ہم بولے جی ہاں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ یہ مہینہ کونسا ہے؟ تو صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ و

1۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الجمعۃ، باب الخطبہ، ح 1741

رسولہ اعلم،اس پر آپ ﷺ نے پوچھا کیا یہ ذوالحج کا مہینہ نہیں ہے ؟تو صحابہ نے عرض کیا کہ جی،رسول اللہ ﷺ یہ ذوالحج کا مہینہ ہی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کونسا شہر ہے ؟ تو صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے دوبارہ پوچھا کیا یہ مکہ نہیں ہے تو سب بولے جی ہاں یہ مکہ ہی ہے۔

اس خطبے کو جاندار اور اثر انگیز بنانے کے بعد نبی ﷺ نے نہایت طویل اور اہم خطبہ دیا۔

اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ رسول ﷺ نے سوالات کر کے تلامذہ کی توجہ چاہی اور خطبہ کو مزید دلکش بنایا۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ معلمین اس طریقہ تدریس کو روزانہ کی بنیاد پر اپنائیں۔اس سے جہاں سنت نبوی ﷺ پر علم ہو گا وہیں بچوں کو پچھلے سبق کا اعادہ بھی ہو جائیگا اور دلچسپی بھی بڑھے گی۔ جس سے بہترین نتائج حاصل ہونگے۔

بیانیہ طریقہ(Narative Teaching Method)

یہ بڑا ہی مشہور اور کامیاب طریقہ تدریس ہے۔اور پوری دنیا میں سب سے زیادہ یہی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔اس طریقے کار کا مقصد طلباء کو معلومات دینا ہوتا ہے اور اس طریقے کار کی اہمیت وضرورت اس ٹائم بہت بڑھ جاتی ہے کہ جب طلباء کی تعداد زیادہ ہو۔ نبی اکرم ﷺ اکثر و بیشتر یہ طریقہ استعمال کیا کرتے تھے۔ امام ابوداؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا:

((كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ سَمِعَهُ))[1]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی گفتگو جدا جدا ہوتی تھی، ہر سننے والا اسکو سمجھتا تھا۔

مظاہراتی طریقہ تدریس(Demonstrative teaching method)

نبی کریم ﷺ اکثر و بیشتر مظاہراتی طریقہ تدریس کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔اکثر اوقات میں بعض پیچیدہ مسائل صرف بیانیہ طریقے سے سمجھ میں نہیں آتے اسوقت طلباء کے سامنے مظاہرہ کر کے اس بات کو آسانی سے سمجھایا جاسکتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔

((عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ، يَعْنِي: السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى))[1]

1۔ابوداود، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الھدی فی الکلام،ح 4839

ترجمہ: ایک بار آپ ﷺ نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر فرمایا کہ جو شخص یتیم کی پرورش کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ایسے ہو گا جیسا کہ یہ میری دو انگلیاں ایک ساتھ ہیں۔[1]

سرگرمی پر مبنی طریقہ تدریس:(Activity Based Method)

اس طریقہ تدریس میں طلباء کو الگ الگ گروپس کی صورت میں بٹھا دیا جاتا ہے اور پھر انکو کوئی نا کوئی ٹاسک دے دیا جاتا ہے یا کوئی موضوع دیا جاتا ہے کہ اس پر بحث کریں اور اہم نقاط کو ایک دوسرے سے شیئر کریں۔ اور آخر پر معلم اپنی رائے دیتا ہے۔

اس طریقے کار کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر ایک شریک ہوتا ہے اور اپنا نقطہ نظر بیان کرتا ہے۔ یہ طریقے کار طلباء اور معلمین کو ایک دوسرے کے قریب کرنے میں بڑا مفید ہے۔ اس طریقے کے ذریعے طلباء اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ اور بہت زیادہ لطف واندوز ہوتے اور سیکھتے ہیں۔ اللہ تعالی نے بھی قرآن کریم میں نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے سے مختلف معاملات میں مشاورت کیا کرو۔

((وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ))[2]

ترجمہ: اور ان سے معاملات میں مشاورت کرو۔

مشاہداتی طریقہ:(Observation Based Method)

نبی اکرم ﷺ بعض دفعہ اپنے اصحاب کی سرگرمیوں کا مشاہدہ فرماتے تھے اور پھر انکی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ اور اگر معاملات صحیح ہوتے تو انکی تعریف کرتے تھے اور دعائیں فرماتے۔ ایک بار ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز شروع کر دی۔ آپ ﷺ نے اسکی نماز کا مکمل مشاہدہ کیا اور نماز کے بعد اسکو کہا کہ وہ دوبارہ ادا کرے کیونکہ پہلی بار صحیح طرح سے ادا نہیں ہو سکی۔ جب اس نے دوبارہ صحیح ادا نہ ہوئی تو رسول ﷺ نے فرمایا صحیح راستہ وہ ہے جو نبی ﷺ نے آپ کو بتایا۔

پس معلمین کو چاہیے کہ وہ اپنے تلامذہ کا مشاہدہ کریں اور درستگی پہ انکی تعریف اور غلطی پر انکی اصلاح کریں۔ مشاہداتی طریقہ تدریس سے معلم طلباء کی نفسیات سے پوری طرح واقف ہو جاتا ہے اور مستقبل میں اسکی ذہنی سطح کو دیکھتے ہوئے اسکی راہ کو متعین کر سکتا ہے۔ وطن عزیز میں اس طرح کے طرق کی طرف بالکل بھی توجہ نہیں ہے۔ پرانے روایتی طریقے کار رائج ہیں جس سے نہ تو بچوں کی صحیح تربیت ممکن ہے اور نہ ہی تعلیمی کارکردگی میں اضافہ۔

1۔ ترمذی، **جامع الترمذی**، کتاب الایمان، باب کفالۃ الیتیم، ح1918

2۔ آل عمران:159

آپ ﷺ کی باکمال حیات کا مطالعہ کرنے سے یہ آسانی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی تدریس کا کوئی ایک خاص طریقہ اپنانے پر زور نہیں دیا۔ بلکہ آپ ﷺ ہمیشہ لوگوں کی نفسیات کو سمجھتے ہوئے موضوع کے مطابق سامعین کو سادہ اور آسان لفظوں سے بات سمجھاتے۔ آپ ﷺ نے کبھی بھی لوگوں کے ساتھ مشکل الفاظ میں کلام کر کے ان کو متاثر کرنے کی کوشش نہیں کی۔ آپ ﷺ ہمیشہ آسان اور مختصر الفاظ میں بات کرتے تھے۔ بلکہ اپنے اصحاب کو سختی سے منع فرماتے کہ لوگوں کی لیے آسانیاں پیدا کو اور مشکلات کھڑی نا کرو۔ اس باب کی تیاری کے دوران اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بہت ساری باتیں سامنے آئیں ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو عظیم معلم اور ایک ہمہ گیر شخصیت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

آپ ﷺ کے سینہ انور میں لوگوں کو تعلیم سے آراستہ کرنے کی شدید تڑپ تھی۔ آپ ہر مناسب وقت اور مناسب جگہ پر ہر قسم کے لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ آپ ﷺ مردوں، عورتوں جوانوں، بچوں، دوستوں، بدووں اور نو مسلموں کو تعلیم سے بہرہ ور فرماتے تھے۔ نبی کریم ﷺ دوران تعلیم اپنے تلامذہ کو اپنی طرف متوجہ رکھنے کے لیے مختلف طرق کو اپنایا کرتے تھے۔ جن طرق تدریس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

آپ ﷺ طلباء کو خوش رکھنے اور انکے مابین الفت و محبت پیدا کرنے کے لیے سعی فرمایا کرتے تھے۔ اس غرض کے لیے انکی آمد پر آپ ﷺ ان کو خوش آمدید کہتے تھے اور ان کو ان کے ناموں اور کنیات سے بلایا کرتے اور دعائیں فرمایا کرتے تھے۔

آپ ﷺ اس بات کا بہت زیادہ خیال فرمایا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی بات کو مکمل طور پر سمجھ لیا جائے اور مقصود واضح ہو جائے اور معلومات ذہن نشین ہو جائے۔ اس لیے آپ ﷺ اپنی گفتگو میں استعمال شدہ الفاظ کو جدا جدا کر کے زبان مبارک سے ادا فرماتے تھے۔ بات کی وضاحت کے لیے بات کا اعادہ کرتے اور اشارات فرمایا کرتے تھے۔ مسائل کی وضاحت کے لیے ڈائیگرام بناتے اور دو چیزوں کے مابین فرق کو واضح کرنے کے لیے تقابلی اسلوب اپناتے تھے۔

آپ ﷺ شاگردوں کو اپنے درس میں شامل رکھنے کے لیے استفہامیہ اسلوب کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دوران تدریس ان سے علمی مسائل کے متعلق استفسار کرتے۔

قابل شرم باتوں کا ذکر کنایتاً فرماتے لیکن شرم کی وجہ سے ضروری باتوں کی تعلیم کو ترک نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سوال کرنے والوں کی تعریف فرماتے اور انکو سوال کرنے کی تلقین کرتے

تھے۔ بعض دفعہ اپنے جواب کی وضاحت کے لیے تشبیہ اور قیاس استعمال فرماتے اور یہ بھی آپ ﷺ کی سنت تھی کہ اگر کسی سوال کا مکمل جواب علم میں نہ ہوتا تو خاموشی فرماتے تھے۔البتہ بے کار اور باعث مشقت سوال پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔افہام و تفہیم کی غرض سے آپ ﷺ نے اپنے تلامذہ کو مناقشہ ومباحثہ اور سوالات وجوابات کی اجازت دے رکھی تھی۔اور خود بھول جانے کی صورت میں ان کو یاد دہانی کرانے کا حکم دے رکھا تھا۔مزید یہ کہ آپ ﷺ اپنی موجودگی میں باصلاحیت شاگردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ دوسرے شاگردوں کو سمجھائیں۔

اپنے شاگردوں سے حد درجہ تواضع ،نرمی اور شفقت سے پیش آتے اور انکی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کی خوب کوشش کیا کرتے تھے۔دوران تدریس ان کے حالات کو پیش نظر رکھا کرتے تھے۔اور اپنے لائق اور قابل طلباء کی عزت افزائی فرماتے تھے۔شاگردوں پر اپنے افعال واقوال کے اثرات دھیان رکھتے تھے اور ضرورت کے وقت بیان طلب معاملے کی خوب وضاحت فرمادیتے تھے۔اس کے علاوہ آپ ﷺ غائب ہونے والے طلباء کے بارے میں پوچھتے تھے اور اسباب غیاب معلوم ہونے پر بقدر امکان انکاازالہ فرما دیتے تھے۔

آپ ﷺ آسانی اور آسائش مہیا کرنے والے معلم تھے۔علم کے حصول کے لیے آپ نے کوئی لازمی حد اور درجہ مقرر نہ کر رکھا تھا۔بلکہ ہر شخص کو اپنی بساط کے مطابق علم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔

باب دوم:

پاکستان کے تعلیمی نظام میں تدریس اسلامیات کا تعارف

فصل اوّل: پاکستان کے تعلیمی نظام میں تدریس اسلامیات

فصل دوم: پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کی ضرورت واہمیت

فصل سوم: پاکستان کی تعلیمی پالیسز میں پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے لیے اقدامات

باب دوم:

پاکستان کے تعلیمی نظام میں تدریس اسلامیات کا تعارف

انسان کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی رہنمائی کیلیے انبیائے کرام علیھم السلام بھیجےاور خود انسان کو خیر اور شر کا اختیار دے دیا کہ وہ جسے چاہے چن لے اور یہ بات واضح کر دی کہ اگرانسان غلط راستے کو چنے گا تو سزا کا حقدار ہو گا اور اگر خیر کا راستہ چنتا ہے تو بڑے اکرام کیساتھ جنت جانے کا اعزاز پائے گا۔

اسلامی تعلیم اسلام کے آئینے میں دنیاوی اور روحانی تعلیم کے حصول کا نظام ہے۔اسلامی تعلیم کے حصول کے باقائدہ مقاصد ہیں یہ تعلیم دنیوی کامیابی کیساتھ اخروی سرخروئی کے لیے بھی ضروری ہے جسکی وجہ سے اسکا حصول فرض قرار دیا گیا۔ جبکہ باقی مضامین دنیاوی ضروریات تک ہی محدود ہیں۔دینی تعلیم بنی نوع انسان کی رہنمائی کرتی ہے کہ وہ دنیا میں خوشحال، پرامن اور نتیجہ خیز زندگی بسر کرے اور روز آخرت خوشگوار اور کامیاب واپسی ہو۔

دین اسلام نے شروع ہی سے علم کی فرضیت واہمیت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اس کے دائرہ کار کا بھی پہلی وحی میں تعین کر دیا۔ سورہ العلق کی پہلی پانچ آیات ہی قرآن کریم کا پہلا اور بنیادی پیغام ودعوت ہیں۔ان آیات سے یہ بالکل واضح ہے کہ مومن اور علم کا چولی دامن کا ساتھ ہے وہ اس کے بغیر نامکمل ہے۔

غزوہ بدر کے قیدیوں کے تبادے کے وقت بے بس قیدیوں سے جو فدیہ ادا کرنے سے قاصر تھے لیکن لکھنا پڑھنا جانتے تھے انھیں حکم ہوا کہ دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو انکو آزاد کر دیا جائیگا لھذا کاتب وحی سیدنا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔ ہندوستان میں انگریز کی آمد سے قبل علم وعرفان کا ذریعہ یہی مدارس تھے جہاں سے لوگ علم حاصل کرتے تھے اور یہاں سے فارغ التحصیل طلباء کو ہی گریجویٹ اور اعلی تعلیم یافتہ لوگوں کے گروہ میں شامل کیا جاتا تھا۔انگریزوں نے مسلمانوں کو اپنی غلامی میں جکڑنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور انکو غلام بنانے میں سب سے بڑی دیوار یہی مدارس اسلامیہ تھے۔اس لیے اس لابی نے بڑی منظم جدوجہد کر کے مسلمانان ہند کو تقسیم کیا اور ان کو انکی تعلیمات سے دور کرنے کی انتھک کوشش شروع کر دی جو آج تک جاری ہے۔ان کا مقصد اول یہ تھا کہ مسلمانوں سے انکے نبی ﷺ کی تعلیمات کو چھین لیا جائے اور ان کو کھوکھلا اور نام نہاد مسلمان بنا دیا جائے۔اسی سازش کو ڈاکٹر علامہ محمد اقبال نے بھی بے نقاب کیا تھا۔

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد، اس کے بدن سے نکال دو[1]

اللہ تعالی کی توفیق خاص سے کفر کی تمام تر سازشوں کو مفکرین نے ناکام بنایا اور ان کو انکے مذموم مقاصد میں ناکام کیا۔

لہذا انگریزوں کی غلامی سے نکالنے کے لیے اسلام کا درد رکھنے والوں نے انگریز سوچ کے خلاف با قاعدہ اعلان جہاد کیا اور کچھ مفکرین نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کیلیے انگریزی زبان کو ضروری سمجھا تاکہ مسلمانوں میں احساس مغلوبیت کم ہو سکے۔ دراصل یہی وہ جز ہے کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں کے دینی، عصری تعلیمی اداروں کے نصاب، نظام اور انداز تربیت میں فرق دیکھنے کو ملا۔ دینی تعلیمی اداروں کو دیکھا گیا کہ وہ مخصوص اہداف کے حصول کے لیے سر گرم رہے اور ایک کے بعد دوسری نسل نے اپنا مخصوص نظام تعلیم، خاص مزاج و نصاب کو بر قرار رکھا۔ کچھ یہ بھی دیکھا گیا کہ بعض تعلیمی اداروں نے اپنے نصاب اور نظام کو وقت کیساتھ تبدیل کیا اور معاشرے کی اصلاح و تربیت کے لیے اپنے انداز کو کافی بدلا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی مشاہدہ میں آیا کہ دینی مدارس کے نظام تعلیم اور انداز تربیت و تدریس میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔

ہمارے عصری تعلیمی ادارے چاہے وہ اسکولز ہوں یا کالج اور جامعات ہوں وہاں ضروری تھا کہ جہاں انگریزی علوم اور دیگر عصری علوم سکھائے جاتے ہیں وہیں مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کی بھی حفاظت کی جاتی اور مسلمان طلباء و طالبات کو ایسا نظام دیا جاتا کہ جہاں وہ اطمینان سے تعلیم حاصل کر پاتے لیکن آج اس کے برعکس ہے یہ دونوں قسم کے اداروں سے فارغ ہونے والے طلباء الگ نظریات رکھتے ہیں اور یہ ایک دوسرے کے نظام تعلیم کو نامکمل اور غیر ضروری جانتے ہیں۔ دینی اور عصری تقسیم کے بغیر علم نافع کا حصول مسلمانوں کیلیے لازم ہے، قرآن کریم اور حدیث کیساتھ ساتھ سائنس اور عصری علوم کو سیکھنا ضروری ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ جہاں ارباب اختیار کی توجہ تعلیم و تدریس کیطرف نہیں ہے وہیں میرے ملک و قوم کے نوجوان ذوق تعلم و تحقیق سے بالکل خالی اور کورے ہیں۔

ذوق و شوق سے محرومی اس انحطاط کا سبب ہے کہ ہم نے اپنے آباء کے دیے ہوئے ورثے کو بھلا دیا ہے۔ علامہ اقبال نے بھی اسی طرف توجہ دلائی۔

1۔ محمد اقبال، کلیات اقبال، ضرب **کلیم**، نظم، "ابلیس کا فرمان" (لاہور: عثمان پبلی کیشنز، اردو بازار، 1994ء) ص، 381

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا
گنوادی ہم نے جو اسلاف کی میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا[1]

اگر ملک پاکستان کے موجودہ تعلیمی نظام کا جائزہ لیا جائے تو تاریخ شاہد ہے کہ یہ وہ خطہ ہے کہ جس کو انگریزوں کے قبضے اور ہندوؤں کے اثر ورسوخ سے نجات حاصل کرتے ہوئے آزاد کرایا گیا۔اور یہ نعرہ لگایا گیا کہ اس خطے کا ماٹو "لا الہ الا اللہ" ہو گا۔ مگر بد قسمتی سے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کوئی عملی اقدام نہیں اٹھایا گیا۔ بعض دفعہ ترمیم و بہتری کے فیصلے ہوئے مگر عملاً انکا نفاذ نہیں ہو سکا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وطن عزیز کا نوجوان اسلامی تعلیمات اور وطن کی محبت سے دور ہوتا جارہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری سیاسی اور سماجی قیادت میں ایسی شخصیات ہیں کہ جنکو قرآن کریم کی ایک مختصر سی صورت تلاوت کرنے کو نہیں آ رہی ہوتی ہے اور اس کے ساتھ اسلامی تعلیمات کی روح کو سمجھنے سے تو وہ کافی دور نظر آتے ہیں۔ جسکا رزلٹ یہ ہوتا ہے کہ آئے روز اسلام کے ٹھوس احکامات کو بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک تعلیم و تربیت ناقص ہے۔ اس باب میں تدریس اسلامیات کی پرائمری سطح پر ضرورت اور اہمیت کا جائزہ لیا جائے گا اور اس کے ساتھ پاکستان کی تعلیمی پالیسیوں میں پرائمری سطح پر کیے جانے والے اقدامات پر بھی تفصیلا روشنی ڈالی جائیگی۔

1۔ محمد اقبال، **بانگ درا**، کلیات اقبال، نظم "خطاب بہ جوانان اسلام" ص 261

فصل اوّل:

پاکستان کے تعلیمی نظام میں تدریس اسلامیات کا جائزہ

پاکستان میں تمام طلبہ و طالبات کے لیے پہلی کلاس سے لے کے گریجویشن تک اسلامیات بطور لازمی مضمون کے پڑھایا جاتا ہے۔ سرکاری اور پرائیویٹ سکولز ہوں یا مدارس سب میں اسلامیات کے مضمون کو مختلف طرق تدریس سے پڑھایا جاتا ہے۔ وطن عزیز پاکستان میں دو تعلیمی نظام متحرک ہیں۔ جن میں سے ایک جدید تعلیمی نظام اور دوسرا مذہبی تعلیمی نظام ہے۔ ریاست پاکستان میں نرسری سے لے کر آٹھویں کلاس تک ناظرہ قرآن کریم متعارف ہے جبکہ سیکنڈری لیول میں مخصوص قرآنی آیات شامل نصاب ہیں۔ وطن عزیز میں اسلامی علوم کا ماہر بننا ہر فرد کے لیے لازم نہیں ہے لیکن ہر مسلمان پر ضروریات دین کے بارے میں جاننا فرض ہے۔اور یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسا انتظام کرے کہ اس کے عوام بنیادی عقیدوں اور ضروری مسائل کے متعلق آگاہ و آشنا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کا نفاذ عملاً آسان ہو۔ پاکستان کی تعلیمی پالیسیز میں علوم اسلامیہ کی تدریسی اہمیت کو جس قدر تسلیم کیا گیا ہے لیکن اقدامات لیتے وقت اسکی تصدیق نہیں ہوتی۔ پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس 1947ء سے تعلیمی پالیسی 1970ء تک مذکورہ اقدامات گواہ ہیں کہ اسلامیات کی تعلیم کو وہ حیثیت نہیں دی گئی جسکا تقاضا معاشرہ کرتا ہے۔

پاکستان میں جدید نظام تعلیم:

وطن عزیز پاکستان میں جدید اور عصری نظام تعلیم سے مراد وہ نظام ہے کہ جو اسکولز، کالجز اور جامعات میں رائج ہے۔ان تعلیمی اور تدریسی اداروں کا نصاب جنرل اور یونیورسل ہوتا ہے۔ یہ نظام تعلیم عملی زندگی سے مطابقت نہیں رکھتا ہے۔ قیام پاکستان کے وقت کچھ صورت حال کچھ اس طرح تھی کہ سرکاری سرپرستی میں چلنے والے ادارے اور بعض نجی انسٹی ٹیوٹ جدید طرز کی تعلیم دیتے تھے۔ جن کی ہیت لادینی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ قدیم طرز کے دینی مدارس بھی موجود تھے۔ نجی تعلیمی اداروں میں جو عیسائی مشنریوں کے زیر سایہ چلنے والے تھے بہت تیزی سے اضافہ ہوا۔ان اداروں نے مشنری جذبے کے ساتھ تعلیم بھی دی اور خاص کر ان اسکولز میں پڑھنے والے طلباء کو دیگر اداروں کی طرح انگلش اور عصری علوم کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مگر ان اسکولز اور اردو میڈیم اسکولز کے نصاب تعلیم میں کافی فرق تھا چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستان بننے کے بعد یکساں تعلیمی نظام رائج کیا جاتا اور لوگوں کی دنیاوی ضروریات کے ساتھ ساتھ ان کی قومی اور نظریاتی تربیت ہوتی اور ہم ایک عظیم قوم کی حیثیت سے پہچانے جاتے لیکن

صورت حال یہ ہے کہ ملک کے اندر کئی طرح کے نظام تعلیم متحرک ہیں۔اگرچہ جدید عصری تعلیمی اداروں کا ملک میں ایک جال بچھا ہوا ہے تاہم ان کو تین اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

وطن عزیز پاکستان میں تین قسم کے تعلیمی ادارے ہیں۔

اولاً: دینی تعلیمی ادارے ثانیاً: سرکاری تعلیمی ادارے ثالثاً: پرائیویٹ اور غیر ملکی تعلیمی ادارے

دینی تعلیمی ادارے:

دینی تعلیمی اداروں کی اہمیت و افادیت سے انکار ممکن نہیں بس مسئلہ یہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو مقید کر دیا گیا ہے۔قرآن و سنت اور اس کے مشتقات کو ہی صرف اختیار کیا گیا ہے جبکہ عصری علوم اور مظاہر کائنات سے کنارہ کیا جاتا ہے۔یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ معاشرے میں جو دین کا عنصر نظر آتا ہے اسکی آبیاری مسجد اور مدارس دینیہ سے ہی ہوتی ہے۔"عصری تعلیم کے حامل افراد پر بھی اگر دین و شریعت کی کوئی جھلک نظر آتی ہے تو اس کا محرک وہ عصری نظام تعلیم نہیں ہے بلکہ وہ خارجی عناصر ہیں جن کی آبیاری مدارس سے ہو رہی ہے۔جس طرح ہر نظام میں خوبیاں اور خامیاں دونوں ہوتی ہیں اسی طرح مدارس کا نظام بھی کئی جگہ سے اصلاحات کا محتاج ہے۔جس چیز کا مجموعی فائدہ زیادہ ہو اور نقصان کم ہو تو اس کی اصلاح کی کوشش کی جاتی ہے۔اس لیے چاہیے یہ کہ حقائق کو جانا جائے اور اس نظام تعلیم و تدریس کے مثبت پہلوؤں پر توجہ دی جائے۔"[1]

سرکاری تعلیمی ادارے:

یہ ایسے ادارے ہیں کہ جن کو حکومت خود چلانے کا کام سرانجام دیتی ہے۔ان میں وفاقی، صوبائی اور دوسرے فوجی تعلیمی ادارے شامل ہیں۔ان اداروں کی تعداد پرائیویٹ اداروں سے بہت زیادہ ہے۔سرکاری نصاب دیگر نجی اداروں سے کہیں زیادہ قابل اعتماد ہے۔بہت سے علوم جو عصری اداروں میں سرکاری ہوں یا غیر سرکاری میں تعلیم دی جاتی ہے وہ خالصتاً تجرباتی نوعیت کے ہیں۔ان اداروں میں سیکولر، لبرل ازم نظام کی قیام کی راہ زیادہ ہموار ہوتی ہے۔"سرکاری تعلیمی اداروں کی خدمات قابل تحسین ہیں۔اور حقیقت یہ ہے کہ سائنسی و کائناتی علوم کی تجدید اور حفاظت کا فریضہ

1۔تشنہ، محمد نذیر احمد، **تاریخ پاکستان**، (لاہور: قدیمی بک ڈپو، اردو بازار 2014ء)، ص 146

مسلم علماء کے ہی سر ہے، مگر بد قسمتی سے وہی مسلمان یا تو آج ان علوم سے غافل ہے یا انکی تحصیل صرف وقت گزاری کی وجہ سے ہے۔"[1]

پرائیویٹ اور غیر ملکی تعلیمی ادارے:

جہاں تک تعلق ہے پرائیویٹ اور بیرونی تعلیمی اداروں کا تو ان میں یا تو سرے سے اسلامیات کی تعلیم وتدریس کا انتظام ہی نہیں ہے۔اور اگر ہے تو برائے نام ہے اور ایسے ماحول میں ہے کہ جو ماحول بذات خود اسلامیات کی تعلیمات کے بالکل مختلف ہے۔سائنسی مضامین کے اساتذہ کا تقرر مکمل قابلیت پر ہوتا ہے اور پھر انکی تنخواہیں بھی بڑی معقول رکھی جاتی ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ اسلامیات کی تدریس اور اس کے امتحانات متعدد تعلیمی اداروں میں شامل نصاب ہی نہیں ہیں۔مثال کے طور پر پنجاب ایجوکیشن فاونڈیشن کے منتظمین صرف سائنسی مضامین کا ہی امتحان لیتے ہیں۔جس کے نتیجے میں وہ سکول یا ادارے جو ایسی فاونڈیشنز کیساتھ ملحق ہیں وہ اپنی ایمانی اور قومی ذمہ داری کو نبھا نہیں سکتے ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ دیگر عصری مضامین چاہے وہ کامرس کے ہوں یا سائنسی انکی تدریس کو بہتر سے بہترین بنانے کی کوششیں کی جاتی ہیں، تعلیمی اداروں میں موجود نقص اور خلل کو دور کیا جاتا ہے اور ساتھ یہ بھی اہتمام کیا جاتا ہے کہ انکے پاس اساتذہ ماہر علم و فن ہوں اور نئے سے نئے طرق تدریس کو متعارف کرایا جاتا ہے لیکن اسلامیات ایک ایسا مضمون ہے کہ جسکے لیے وہی پرانا روایتی طریقہ تدریس ہی اپنایا جاتا ہے اور ایسے اساتذہ کا تقرر کیا جاتا ہے جو زبانی یا بطور حفظ اس مضمون کو بچوں کے سامنے منتقل کر دینا جانتے ہوں اس مضمون کی حقیقی روح کو سمجھنا اور طلبہ کو تفہیم کرانا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔بلکہ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ اسلامیات جیسے لازمی اور اہم مضمون کی تدریس دیگر مضامین کے اساتذہ حصول برکت یا وقت گزاری کے لیے یہ فریضہ انجام دے رہے ہوتے ہیں۔سرکاری اور غیر سرکاری اداروں میں بچوں کو صرف نصابی کتاب ہی رٹوائی جاتی ہے مگر اسکو عبادت کی غرض سے پڑھا اور پڑھایا نہیں

1۔تشنہ، محمد نذیر احمد، **تاریخ پاکستان**، ص 147

جاتا۔ نتیجتاً یہی تعلیم یافتہ نوجوان جہاں اسلام کی تفہیم سے جاہل ہے وہیں معاشرے میں فتنہ پھیلانے کا سبب بھی ہے۔

"تعلیمی اداروں میں اسلامیات کی تدریس کو بنیادی حق نہیں دیا جاتا بلکہ اسکی تدریس کے لیے مفت خدمات دینے والے احباب کی تلاش کی جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آج معاشرے میں اخلاقی تعلیمات کس حد کو پہنچ چکی ہیں۔دیگر مضامین کے اساتذہ سے خدمات لی جاتی ہیں اور طلباء اور طالبات کے مستقبل سے کھیلا جاتا ہے۔چونکہ سکول/کالج میں اساتذہ کی لگن اور قابلیت شامل نہیں ہوتی جس کے نتیجے میں یہی بچے اکیڈمیوں کا رخ کر کے بھاری فیسیں ادا کرتے ہیں۔"[1]

طبقاتی تفریق:

بد قسمتی سے آج عصری تعلیمی ادارے میں طبقاتی تقسیم بڑی حد تک موجود ہے۔امراء اور غرباء کے لیے الگ الگ ادارے ہیں۔بلاشبہ اس میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ غریب عوام اپنے بچوں کو اچھے اسکولز میں تعلیم نہیں دلوا سکتی اسکی بڑی وجہ معاشی بد حالی ہے۔لیکن جہاں ہمارے ملک کے بڑے پرائیویٹ اسکولز میں سرکاری اسکولز کی نسبت اچھی پڑھائی ہے وہیں ان بڑے پرائیویٹ اسکولز میں اسلامی تہذیب کا کوئی عکس نظر نہیں آتا۔طلباء اور اساتذہ کا یونیفارم مغربی تہذیب کا عکاس ہے۔اور تو اور اسلامیات کا درس والے خود اسی لباس کا حصہ ہوتے ہیں۔اس کے برعکس مدارس میں عام مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ وہاں امیر و غریب کے بچے اکٹھی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ کیا اسکولوں کے ذریعے سے قومی زندگی میں بہتری آ رہی ہے یا پہلے سے زیادہ رذائل اخلاق بڑھ رہے ہیں۔کیا طلبہ قومی مفاد کے مقرر کردہ معیار کی کارکردگی کو قائم رکھتے ہیں اور اسکو ترقی دیتے ہیں۔

اس پس منظر میں علامہ اقبال،علامہ اسد اور مولنا ابوالحسن ندوی جیسے علمائے کرام کہ جنہوں نے اہل مغرب اور مغربی تعلیمی اداروں کو بہت ہی نزدیک سے دیکھا ہے اور اسکا جائزہ لیا ہے اور اس نقطے پر متفق ہیں کہ مسلمانوں کو مغربی نظام اور نصاب تعلیم سے اتنا کچھ حاصل کرنا چاہیے جو لازم و مستلزم ہو اور مغربی تہذیب و ثقافت کے نفاذ سے اجتناب ہونی چاہیے۔کیوں کہ وہ مادیت اور نفسانیت کا درس دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور کرتی ہے۔

1۔ محمد امین، **ہمارا دینی نظام تعلیم**،(لاہور: دارالاخلاص، مرکز تحقیق اسلامی 2004) ص20

ہمارے معاشرے میں انگریزی تعلیمی ادارے بہت بڑی تعداد میں وجود میں آرہے ہیں۔لوگ اپنے بچوں کو اردو تعلیمی اداروں کے بجائے انگریزی اداروں میں بھیجنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ان مغربی طرز انسٹی ٹیوٹس نے معاشرے کو یکسر تقسیم کر دیا ہے اور مساوات و یکسانیت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔یہ انگریزی اور مغربی نظام تعلیم و تدریس جو ہمارے وطن کے طول و عرض میں پھیلایا جا چکا ہے اسکا بانی لارڈ میکالے ہے۔اس نے اپنی تاریخی یاداشت ۱۸۵۳ء میں ہندوستان کے گورنر جنرل کو پیش کی تھی کہ جسکا اولین اور بنیادی نقطہ یہ تھا کہ مسلمانان ہند کو اپنی تہذیب سے دور کر کے مغربی تقلید کے لیے ذہنا تیار کر لیا جائے۔ڈاکٹر محمد امین اسی ضمن میں لکھتے ہیں۔

"اس نظام تعلیم کا سب سے بڑا مشن یہ تھا کہ ہندوستان کے باشندوں کو بالخصوص مسلمانوں کو اپنے سارے تہذیبی ورثے کے بارے میں شدید احساس کمتری کا شکار بنا کر ان کے دلوں میں مغرب کی ہمہ گیر بالادستی کا سکہ بٹھا دیا جائے اور نئی نسل کو ہر ممکن طریقے سے یہ یقین کر لینے پر مجبور کر دیا جائے کہ اگر دنیا میں ترقی یا سربلندی چاہیئے تو اپنی فکر اپنے فلسفے اور ماضی پر ایک حقارت بھری نظر ڈال کر مغرب کے پیچھے پیچھے چلو اور اپنی زندگی کا ہر راستہ اس کے نقش قدم میں تلاش کرو۔"[1]

علامہ اقبال رحمۃاللہ علیہ نے اسی جانب توجہ مبذول کرائی تھی۔

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی یہ راہ
روش مغربی ہے مد نظر وضع مشرق کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ[2]

اسلامیات کے نصاب کا جائزہ:

موجودہ اسلامیات کا نصاب اور اسکی اعلی اعلی ڈگریاں جو جامعات میں دی جاتی ہیں وہ کسی بھی فرد میں اسلامی وقار پیدا کرنے میں ناکام ہیں۔اگر کسی فرد پر اسلام کا اثر نظر آتا ہے تو اس یونیورسٹی کی تعلیمی کاوشوں کے علاوہ کسی دوسری دینی تحریک کا ذریعہ ہوا کرتا ہے۔اسلامیات کی تعلیم کئی مراحل سے گزرنے کے بعد آج تمام ڈگری کلاسز تک لازمی قرار دی گئی ہے۔وطن عزیز میں اسلامیات کی تعلیم و تدریس کو سب سے زیادہ نقصان شریف کمیشن کی رپورٹ پر عمل کرنے کے نتیجے میں ہوا۔1959ء میں جناب ایس ایم شریف کی سربراہی میں قائم ہونے والے کمیشن نے مذہبی تعلیم کو صرف مڈل تک کے لیے لازم اور

1۔تشنہ، محمد نذیر احمد، **تاریخ پاکستان**، ص149

2۔محمد اقبال، **کلیات اقبال**، **بانگ درا**، ص407

ضروری قرار دے دیا۔اور بعد کی تعلیمی زندگی کے لیے اس کو اختیاری قرار دے دیا گیا اور اس کے ساتھ یہ بھی سفارش کی گئی کہ اس لازمی مذہبی تعلیم کے لیے الگ سے اساتذہ نہ رکھے جائیں بلکہ ہر استاد سے یہ امید اور توقع رکھی جائے کہ وہ اسے لازما پڑھائے گا۔اس طرح ایک طرف تو اس کو اختیاری قرار دیا گیا اور دوسری طرف اسے اختیار کرنے والوں کے لیے ملازمتوں کے دروازے بھی بند کر دیے گئے۔اسکا رزلٹ یہ ہوا کہ جہاں اسلامیات کی تعلیم کی حوصلہ شکنی ہوئی وہیں بے روزگاری بھی عام ہوئی۔اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ اس کے بعد 98-95 فیصد اسلامیات اختیاری نہ لینے والے طلبہ کو آٹھویں کے بعد اسکول یا کالج میں کسی بھی مرحلے پر اسلامی تعلیمات سے واسطہ پڑنے کا امکان نہیں رہا۔

"اس رپورٹ پر عمل کے نتیجے میں میٹرک،انٹر،بی اے جہاں جہاں اسلامیات حصول آزادی کے بعد سے لازمی چلی آرہی تھی ختم کر دی گئی۔یہی وہ پس منظر ہے جس میں 20 سال کم سے کم گریجوایشن کے مرحلے پر کسی نہ کسی شکل میں اس کا لازم کیا جانا ایک پیش رفت ہے۔یہ اس لحاظ سے بھی ہے کہ کہ پہلی بار میڈیکل اور انجینئرنگ کے کورسز میں بھی اس کو شامل نصاب کیا گیا ہے۔"[1]

ابتدائی کلاسز سے لے کر اعلی سطح تک نصاب میں بہت مکررات ہیں خاص طور پر انٹرنیشنل کلاسز اور ڈگری کلاسز میں ایا نصاب تشکیل دینا جس میں وعظ نصیحت ہی ہو اور معلوماتی باتیں بھی وہی شامل ہوں جسے طالب علم پہلے سے ہی مطالعہ میں لا چکا ہو تو یہ عدم دلچسپی کا سبب بنتا ہے۔

اسلامیات کے نصاب میں دین کی مکمل عکاسی کرنے کے بجائے یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ اس کی کوئی جزی مغربیت کے دائرے سے باہر نہ نکل جائے۔اور اس جز ایسے مہذب بنا دیا جائے کہ اسلام کی بات بھی ہو جائے اور مغربی نظام حیات کے خلاف بھی بات نہ ہو۔مثال کے طور پر انٹر اور ڈگری کلاسز میں ایک سوال ہے کہ اسلامی تہذیب کے عناصر و عوامل بیان کریں۔انٹر کی اسلامیات اختیاری اور ڈگری کلاسز کی اسلامیات لازمی میں یہ سوال موجود ہے۔تمام مصنفین نے اسلامی تہذیب کے عناصر عبادات کو قرار دیا اور ذکر کیا ہے مثلا کلمہ شہادت، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ حالانکہ اسلامی تہذیب کے عناصر میں صرف ارکان اسلام ہی نہیں آتے بلکہ معاشی، سماجی، سیاسی معاملات بھی اسلامی تہذیب کے بنیادی عناصر ہیں۔جن سے مل کر ایک اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ایم اے اسلامیات اور درس نظامی سے فارغ التحصیل لوگوں میں یہ فرق واضح ہوتا ہے کہ درس نظامی کے فاضل نے کتب شریعت کا مطالعہ کیا ہوتا ہے اور ایم اے

1۔ محمد امین، **ہمارا تعلیمی بحران اور اس کا حل**، (لاہور: قدیمی کتب خانہ، اردو بازار، 2010ء) ص325

اسلامیات میں کتب شریعت پر تبصرہ پڑھایا جاتا ہے اور اس کے علاوہ چند ابواب فقہ، اور مخصوص قرآنی سورتیں اور احادیث کو تدریس میں شامل کیا گیا ہے۔

"تاریخ گواہ ہے کہ ہندوستان میں نافذ مغربی نظام تعلیم اپنے ڈیڑھ سو سال لے طویل عرصہ میں ایک قابل ذکر سائنس دان، فلسفی یا ادیب سامنے نالا سکا بلکہ نو آبادیاتی تعلیمی نظام نے برصغیر میں بہت سارے مسائل پیدا کیے۔"[1]

قیام پاکستان کے بعد اسکو جدید فلاحی اور اسلامی ریاست بنانے کے لیے کئی اقدامات درکار تھے۔ لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ ابھی تک تعلیمی پالیسیوں کے بارے میں دعوے تو بہت ہیں لیکن علوم اسلامیہ کے فروغ یا تعلیمی نظام کو اسلامی تناظر میں ڈھالنے کے عملا اقدامات ناکافی ہیں۔ حالانکہ قومی تعلیمی پالیسی 1998ء میں یہ بات تسلیم کی گئی تھی۔

"کہ نصف صدی سے ہم تعلیمی نظام میں مذہب کی عکاسی سے ناکام ہیں پالیسی میں یہ مانا گیا ہے کہ نصف صدی سے ہم تعلیمی نظام میں مذہب کی مضبوط عکاسی نہیں کر سکے لیکن اب یہ بات یقینی بنائی جائیگی کہ اس میں علمی تبدیلی سے معاشرتی اور سماجی زندگی کو تبدیل کیا جائے۔"[2]

پاکستان میں سرکاری تعلیمی اداروں کی صورتِ حال:

عمومی تعلیم سے مراد یہاں پرائمری، مڈل، میٹرک، ایف اے، بی اے، ماسٹرز، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے درجات کی تعلیم و تربیت مراد ہے۔ وطن عزیز پاکستان کا نظام تعلیم دو حصوں میں تقسیم ہے جن میں سے ایک جدید تعلیم اور دوسرا دینی تعلیم۔ جدید تعلیم میں دین کی ضروری تعلیم و تربیت کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے اور دینی تعلیم میں عصری تقاضوں کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے۔ نظام تعلیم کی یہ تقسیم دین اور دنیا میں تفریق کی اس غیر اسلامی تقسیم کو مزید گہرا کرتی جارہی ہے۔ عصر حاضر میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اس نظام سے چھٹکارہ حاصل کیا جائے۔

ڈاکٹر محمد امین لکھتے ہیں۔

"فکری سطح پر ہمارے تعلیمی نظام میں دو خرابیاں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اسے اسلام اور نظریہ پاکستان پر استوار ہی نہیں کیا گیا کہ جو اس ملک کے وجود میں آنے کا تقاضا ہے اور اسکی بقاء اور تحفظ کا بنیادی سبب ہے۔ اور دوسرا یہ کہ سارا نظام تعلیم ہی مغربی فکر و فلسفے پر مبنی ہے جو ہمارے دین، فکر، تہذیب، اقدار اور مقصد حیات کے مکمل طور پر خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نظام اچھے مسلمان

1۔ ایس ایم شاہد، **پاکستان میں تعلیم**، (لاہور: مجید بک ڈپو، اردو بازار 2018) ص 83

2۔ تعلیمی پالیسی 1998ء، باب تیسرا

اور محب وطن پیدا کرنے میں ناکام رہا ہے اور اس نے ذولیدہ فکری، بے کرداری، بداخلاقی، بے دینی اور بے ادبی کو فروغ دیا ہے۔ لہذا جب تک ان دو خرابیوں کا شعوری احسان اور انہیں دور کرنے کا جذبہ نہ ہو تب تک اصلاح احوال کی صورت ممکن نظر نہیں آتی۔ اور بلاشبہ یہ ہماری بقاء اور استحکام کا مسئلہ ہے۔"[1]

ہماری جدید تعلیم کا سارا فکری سانچہ مغربی فکر و تہذیب کا بھونڈا چربہ ہے۔ لہذا یہ صرف مغرب سے مرعوب ہی نہیں کرتا بلکہ اسکا غلام بھی بناتا ہے۔ تو دوسری جانب اسلامی اصولوں کا علم بھی نہیں ہے لہذا نوجوانوں میں بالخصوص زولیدگہ فکری دیکھنے کو ملتی ہے۔ اور اس انکی شخصیت متاثر ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ نتیجتاً وہ تخلیقی قوتوں اور عزم عمل سے محروم نظر آتے ہیں۔

قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں۔

"لارڈ میکالے کا فتوی تھا کہ یہاں جو نظام تعلیم رائج کیا جائے وہ ایسے انسان پیدا کرے جو رنگت میں بے شک ہندوستانی ہوں لیکن چال ڈھال، فہم و فراست، ذوق و مذاق، اخلاق و اطوار، اور ذہنی اعتبار سے انگریز ہی ہوں۔ اس پالیسی کے تحت جب فارسی کی جگہ انگریزی کو سرکاری زبان بنا دیا گیا تو برصغیر کے ہزاروں علماء وفضلاء کو جاہل اور غیر تعلیم یافتہ کہا جانے لگا۔ اس فیصلے کا ہندوؤں نے بڑی گرم جوشی سے خیر مقدم کیا۔ اس لیے نہیں کہ انکو انگریزی سے کوئی خاص محبت تھی بلکہ صرف اس لیے کہ انھیں فارسی زبان سے چڑ تھی کیونکہ اس زبان کا تعلق مسلمانوں سے تھا۔"[2]

بدقسمتی سے ہمارا نظام تعلیم و تدریس نہ صرف نظریاتی سمت سے محروم ہے بلکہ اس میں اسلامی نقطہ نظر سے تربیت و تزکیے کا بھی کوئی تصور موجود نہیں ہے۔ لہذا مناسب اور کامیاب سیرت و کردار کا کام اس نظام تعلیم کے تحت ہو ہی پاتا جو تعلیمی نظام کا اصل حاصل ہے۔

اس فصل میں اسلامیات کی تعلیم و تدریس پر روشنی ڈالی گئی ہے بالخصوص وطن عزیز میں اسلامیات کی تعلیم و نصاب اور اس کی تدریس کے رائج طرق کی جانب توجہ مبذول کرائی گئی ہے کہ ریاست اور تعلیمی اداروں کے سربراہان کو چاہیے کہ وہ اپنے نظام و نصاب کا از سر نو جائزہ لیں۔ دینی ادارے عصری ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے اپنے نصاب میں ترمیم کریں۔ اور مذہبی رہنماء صرف مساجد و مدارس میں میں ہی اپنی ذمہ داریاں ادا نہ کریں بلکہ سماجی زندگی میں بھی مشغول ہو کر عوام کی رہبری کرتے ہوئے سیاسی، معاشی اور معاشرتی میدانوں میں اتر کر انکی رہنمائی کریں اور انکو دعوت فکر و اصلاح دیں۔ اسی طرح

1۔ محمد امین، **ہمارا تعلیمی بحران اور اسکا حل**، ص469

2۔ شہاب، قدرت اللہ، **شہاب نامہ**، (لاہور: سنگ میل پبلشرز، 1999)، ص160

دوسرے تعلیمی اداروں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ سائنسی علوم ساتھ ساتھ اسلامی اور نظریاتی علوم کا بھی اہتمام کریں اور جو سہولیات اور مواقع دیگر مضامین کے حصول کے لیے میسر ہوتے ہیں وہ اسلامیات کے لیے بدرجہ اولی ہونے چاہیے۔اس فصل میں میں نے اسلامیات کی تدریس و تعلیم پہ بات کی ہے جس سے ایک بات تو بالکل واضح ہے کہ ادارے اسلامیات کی تعلیم وتدریس کی یا تو ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے یا پھر وہ رعایتی اور جز وقتی اساتذہ سے یہ بھاری ذمہ داری لیکر طلباء کے مستقبل کو تاریک کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ایسی حالت میں سماج میں انسانیت واخلاقیت کا جنازہ نکل جانا باعث افسوس نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اگر کوئی بچہ کسی غیر اخلاقی کام یاد ہشتگردی میں شامل ہو جاتا ہے تو پھر حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم نے خود اسکی تعلیم و تربیت کی فکر ہی نہیں کی تھی۔ایک طرف تو معاشرے میں اسلامیات واخلاقیات کی معیاری تعلیم نہیں ہے تو ساتھ ہی یہ مضامین پڑھانے والوں کے لیے یا تو مواقع میسر نہیں ہیں تو یا پھر انکو معمولی تنخواہ پر رکھا جاتا ہے۔لہذا ریاست، تعلیم اداروں کے سر براہان اور معاشرے پر لازم ہے کہ وہ اپنے معاشرے میں اسلامیات کی تدریس و تعلیم کا معیاری اور آسان انتظام کریں اور جو لوگ اسلامی تعلیم حاصل کر چکے ہیں انکو باعزت روزگار مہیا کیا جائے۔اسی موضوع کو علامہ اقبالؒ نے اپنے اشعار میں بڑے احسن انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

ہند میں حکمت دین کوئی کہاں سے سیکھے
نہ کہیں لذت کردار، نہ افکار عمیق
حلقہ شوق میں وہ جرات اندیشہ کہاں
آہ محکومی و تقلید و زوال تحقیق!
خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق!
ان غلاموں کا یہ مسلک ہے کہ ناقص ہے کتاب
کہ سکھاتی نہیں مومن کو غلامی کے طریق![1]

برصغیر پاک وہند میں انگریز حکومت کے بعد جب نئی تعلیم پالیسی لائی گئی تو وہ تمام ادارے اور جاگیریں جو اوقاف کے نام پر مدارس کو دی گئی تھیں وہ واپس لے لی گئیں اور معلمین کے وظائف کو ختم کر دیا گیا۔اور اس کے ساتھ متعلمین کے لیے ہر قسم کے معاشی دروازے بند کر دیے گئے اور انگریزی زبان کو ملازمت کے حصول کے لیے لازم قرار دے دیا گیا۔ قاضی کی جگہ جج لینے لگے اور ججز کے لیے بھی انگریزی

1۔ محمد اقبال، کلیات اقبال، **ضرب کلیم**، نظم اجتہاد، ص234

قانون کا جاننا لازمی تھا۔ تو ایسے حالات میں سیاسی اور عسکری میدان میں مسلمان شکست سے دوچار تھے تو ایسی حالت میں مسلمانوں کے نظریے کو بچانے کی اشد ضرورت تھی تو دیوبند، علی گڑھ اور ندوہ جیسے اداروں نے مذہبی اقدار کی حفاظت کی اور مغربی یلغار سے بچاو کے لیے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ وطن عزیز کے قیام کے بعد بھی حکومت کا طرز عمل مدارس کیساتھ وہی تھا جو کہ گزشتہ حکومت میں تھا۔ مدارس کی اسناد کو ئی وقعت نہ دی گئی اور اس کے فارغ التحصیل کو کسی بھی معاشی سرگرمی کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلاشبہ مدارس کا نظام مکمل اسلامی تعلیمی نظام کی عکاسی تو نہیں کر سکتا کہ جس میں ایک طالبعلم کو مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی زندگی کے لیے تیار کیا جاتا ہو مگر جن حالات میں یہ قائم ہوئے تب جسطرح انہوں نے اسلامی نظریات اور اقدار کی حفاظت کی اسکی مثال شاہد دنیا دینے سے عاجز رہے۔

وطن عزیز پاکستان کی حکومتوں کی دینی تعلیم سے لاپرواہی اور بے حسی کا اگر موازنہ کیا جائے تو آج شاہد کسی مسجد میں مئوذن نہ ملتا لیکن یہ سارا کریڈٹ مدارس اسلامیہ کو جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں حفاظ کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور مساجد کم پڑ جاتی ہیں۔ مدارس کی شہادۃ العالمیۃ کی سند کو جنرل ایوب صاحب کے زمانے میں ایم-اے کے مساوی قرار دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی عالمی ایجنڈے کو زندہ رکھنے اور ترقی دینے کے لیے جہاد کی تحریک کو ان درسگاہوں سے جوڑ دیا گیا۔ جن سے ان درسگاہوں کے لیے کئی قسم کے مسائل پیدا کر دیے گئے۔ اگر معاشرے میں دین کا کوئی پہلو نظر آتا ہے تو بلاشبہ اسکی آبیاری مسجد اور مدارس دینیہ سے ہی ہوتی ہے۔ عصری تعلیم کے حامل افراد بھی اگر دین کیساتھ منسلک نظر آتے ہیں تو اسکی وجہ وہ عصری ادارے نہیں ہیں بلکہ وہ خارجی عناصر ہیں کہ جنکی آبیاری مدارس سے ہو رہی ہے۔

جس طرح ہر نظام خوبیوں اور خامیوں کا مجموعہ ہے اسی طرح اسلامی مدارس بھی چند اصلاحات کے خوگر ہیں۔ بلاشبہ جس چیز کا مجموعی فائدہ زیادہ ہو اور نقصان کم ہو تو اس کے اصلاحی پہلوؤں پر توجہ کو مرکوز رکھنا چاہیے نہ کہ صرف مخالفت کو شعار بنانا چاہیے۔ یہاں پر وطن عزیز پاکستان کے قیام کے بعد کا مدارس کے حوالے سے جو اسلامی تعلیم کا جائزہ لیا گیا ہے اسکا مقصد یہ ہے کہ پورے پاکستان کے پرائمری سکولز میں بھی اسلامی تعلیمات کی تدریس کا اگر موثر نظام نافذ کیا جائے تو ان طلباء پر اس تعلیم کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہونگے۔

وطن عزیز پاکستان میں الحمد للہ اسلامیات بطور مضمون پہلی کلاس سے لیکر چودھویں کلاس یعنی گریجوایشن تک پڑھائی جاتی ہے۔اسی طرح مدارس اسلامیہ میں بھی اسلامیات کی تعلیم وتدریس پر بہت زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامیات کی تدریس کے مختلف طرق پر نظرثانی کی جائے کہ کونسا طریقہ زیادہ اثر انگیز ہوگا اور نصاب میں ان افکار اور نظریات کو شامل کیا جائے کہ جس کو حاصل کرنے کے بعد ہم طبقاتی تفریق سے بچ سکیں۔

فصل دوم:

پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کی ضرورت واہمیت

پرائمری تعلیم کی اہمیت سے کون انکاری ہو سکتا ہے۔ پرائمری کی تعلیم لازمی تعلیم کا پہلا اہم بنیادی قدم ہے۔ یہ تعلیم عموماچار سے دس سال تک کی عمر کے بچوں کو دی جاتی ہے۔ مگر یہ کوئی ضروری نہیں بعض علاقوں اور ممالک میں یہ ایک دو سال کے فرق سے بھی ہو سکتا ہے۔ کئی ملکوں میں یہ تعلیم پانچ سے گیارہ سال کی عمر میں جبکہ بعض ممالک میں تین سے نو سال تک کی عمر میں دی جاتی ہے۔اس تعلیم کو ایلیمنٹری تعلیم بھی کہتے ہیں۔

پرائمری کی تعلیم کی شروعات 1800ء سے باقاعدہ ہوئی۔ دولت مشترکہ کے ممالک میں اور برطانیہ میں اس طرف خاصی توجہ دیکھی گئی۔ اور امریکہ میں اس تعلیم کا آغاز کنڈر گارڈن سے ہوتا ہے اور گریڈ پانچ تک جاتا ہے۔اس تعلیم کو امریکہ میں تعلیمی ایجوکیشن کا نام دیا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں چونکہ برطانیہ کی حکومت ہی رہی ہے لہذا اس وجہ سے ادھر بھی وہی پرائمری طرز تعلیم ہی رائج ہے۔ پرائمری سطح کی تعلیم کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ بچے کے لیے بنیاد ہے اور یہاں سے ہی بد قسمتی سے ہماری تدریس کے طریقوں اور نصاب میں خرابیاں موجود ہیں۔ عموما دیکھا جاتا ہے کہ والدین اور دانشور میٹرک کی بعد کی تعلیم پر زیادہ توجہ مرکوز رکھتے ہیں جسکا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بہت کم بچے اپنی میدان کے شہسوار بنتے ہیں لیکن اکثر دھکے کھاتے نظر آتے ہیں اور اپنی فیلڈ کو بار بار تبدیل کرتے ہیں۔

پرائمری سطح کی تعلیم میں عموما دو نظام نظر آتے ہیں ایک پرائیویٹ اور دوسرے سرکاری سکولز۔ اس کے علاوہ بھی ایک بڑا نظام تعلیم مدارس میں رائج ہے جو کہ قومی دھارے میں شریک نظر نہیں آتا۔ سرکاری سکولز کے معیار کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جو لوگ صاحب حیثیت نہیں ہیں وہ بھی اپنے بچوں کو سرکاری سکولز میں ایڈمیشن کے بجائے پرائیویٹ سکولز میں داخل کرتے ہیں۔

پرائمری تعلیم کسی بھی بچے کی شخصیت کے نکھار کی جانب پہلا قدم ہوتا ہے۔اس عمر کے بچوں کی خود بھی اور ایکسپرٹس سے تشخیص کرانا بہت ضروری ہوتا ہے تاکہ بچے کی نفسیات کو سمجھا جاسکے۔ ہمارے ہاں بد قسمتی سے اسکا بالکل بھی خیال نہیں رکھا جاتا اور یہ صرف سپیشل بچوں کے لیے خاص کر دیا گیا ہے کہ سائیکالوجسٹ

اور سائیکیٹرسٹ کی ضرورت صرف مخصوص بچوں کو ہوتی ہے نارمل بچوں کے لیے نہیں۔اسی وجہ سے ناخواندگی پر قابو نہیں پایا جارہا۔

اس عمر کے حصے میں بچوں کے تجسس کا خیال رکھا جانا چاہیے اور بہترین رہنمائی اور حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔آج وطن عزیز کے ہر صوبے کی پرائمری سطح کی تعلیم کا یہ ہی حال ہے کہ ہر بچے کے لیے ایک ہی لیسن پلان ہے اسکو سمجھ آئے یا نہ آئے۔بچوں کے ذہنوں سے ہم آہنگ کی ضرورت ہے۔

سرکاری اور غیر سرکاری دونوں قسم کے اسکولز کی اس جانب ابھی تک کوئی توجہ نہیں ہے۔اس ابتدائی لیول پر بچوں کو سارے مضامین کا عالم فاضل بنانے کے لیے اردو کا الف،ب انگریزی کا اے،بی اسی طرح سائنس،معاشرتی علوم،کمپیوٹر اور اسلامیات پڑھائی جاتی ہے اور پھر اکثر والدین کو یہ شکایات کرتے ہوئے بھی دیکھا گیا ہے کہ رات گئے تک بچوں کا ہوم ورک ہی ختم نہیں ہوتا۔اتنے چھوٹے بچوں پر اتنا ورک لوڈ ڈال کر کیا تربیت کرنے جارہے ہیں۔بد قسمتی سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ حالات تو نارمل بچوں کیساتھ ساتھ سپیشل بچوں کو اسکولز میں لاحق ہیں انکو بھی نارمل بچوں والا نصاب پڑھایا جاتا ہے اگرچہ وہ مختصر ہے لیکن اس کے باوجود بھی ان بچوں کو ٹیکنکل ایجوکیشن نہیں دی جاتی کہ جس سے وہ کچھ حاصل کر کے اپنے والدین پر بوجھ بننے کے بجائے اپنے لیے کوئی روزگار حاصل کر سکیں۔ترقی یافتہ ممالک میں اس عمر کے بچوں کی ذہن سازی کرنے کے بعد انکو بنیادی،ضروری اور دلچسپ علم دیا جاتا ہے کہ جس سے بچے اکتاہٹ محسوس کیے بغیر دلچسپی لیں۔ہمارے ہاں کھیل کود اور دلچسپ سرگرمیوں کو بعض پرائیویٹ اسکولز میں شروع کر دیا گیا ہے۔جو کہ ایک اچھا اقدام ہے۔اس سطح پر تعلیم دینے کے لیے ماہر مرد و خواتین اساتذہ کی تعیناتی کی جاتی ہے۔اور ایک استاد کو ان بچوں کی نگرانی کے لیے پورے سال کا چارج دے دیا جاتا ہے۔جبکہ باقی سبجیکٹ سپیشلسٹ اساتذہ بھی ان بچوں کے لیے مقرر کیے جاتے ہیں۔

دنیا میں اس سطح کی تعلیم پر بہت ہی زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔نصاب تعلیم،طرق تدریس سے لیکر اساتذہ کی تعیناتی تک ہر مرحلہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔آج بھی ترقی یافتہ ممالک میں استاد کی تعلیمی قابلیت و اہلیت کیساتھ ساتھ اس کے خاندانی پس منظر کا جائزہ لیا جاتا ہے تاکہ ان چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت میں کسی قسم کا خلا یا سقم نہ آئے۔لیکن بد قسمتی سے وطن عزیز میں اس جانب کوئی توجہ نہیں ہے۔ایک مہذب اور باوقار معاشرہ ہمیشہ اصلاحات کی جانب بڑھتا ہے لہذا پرائمری سطح کی ایجوکیشن کی اصلاح کے لیے ہنگامی بنیادوں پر کام کی ضرورت ہے۔بچوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کالانا چاہیے۔آج ہمارے سیٹ اپ میں بچوں کو غلطی کرنے پر زبردست ڈانٹا جاتا ہے بلکہ جسمانی سزاوں تک بات جاتی ہے۔اس استاد کو کامیاب اور

معیاری استاد سمجھا جاتا ہے کہ جو کلاس میں بچوں کو بولنے نہ دے۔ جسکے رعب کی وجہ سے بچے اکثر متعلقہ سوالات بھی پوچھنے سے اجتناب کرتے ہیں۔

تعلیم:

> "تعلیم عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ علم سے اخذ کیا گیا ہے اور لفظ علم کا مادہ ع، ل، م ہے اور اسکی ضد جہل ہے۔"[1]

طلب علم انسانی فطرت کا اولین تقاضا ہے۔ علم کا اطلاق کسی شئے کی اصل کو جاننے پر ہوتا ہے۔ تعلیم اپنے اصطلاحی معنی میں بہت وسعت رکھتا ہے۔ مختلف فنون، آرٹ اور مضامین تعلیم کے ضمن میں ہی آتے ہیں۔ تعلیم ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے دوسرے فنون کی طرح معاشرے کی بہبود اور فرد کی فلاح ہوتی ہے۔

تعلیم افراد کی قابلیت میں اضافے کا عمل ہے تاکہ وہ اپنی صلاحیتوں کو اپنی بہتری کے لئے استعمال کر سکیں۔ تعلیم ہر بچے کا حق ہے اور ہر ایک کو تعلیمی سہولیات کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ ریاستوں کے عالمی اعلامیہ برائے 1989 کی قومی تعلیم پالیسی 1998 سے 2010 تک میں اعلان کیا گیا۔ اس بنیادی حق کو 1998 کے بچے کے حقوق سے متعلق کنونشن میں پرزور طریقے سے مانا گیا کہ بچے کو تعلیم کا حق ہے اور ریاست کا فرض ہے کہ اس بات کو یقینی بنائے کہ بنیادی تعلیم مفت اور لازمی ہو۔ قومی پالیسی 1998 سے 2010 ریاست پاکستان کی طرف اشارہ کرتی ہے حکومت پر دو اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہیں اول یہ کہ پہلے تعلیم ہمارے شہری تک پہنچ سکے گی۔ اور دوسری بات یہ کہ انھیں اسلام کے مقصد کے لئے پرعزم روشن خیال اور مہذب فرد کو تیار کرنے کے قابل بنائے گی. یہ دونوں شقیں قرآن حکیم کی تعلیم کے مطابق ہیں جو تعلیم کی فراہمی کو فرد کے حق کے طور پر تسلیم کرتی ہیں.

1990ء میں منعقدہ تعلیم کی عالمی کانفرنس کے دوران اعلان کیا گیا کہ پاکستان یونیورسل پرائمری تعلیم کے حصول کے لئے تعلیمی سہولیات کی فراہمی کا پابند ہے۔ تعلیم فرد کی ذہنی جسمانی معاشرتی اور ثقافتی نشو و نما میں معاون ہے, لہذا کسی کو بھی اس تک رسائی سے انکار نہیں کیا جانا چاہئے۔ فرد کی ترقی سے ہی اقوام ترقی کرتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ تقریباً سو فیصد خواندگی کی شرح کے حصول کے بعد تمام ترقی یافتہ ممالک نے اپنی موجودہ حیثیت حاصل کر لی ہے اور اس حقیقت سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ آج ہر پانچ میں سے ایک فرد

1۔ فیروز الدین، مولوی، **فیروز اللغات اردو**، 443/1

زندہ ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے 1947 میں کراچی میں منعقدہ پہلی تعلیمی کانفرنس کی رپورٹ میں اپنے پیغام میں تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مستقبل کی تعلیمی پالیسی کے متعلق فرمایا۔

"آپ جانتے ہو کہ تعلیم کی اہمیت اور صحیح قسم کی تعلیم کو ایک صدی تک غیر ملکی حکمرانی کے تحت زیادہ سے زیادہ حد تک بڑھایا نہیں گیا۔ ہمارے لوگوں کی تعلیم پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی جارہی ہے اور اگر ہم ترقی کی طرف تیز رفتار سے بڑھنا چاہتے ہیں تو ہمیں لازمی طور پر سوال اٹھانا چاہئے اور اپنی تاریخ اور ثقافت اور جدید حالت سے وابستہ لوگوں کی نسل کے مطابق مناسب تعلیم کی پالیسی اور پروگرام کو ساتھ لانا چاہئے۔ جو پوری دنیا میں ہوا ہے۔ تعلیمی نظام وہ آلہ ہے جس کو معاشرہ تمام لوگوں کو اپنی صلاحیتوں کے مطابق نتیجہ خیز عوامی زندگی اور مکمل ذاتی زندگی گزارنے کے لئے متحرک کرنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔"[1]

کسی بھی ملک کا تعلیمی نظام ملک کو ہر میدان میں ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے ذمہ دار ہے، تعلیمی اداروں کا فرض ہے کہ وہ وسائل سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے اپنی داخلی اور بیرونی استعداد کو بہتر بنائے۔

پرائمری ایجوکیشن:

خواندگی کی مطلوبہ شرح حاصل کرنے کے لئے پرائمری تعلیم کو ایک اہم ترین سطح سمجھا جاتا ہے۔ یہ نہ صرف خواندگی کی شرح کو بڑھانے میں مدد کرتا ہے بلکہ ملک کی تیز رفتار معاشی ترقی میں بھی مدد کرتا ہے۔ معاشرتی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے میں بنیادی تعلیم کے کردار نے پوری دنیا کے متعدد محققین کی توجہ اپنی طرف راغب کردی ہے۔ اس مفروضے میں پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں پرائمری تعلیم کے کردار پر مزید زور دیا گیا ہے۔ پاکستان اپنے وسائل کو تعلیم کے بہت سے دوسرے ذیلی شعبوں کی طرف موڑنے کے سخت انتخاب کا سامنا کر رہا ہے۔ جیسے ثانوی تعلیم تکنیکی تعلیم اور اعلی تعلیم لیکن یونیورسل پرائمری تعلیم کا ابھی تک خواب پورا ہونا ہے۔ حکومت تنہا چیلنجوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی ہے اور قوم کی مدد کے لئے کچھ دیگر وسائل کی بھی تلاش کر رہی ہے۔ کسی شخص کی زندگی میں کسی مناسب وقت پر بنیادی تعلیم کو خواندگی کی ایک گاڑی کے طور پر قبول کیا گیا ہے۔

1۔ ریاض احمد، **تعلیم وتدریس کے روشن پہلو**، (لاہور: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، نیو انار کلی، 2002ء) ص 45

"بیشتر ممالک نے بنیادی سطح پر یونیورسل اندراج کے ذریعے خواندگی حاصل کی ہے۔ سری لنکا ایک مثال ہے کہ وہ ایک متمول ملک نہیں ہے لیکن بنیادی تعلیم میں توسیع کے ذریعہ وہ 95٪ خواندگی حاصل کرنے میں کامیاب رہاہے۔ بار بار پرائمری تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ حکومت نے پرائمری تعلیم کی اہمیت کو تسلیم کیاہے اور یونیورسل اندراج کے حصول کے لئے کوشاں ہے لیکن ہدف باقی ہے۔ ظاہر ہے کہ موجودہ نظام میں پائے جانے والے بحران کو تلاش کرنے اور بنیادی تعلیم میں داخلے کے زیادہ سے زیادہ نتائج حاصل کرنے کے لئے بنیادی تبدیلیوں کو سامنے لانے کے لئے دوبارہ غور کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔"[1]

پرائمری ایجوکیشن کی اہمیت:

پرائمری تعلیم تعلیمی عمل کا سب سے اہم چہرہ ہے کیونکہ یہ بعد کے تمام سطح کی تعلیم کی بنیاد بنتی ہے۔ 6 سے 14 سال کی اہم تشکیلاتی مدت کے دوران اسکول اور گھر یا معاشرے کے مابین ایک قریبی اتحاد ہونا چاہئے۔ اب تمام ماہر تعلیم نے سمجھا ہے کہ بچوں کی زندگی کے پہلے پانچ یا چھ سال سب سے اہم ہیں۔ یہ تعلیم جو دیگر شعبوں اور سطح کی تعلیم کے مقابلہ میں شرح تعلیم کی اعلی شرح کے طور پر داخلہ تعلیم کے پیرامیٹر کی حیثیت رکھتی ہے۔ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر تمام ممالک بشمول پاکستان کے نامور محققین نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ پرائمری سطح پر تعلیم میں سرمایہ کاری معاشی اور معاشرتی ترقی میں سب سے کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ ہمارے ملک میں یہ صورتحال یکساں ہیں لہذا حکومت پاکستان بنیادی تعلیم کے لیے بجٹ میں ایک خاص شیئر رکھتی ہے۔

پرائمری تعلیم کے مقاصد:

پرائمری تعلیم کے بہت مقاصد ہیں۔ جن میں چند اہم درج ذیل ہیں۔

- "ابتدائی تعلیم میں ابتدائی اور متوسط سطح کی تعلیم کو مربوط کرنا
- بنیادی سطح پر مجموعی طور پر شرکت کی شرح میں اضافہ کرنا
- سیکھنے کی کم از کم سطح کے حصول کو یقینی بنانا"[2]

1۔ چوہدری، نذیر احمد، **نصاب سازی وانسٹرکشن**، (لاہور: الریحان پبلی کیشن، اردو بازار 2006ء)، ص 55

2۔ محمد اسماعیل، **تعلیم کی بنیادیں**، (لاہور: مجید بک ڈپو، اردو بازار 2018ء) ص 36

پرائمری تعلیم کے درجات:

دن بدن سیکھنے کی صلاحیتوں میں اضافہ کے ساتھ بچہ آہستہ آہستہ بڑھتا جاتا ہے۔ یہ نمو ذہنی اور جسمانی دونوں طرح سے ہوتی ہے۔ ایک بچہ اپنے بڑھتے ہوئے سالوں کے ساتھ زیادہ سرگرمیاں کرنے کا اہل ہوتا ہے۔ بچے کی جسمانی عمر کے مطابق پوری دنیا میں پرائمری تعلیم کے مختلف مراحل ہیں۔ اکثر محققین نے اس سٹیج پر پرائمری تعلیم کو آگے مزید دو حصوں میں منقسم کیا ہے۔

- قبل از پرائمری تعلیم:
- بنیادی تعلیم:

بنیادی تعلیم اور پری پرائمری تعلیم دونوں قریب سے وابستہ ہیں لہذا آگے بڑھنے سے پہلے اس تصور کو واضح کرنا ہوگا۔

ا۔ قبل از پرائمری تعلیم:

پری پرائمری مرحلے میں وہ وقت ہوتا ہے جو کسی بچے کے ذریعہ اسکول میں صرف ہوتا ہے رسمی تعلیم کے آغاز سے قبل اس مقصد کے لئے خصوصی طور پر بنائے گئے دیگر ادارے ہوتے ہیں۔ یہ مدت اسکولوں یا اداروں میں مختلف اور مختلف عوامل پر منحصر ہے۔ پاکستان میں پرائمری تعلیم زیادہ تر سرکاری پرائمری اسکولوں میں شامل نہیں ہے لیکن دیہی علاقوں میں 5 سال سے کم عمر کے بچے اسکول جاتے ہیں اور تعلیم کا بنیادی تصور سیکھتے ہیں۔ نجی پرائمری اسکولوں میں پاکستان کے تمام اسکولوں کے نظام تعلیم میں یہ عنصر نمایاں ہے۔ پاکستان کا نظام تعلیم مندرجہ ذیل ہے۔ پرائمری تعلیم 5 سال کا کورس ہے جو 5 سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے اور 10 سال تک جاری رہتی ہے۔ پری پرائمری تعلیم جس میں کنڈر گارٹن[1] اور نرسری اسکول شامل ہیں مکمل طور پر نجی کنٹرول میں ہیں.

حالیہ برسوں میں بہت سی وجوہات کی بناء پر پری پرائمری تعلیم کی اہمیت میں اضافہ دیکھا گیا ہے۔ افرادی قوت میں خواتین کی شمولیت کے ساتھ ہی پری پرائمری تعلیم کا مطالبہ بڑھا۔ کام کرنے والی ماؤں کو ایک ایسی جگہ کی ضرورت ہوتی ہے جہاں وہ اوقات کار میں اپنے بچوں کو رکھ سکیں۔ یہ بنیادی تعلیم فراہم کرنے والا ادارہ بچوں کو باقاعدہ تعلیم کے لئے تیار کرتا ہے۔ نجی شعبے میں انگریزی میڈیم اسکولوں کی

1۔ کنڈر گارٹن ایک پری اسکول تعلیمی نقطہ نظر ہے جس کی بنیاد پر کھیلنا، گانا، عملی سرگرمیاں جیسے ڈرائنگ، اور معاشرتی تعامل گھر سے اسکول میں منتقلی کے حصے کے طور پر ہے۔

تیزی سے نشوونما ایک اور عنصر ہے۔ تمام اسکولوں میں اپنے اسکولوں کے باقاعدہ حصے کے طور پر پری پرائمری ایجوکیشن سیکشن موجود ہے۔اس ضمن میں بہت سے اسکولز اور نرسریز پانچ سال سے کم بچوں کو تعلیم دے رہی ہیں۔

۲۔بنیادی تعلیم:

بنیادی تعلیم کا تصور تعلیم کے ادب میں ایک نیا تصور ہے۔حالیہ برسوں میں بیشتر بین الاقوامی تنظیموں نے اس تصور کی حمایت کی ہے۔بنیادی تعلیم کا اصل مقصد کسی فرد کو سیکھنے کی بنیادی مہارت مہیا کرنا ہے۔ان صلاحیتوں میں پڑھنے لکھنے کی قابلیت اور کچھ عددی خواندگی شامل ہے۔ پاکستان میں بنیادی تعلیم 5 سال تک کی تعلیم ہے۔بنیادی تعلیم کا تصور خطے کے تمام ممالک میں یونیورسل پرائمری تعلیم اور غیر رسمی تعلیم کے عنوان سے کی جانے والی بڑی قسم کی کوششوں کا باعث ہے۔

''بنیادی تعلیم کے بارے میں مختلف لوگوں کا مختلف خیال ہے۔کچھ لوگ پرائمری کی تعلیم کو ہی بنیادی تعلیم تصور کرتے ہیں جبکہ کچھ اس کو خواندگی کا درجہ دیتے ہیں۔بنیادی تعلیم میں رسمی اور غیر رسمی تعلیم کی بڑی تعداد کو شامل کیا گیا ہے جو ایک ملک اور خطے سے اگلے مقامی حالات کے مطابق مختلف ہیں۔بنیادی تعلیم میں وہ تمام سرگرمیاں شامل ہیں جو فرد کو کم سے کم سطح کی تعلیم فراہم کرتی ہیں۔معاشرے کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پرائمری تعلیم کو موثر بنانے کی بے حد ضرورت ہے۔"[1]

یکساں قومی نصاب برائے اسلامیات(لازمی):

یکساں قومی نصاب کی تکمیل "ایک قوم ایک نصاب" کے خواب کی عملی تصویر ہے۔اسلامیات کے نصاب کے لیے قائم کردہ کمیٹی بہت زیادہ کوششوں کے ساتھ نصاب 2006 اور 2017 کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد نصاب میں مزید بہتری لانے کی کوشش کی گئی ہے۔اسلامیات مضمون کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر اس نصاب کی نظر ثانی میں اتحاد تنظیمات المدارس کے نمائندگان اور دیگر صوبائی وعلاقائی اراکین کمیٹی کی سفارش پر اسلامیات کو جنرل نالج کے مضمون سے الگ کر کے جماعت اول سے ہی ایک علیحدہ مستقل مضمون بنانے کا تاریخی فیصلہ کیا گیا ہے۔اس نصاب کی تشکیل اور

1۔ندوی، معین الدین، شاہ، **تاریخ اسلام**،(لاہور: مکتبہ ربانیہ، اردو بازار 1998ء)، ص 136

نظر ثانی کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یہ نصاب صرف عقائد، عبادات، سیرت اور اخلاق و آداب کی معلومات تک محدود نہ رہے بلکہ طلبہ کی کردار سازی اور انہیں شخصیت میں راسخ العمل بنانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکے۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے سابقہ نصاب اسلامیات میں دو اجزاء کا اضافہ کیا گیا ہے۔تاکہ طلباء کو عصر حاضر میں مسائل کو حل کرنے میں اسلامی تعلیمات کی ترغیب دی جا سکے۔یہ دو اجزاء "حسن معاملات و معاشرت" اور اسلامی تعلیمات اور دور حاضر کے تقاضے ہیں۔اس کے علاوہ آٹھویں کلاس تک چالیس احادیث حفظ کرنے کو بھی پہلی بار نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔پہلا مسودہ تمام صوبوں اور علاقوں میں بھیجا گیا جہاں ماہرین تعلیم پر مشتمل کمیٹیوں نے اس پر مزید نظر ثانی کی اور اپنی سفارشات قومی نصاب کونسل، وفاقی وزارت تعلیم اور پیشہ وارانہ تربیت کو بھیج دیں۔

"ان سفارشات کو نصاب کا حصہ بنانے کے بعد اسلام آباد میں تمام صوبوں، علاقوں، وفاقی تعلیمی ادارہ جات اور اتحاد تنظیمات المدارس پاکستان کے نمائندہ علمائے کرام، محققین اور ماہرین مضمون کے چار روزہ اجلاس میں یہ نصاب تکمیل تک پہنچا۔نصاب کی تیاری میں اجزاء، معیارات، حد تدریج، حاصلات تعلم اور سرگرمیوں کو باقاعدہ طور پر شامل کر دیا گیا ہے۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان تمام تدریسی مراحل کے ذریعے نظر ثانی کمیٹی 2020 برائے نصاب اسلامیات نے اس کار خیر کو انتہائی محنت و مشقت سے سرانجام دیا ہے۔اس نصاب کو ایسے تشکیل دیا گیا ہے کہ طلباء کے سیکھنے کے امکانات میں اضافہ ہو سکے۔تاکہ طلبہ اسلامک سٹڈیز کو صرف ایک سبجیکٹ کے طور پر مطالعہ میں نہ لائیں بلکہ اسکی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کر کے دنیا و آخرت میں کامران ہو سکیں۔اس نصاب میں تدریسی مواد کے اطلاق کو عام فہم اور آسان زبان میں متعارف کرا دیا جا چکا ہے۔مزید یہ کہ اس نصاب میں مصنفین اور اساتذہ کرام کے لیے باقاعدہ ہدایات دی گئی ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہونے سے اچھے نتائج کی توقع ہے۔"[1]

1۔ قومی نصاب کونسل، یکساں قومی نصاب برائے اسلامیات لازمی، اوّل تا پنجم، (حکومت پنجاب، وزارتِ وفاقی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت، 2020ء)، ص32

اسلامیات کے یکساں قومی نصاب کی ترتیب:

اسلامک سٹڈیز کا یہ نصاب پہلی سے بارہویں کلاس تک ہے۔اور یہ طلبہ کی طبعی عمر اور ذہنی سطح سے ہم آہنگ اور علمی، سماجی اور دینی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے مرتب کیا گیا ہے۔اس نصاب میں مستعمل چند اصطلاحات کی وضاحت درج ذیل ہے۔

اجزاء:

یہ نصاب اسلامیات سات اجزاء پر مشتمل ہے۔ جسکی تفصیل یہ ہے۔

1) قرآن مجید وحدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
2) ایمانیات وعبادات
3) سیرت طیبہ
4) اخلاق وآداب
5) حسن معاملات ومعاشرت
6) ہدایت کے سرچشمے اور مشاہیر اسلام
7) اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر کے تقاضے [1]

ناظرہ قرآن مجید:

ریاست پاکستان کے احکامات کے تحت اول کلاس سے پانچویں تک ناظرہ قرآن مجید پڑھانا لازمی ہے۔لہذا پہلی سے پانچویں تک قرآنی قاعدہ اور تیس پارے درج ذیل ترتیب سے شامل کیے گئے ہیں:۔

کلاس اوّل	قرآنی قاعدہ مع آخری دس سورتیں
کلاس دوم	پہلا اور دوسرا پارہ
کلاس سوم	تیسرا تا آٹھواں پارہ
کلاس چہارم	نواں تا اٹھارواں پارہ
کلاس پنجم	انیسواں تا تیسواں پارہ

ناظرہ باقاعدہ تجوید کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے پڑھایا جائے گا۔ناظرہ اور حفظ والے حصہ کا دوران سال امتحان لیا جائے گا۔اور اس حصہ میں حاصل کردہ نمبر فہرست نتیجہ میں الگ سے درج کیے جائیں

1۔ایضا، ص40

گے۔اسلامیات مضمون کے سو نمبرز میں سے چالیس نمبرز باقاعدہ ناظرہ کے لیے مقرر کیے گئے ہیں مزید یہ کہ اسلامیات میں کامیابی کے لیے اس حصے میں مطلوبہ نمبر حاصل کرنا بھی لازمی ہے۔

جماعت وار فہرست احادیث:

جبکہ جماعت اول سے لیکر پانچویں تک اٹھارہ احادیث مع ترجمہ یاد کرنا ہوں گی۔تاکہ ان پر عملی زندگی میں عمل کر سکیں۔

ایمانیات وعبادات:

عقائد اسلام کی حقیقت خصوصاعقیدہ توحید ورسالت وختم نبوت اوران کے تقاضوں کو جان کر ان پر ایمان مضبوط کریں اور عملی زندگی میں ان کے تقاضے پورے کریں۔اسی طرح ارکان اسلام اور دیگر عبادات میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت رسول ﷺ کی اصل روح کو پہچانتے ہوئے عبادات کر سکیں اور ان کے روحانی اور معاشرتی فوائد حاصل کریں۔

سیرت النبی ﷺ:

پرائمری کے نصاب میں سیرت طیبہ کو بھی خصوصا شامل کیا گیا ہے تاکہ طلبہ اپنے قلوب واذہان میں حضرت محمد ﷺ کی محبت و ادب پیدا کر سکیں اور آپ کی سیرت مطہرہ کے ہر پہلو سے آشنا ہو سکیں۔اور یہ جان لیں کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کی سیرت پر عمل کرنے میں ہی دین ودنیا کی کامیابی وکامرانی ہے۔

اخلاق وآداب:

یکساں نصاب اسلامیات میں اخلاق و آداب جیسے اہم موضوع کو بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ طلبہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اخلاق حسنہ اور اچھی عادات سے واقفیت حاصل کر سکیں اور ایک مثالی مسلمان بن کر معاشرے کی خدمت کر سکیں۔

حسن معاملات ومعاشرت:

اس نصاب تعلیم میں حسن معاملات و معاشرت کے سنہری اصولوں کو بھی شامل کیا گیا ہے تاکہ متعلمین اس سے کماحقہ فائدہ حاصل کر سکیں اور اپنے معاملات کو بہتر بنا سکیں۔

ہدایت کے سرچشمے:

طلباء کو اپنی تاریخ سے ہم آہنگ کرنے کے لیے اور ان کو انبیاء کرام علیہم السلام،اہل بیت اطہار،ازواج مطہرات، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین،مشاہیر اسلام اور صوفیائے کرام کی مقدس زندگیوں سے آگاہی کے لیےاس اہم ترین موضوع کو شامل نصاب کیا گیا ہے۔

اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر کے تقاضے:

اسلامی تعلیمات اور عصر حاضر کے تقاضے جماعت اول اور دوم میں شامل نہیں ہے۔ جبکہ اس اہم موضوع کو پانچویں سے آٹھویں کلاس تک کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے تا کہ طلباء کو اسلامی تہذیب و تمدن کی پہچان ہو سکے اور عصری مسائل کو اپنی اسلامی تہذیب کی روشنی میں حل کر سکیں۔ نیز یہ کہ وطن عزیز میں اسلامی ،اخلاقی اور روحانی اقدار و روایات کو فروغ دے سکیں اور خوشی اور غمی کے مواقع پر اسلامی اور غیر اسلامی تہذیب میں فرق کر سکیں۔

یکساں قومی نصاب بلاشک وشبہ بڑا مفید اور گیم چینجر ثابت ہو گا۔ماضی میں لکھے جانے والے تمام مقالہ جات کی تجاویز و سفارشات میں ایک چیز مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کو مکمل طور پر ناظرہ پڑھانے کا اسکولز میں اہتمام ہونا چاہیے۔اور اس تجویز کو یکساں قومی نصاب کی پالیسی نے بطور خاص تسلیم کرتے ہوئے قرآن کریم ناظرہ کو پرائمری سطح کے لیے لازم قرار دے دیااور صرف یہی نہیں بلکہ ان موضوعات کو بھی پرائمری جماعت کا حصہ بنایا گیا جو اس سے پہلے اس لیول تک حصہ نصاب نہیں تھا۔اس نصاب تعلیم کی اہمیت اس وجہ سے بھی خاص ہے کہ یہ صرف نصاب اسلام آباد یا پنجاب یا سندھ کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ یکساں قومی نصاب ہے جو پورے ملک پاکستان کے شہریوں کے لیے ہے۔

فصل سوم:

پاکستان کی تعلیمی پالیسز میں پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے لیے اقدامات

اس فصل میں پاکستان کی تعلیمی پالیسیوں کا جائزہ لیا گیا ہے کہ پرائمری سطح پر اسلامیات کی تدریس کے حوالے سے قومی تعلیمی پالیسیوں میں کیا اقدامات کیے گئے ہیں اور ان کا نفاذ کس حد تک ہو رہا ہے۔ وطن عزیز کے وجود میں آنے کیساتھ ہی پہلی قومی تعلیمی پالیسی سے لیکر اب تک کی یکساں قومی تعلیمی نصاب کی پالیسی تک اسلامیات کی تعلیم اور تدریس کیلیے بلا شبہ ہر حکومت اور ماہرین تعلیم نے اس کی اشاعت و فروغ کیلیے کوششیں کی گئیں ۔ہر تعلیمی پالیسی میں اسلامیات کے حوالے سے کوئی نا کوئی شق ضرور ہے لیکن اس کی تدریس اور نصاب کی جانب کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں ہے۔ قومی تعلیمی پالیسیوں میں اسلامیات کے حوالے سے جو اقدامات کیے گئے ہیں وہ مختصرا درج ذیل ہیں۔

پاکستان کی تعلیمی پالیسز کا مختصر تعارف:

وطن عزیز پاکستان کا قیام ایک نظریے کی وجہ سے ممکن ہوا اور اس نظریے کے کئی مقاصد تھے جن میں سے اولین مقصد یہ تھا کہ ایک ایسے خطہ کا حصول ہو کہ جس میں مسلمان اسلام کے مطابق اپنی زندگیاں گزار سکیں۔ لہذا قیام پاکستان کے بعد اس چیز کا شدت سے احساس کیا گیا کہ اس وطن میں ایسے تعلیمی نظام کی ضرورت ہے کہ جس سے اس نوزائیدہ ملک کے مقاصد کا حصول ہو سکے اور اسلامی معاشرے کی تعمیر ہو سکے اور اسلامی کے زرین اصولوں کی پیروی کی جاسکے۔

قیام پاکستان کے بعد سے اب تک قومی تعلیم کو بہتر اور معیاری بنانے کے لیے نو قومی تعلیمی پالیسیاں اور اصلاحاتی ایجنڈے سامنے آ چکے ہیں۔ ان میں تازہ اور جدید نیشنل ایجوکیشن پالیسی 2017 ہے کہ جس میں سابقہ تمام پالیسیوں کی طرح بچوں کو بھی مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنا ہے۔ لیکن پھر بھی بد قسمتی سے تیئیس ملین بچے تقریبا اسکولز سے باہر ہیں۔ تو یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ ان پالیسیوں کے ناکافی نفاذ کی وجہ سے تعلیم کی موجودہ صورت حال کافی حد تک افسوس اور رحم کی قابل ہے۔ لہذا ذیل میں پاکستان کی تمام پالیسز میں اسلامیات کے حوالے سے جو اقدامات کیے گئے ہیں ان کا جائزہ لیا جائے گا۔

ا۔ پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس 1947:

وطن عزیز کے وجود میں آنے کے فورا بعد ہی قائداعظم محمد علی جناح نے تعلیم کی اہمیت و ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ایجوکیشنل کانفرنس 1947ء طلب کی۔ یہ کانفرنس 21 نومبر تا یکم دسمبر 1947ء

تک جاری رہی۔ تعلیمی پالیسی کو مرتب کرنے کے حساب سے یہ کانفرنس پہلی کاوش تھی۔اس کانفرنس کے صدر وفاقی وزیر تعلیم جناب فضل الرحمن نے کی اور اس کانفرنس میں پاکستان کی نظریاتی اساس کو اور لوگوں کی بنیادی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے تعلیم کو اسلامی رنگ دینے اور اسکی اشاعت و ترقی کے لیے بڑی جامع اور ٹھوس تجاویز پیش کی گئیں۔اس تعلیمی پالیسی کے تحت اسلامیات کے مضمون کے بارے میں درج ذیل اصلاحات پیش کی گئیں۔

1. "اسلام کی اساس پر اکمل و جامع نظام تعلیم کا قیام
2. عربی اور فارسی کی تعلیم و تدریس کو اولیں مقام حاصل ہو۔
3. ایسی تعلیمی پالیسی تشکیل دی جانی چاہیے جو اسلام کی آئینہ دار ہو۔
4. مرکزی ادارہ برائے تحقیقات اسلامی کا قیام عمل میں لایا جائے۔"[1]

ان گذشتہ مذکورہ اصطلاحات سے بات بالکل واضح اور ظاہر ہو جاتی ہے کہ وزیر تعلیم نے سیکولر طرز تعلیم سے علیحدگی کا اظہار کیا اور نظام تعلیم و تدریس کو نئے خطوط پر اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

قومی تعلیمی ماموریہ کمیشن 1959ءالمعروف شریف کمیشن:

5 جنوری 1959ء کو ایک تعلیمی کمیشن کا انعقاد ہوا ہوا۔اس کمیشن کا بنیادی کام یہ تھا کہ اس نے گذشتہ تعلیمی اصلاحات کا تنقیدی جائزہ لیا اور چند ماہرین تعلیم سے مشاورت کے بعد اپنی سفارشات مرتب کیں جو بعد میں شریف کمیشن کے نام سے مشہور ہوئیں۔اس قومی پالیسی کا نواں باب مذہبی اور دینی تعلیم کے متعلق ہے۔اس کمیشن کے تحت تعلیمی اداروں کے نصاب تعلیم کے لیے جو اقدامات تجویز کیے گئے او حسب ذیل ہیں۔

1) "پرائمری اور مڈل تک مسلم طلبہ کے لیے مذہبی تعلیم لازمی ہو گی۔
قرآن کریم کو ناظرہ سیکھنا، نماز کے لیے ضروری دعائیں اور قرآنی سورتیں یاد کرنا
قصص القرآن، سیرت طیبہ اور اسلامی تاریخ وادب کو اسلامیات کے نصاب تعلیم میں شامل کرنے کا کہا گیا۔

2) اساتذہ کے تربیتی کورسز میں اسلامیات کو لازمی قرار دیا گیا۔

3) قرآن و حدیث، اسلامی فقہ، تاریخ اسلام اور فلسفہ اسلامی نصاب کے لیے لازمی اجزاء تصور ہوا۔

1۔پروسیڈنگز، پاک ایجوکیشن کانفرنس 1947ء، وزارت داخلہ، ایجوکیشن ڈویژن، کراچی، حکومت پاکستان، قرارداد نمبر 8، ص 5

4) جامعات کو اسلامیات کے ماہر اور دانشور پیدا کرنے کے لیے دوسرے شعبوں کے برابر وظائف دیئے جائیں۔

5) اسلام پر تحقیق کی ترویج کے لیے عصری اور سائنسی علوم کو اسلامی اقدار کی اساس پر قائم کرنا۔"[1]

اس کمیشن کی رپورٹ میں مذہبی تعلیم کی اہمیت وضرورت کو تسلیم کیا گیا اور یہ کہا گیا ہے کہ پاکستان کی غالب اکثریت مسلمان ہے لہذا یہاں کے نظام تعلیم کو اسلامی نظریے کا حقیقی مظہر ہونا چاہیے۔

ا۔ قومی تعلیمی پالیسی 1966ء (جسٹس محمود الرحمن کمیشن رپورٹ):

شریف کمیشن کی تجاویز وسفارشات پر خاطر خواہ عمل نہ ہو سکا جسکی وجہ سے طلبہ اضطراب کا شکار ہوئے اور ہنگامے شروع ہو گئے۔ چنانچہ صدر پاکستان ایوب خان نے ان ہنگاموں کی وجہ معلوم کیں اور ان کے ازالے کے لیے جسٹس محمود الرحمن کی سربراہی میں 1966ء میں یہ کمیشن قائم کیا جس نے درج ذیل اقدامات کی سفارش کی۔

"۱۔ پرائمری میں ؛کلاس دوم سے اسلام کے پانچ بنیادی ارکان سے آشنائی، عربی حروف تہجی اور قاعدے کی تعلیم کے علاوہ نماز کے لیے چھوٹی سورتیں اور کلمے یاد کرنے کو لازم قرار دیا گیا۔

۲۔ ابتدائی سالوں میں مذہبی اور اخلاقی تعلیم با معنی اور سچی حکایات کے ذریعے سے دینا۔

۳۔ بچوں کو قصص قرآنی، سیرت طیبہ، سبق آموز کہانیاں اور مسلم اکابرین کے واقعات بتانے کے لیے ایک پیریڈ مخصوص کرنا تاکہ وہ انھیں ماڈل اور رہنماء بنا سکیں۔"[2]

اس تعلیمی پالیسی کی صرف اسلامیات کے حوالے سے جو تجاویز تھیں صرف اوپر ان کو ہی پیش کیا گیا ہے۔ اس پالیسی میں اس پر بہت زور دیا گیا کہ انسانی کردار سازی میں روحانی اور اخلاقی رہنمائی ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے لہذا پاکستان کے تعلیمی اداروں میں ایسی تعلیم دینا لازم وواجب ہے۔

1۔ رپورٹ، **شریف کمیشن 1959**، وزارت تعلیم، کراچی، حکومت پاکستان، پیرا نمبر 8، ص 210

2۔ ڈھڈی، نور احمد خان، انجینئر، **قرآن مجید کی تعلیم وتدریس کا فروغ اور قومی تعلیمی پالیسی 1998-2010**، مقالہ (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، سیشن 2001-2005) ص نمبر 125

نئی قومی تعلیمی پالیسی 1969ء (المعروف نور خان کی تعلیمی پالیسی):

نور خان نے ماہرین تعلیم، طلبہ، اساتذہ اور عوام کی آراء کی روشنی میں جولائی 1969ء میں اپنی سفارشات بعنوان "تجاویز برائے تعلیمی پالیسی" مرتب کی۔ اس تعلیمی پالیسی کو نور خان کی تعلیم پالیسی کہا جاتا ہے۔ اس کے صفحہ 15 آرٹیکل نمبر 8 میں مذہبی تعلیم سے متعلق سفارشات درج ذیل ہیں۔

"1۔ جامعات میں اسلام کی تحقیق و اشاعت کے لیے شعبہ اسلامیات کو تقویت دے کر ایسے لوگ تیار کرنا جو اسلام کی عملی نظیر ہوں۔

2۔ نصاب کو ایسے تیار کیا جائے کہ جس سے اسلامی تعلیمات کے تقاضے پورے ہو سکیں۔"[1]

قومی تعلیمی پالیسی 1972۔80 (عوامی حکومت کی تعلیمی پالیسی):

اس تعلیمی پالیسی کا آرٹیکل نمبر 14 مذہبی تعلیم کی سفارشات کے بارے میں ہے۔ جس کے تحت درج ذیل اقدامات کی سفارش کی گئی۔

1. "اس پالیسی میں کہا گیا ہے کہ میٹرک تک تمام سرکاری و پرائیویٹ اسکولز میں تعلیم مفت ہو گی۔
2. مسلم طلبہ کے لیے میٹرک تک اسلامیات لازمی ہو گی۔
3. اسلامیات کا نصاب اسلام کی روح اور اقدار کے مطابق ہو گا۔
4. تلاوت قرآن کے لیے علیحدہ ریڈیو، ٹیلی ویژن کی نشریات کا آغاز کرنا۔"[2]

1972ء سے 1980ء کی تعلیمی پالیسی میں یہ اعلان کیا گیا کہ تمام سرکاری اور پرائیویٹ سکولز میں تعلیم کا حصول مفت ہو گا۔ جب کہ اس سے پہلے کی پالیسیز میں اس طرح کی شق نہیں تھی۔ اس پالیسی کا خاصہ یہ بھی ہے کہ اس میں مسلمان طلباء اور طالبات کے لیے اسلامیات کو میٹرک تک لازمی کیا گیا۔

قومی تعلیمی پالیسی 1978۔79 (ضیاء الحق کی تعلیمی پالیسی):

جنرل محمد ضیاء الحق نے اکتوبر 1977 میں قومی تعلیمی کانفرنس بلائی جس میں ملک کے ماہرین تعلیم، اساتذہ اور طلبہ کو دعوت دی گئی۔ اس کانفرنس نے سیر حاصل مباحث کے بعد پورے نظام تعلیم کی تشکیل نو ضروری قرار دی۔ تعلیمی پالیسی 1979ء کی خاص بات تعلیم کا اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کی حکومتی سطح پر

1۔ **نئی تعلیمی پالیسی 1969ء**، آرٹیکل 8،2، (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز، وزارت تعلیم، حکومت پاکستان)

2۔ **تعلیمی پالیسی 1969ء**، ص 50،49

سنجیدہ کوشش ہے اور اسکی ایک خصوصیت ابتدائی سے اعلیٰ درجے تک کی تعلیم تمام کلاسوں کے نصاب سے نظریہ پاکستان اور اسلام سے عدم مطابقت والے ہر قسم کے مواد کا اخراج ہے۔

اس پالیسی کی اہم تجاویز جو پرائمری سطح پر اسلامیات کے حوالے سے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

"۱۔ پہلی سے دسویں تک تمام قسم کے تعلیمی اداروں میں اسلامیات کی تدریس لازم کرنا۔

۲۔ اسلام سے وابستگی ابھارنے کے لیے اسلامیات کے موجودہ نصاب کی ترتیب نو کرنا۔

جنرل ضیاء الحق کی تعلیمی پالیسی کو بقیہ سابقہ تعلیمی پالیسیز پر کچھ اعتبار سے برتری حاصل ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

اس تعلیمی پالیسی کے تحت قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں ایک جامع اور مکمل شریعہ فیکلٹی قائم کرنے کا طے ہوا۔ اس کے علاوہ اس پالیسی کا خاصہ یہ بھی ہے کہ اس میں عربی کی تدریس کے لیے شام کے اوقات میں تعلیمی اداروں کی تعلیمی عمارتیں استعمال کرنے کا اعلان ہوا۔ نیز اسلامیات اور عربی کی تدرسی کے لیے تمام سکولز اور کالجز میں انتظامات کیے گئے۔

قومی تعلیمی پالیسی1990(بے نظیر کی تعلیمی پالیسی):

اس قومی تعلیمی پالیسی میں اسلامیات کے حوالے سے چند تجاویز درج ذیل ہیں۔

"1۔ جماعت اول سے سوئم تک صرف دو کتب ہو نگی۔ ایک کتاب میں اسلامیات اور سائنس جیسے مضامین شامل ہونگے جبکہ دوسری کتاب حساب سے متعلق ہو گی۔

2۔ ناظرہ قرآن کی ابتداء جماعت اول سے ہو گی جس کی تکمیل اختتامی سال تک ممکن بنائی جائے گی۔

3۔ اسلامیات کا نصاب ایسے مرتب کیا جائے گا کہ جس کے ذریعے سے طلباء میں اسلام کو سیکھنے کی دلچسپی پیدا ہو سکے۔"[1]

1988ء میں صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی وفات کے بعد پیپلز پارٹی اقتدار میں آئی تو انھوں نے مارچ 1989ء میں اسلام آباد میں ایک تعلیمی کانفرنس منعقد کرائی جس میں اپنی سفارشات حکومت کو پیش کیں۔ اس کے تحت نئی پالیسی کی منظوری دی گئی۔ اس کے عملی نفاذ سے پہلے ہی بے نظیر کے حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ مگر حکومت نے اس کی سفارشات نافذ کر دی تھیں، اسے بے نظیر پالیسی یا پیپلز پارٹی کی دوسری تعلیمی پالیسی کہتے ہیں۔

1۔ **تعلیمی پالیسی1990**، پیرا نمبر 4،3،2،1،(کراچی: وزارت تعلیم، حکومت پاکستان)

قومی تعلیمی پالیسی 1992:

قومی پالیسی 1992 میں آرٹیکل تین مذہبی اور اخلاقی تعلم کی سفارشات پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ آرٹیکل 10،6،4 میں بھی اس ضمن میں چند تجاویز ہیں۔

1) "اسلامیات کے نصاب کی تشکیل نو کی جائیگی اور اسکا مرکزی نقطہ اسلامی اقدار پر اخلاقی تعلیم کی ترویج ہو گی۔
2) میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے لیے طلبہ پر لازم ہو گا کہ وہ ناظرہ قرآن مکمل کر چکے ہوں۔
3) درجات کے لحاظ سے مسلم فلاسفر کا کام اسلامیات کے نصاب کا لازمی حصہ ہو گا۔
4) اسمبلی اور مذہبی تعلیم کے پیریڈز میں قرآن و سنت کی روشنی میں طلبہ کی کردار سازی کی جائیگی۔
5) ادارہ برائے تحقیق و تعلیم اسلامیات کے نصاب اور تدریسی طریقوں پر تحقیق کرے گا۔
6) ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم لازمی ہو گی۔
7) کلاس اول تا سوئم اسلامیات، زبان-اور سائنس ایک ہی کتاب پر مشتمل ہو گی۔
8) اسلامیات کا نصاب طلبہ کے شعور کے مطابق ہو گا اور منکرات سے مبرا ہو گا۔"[1]

1990ء کے بعد انتخابات میں میاں نواز شریف ملک کے سربراہ بنے جنھوں نے 1990ء کی تعلیمی پالیسی منسوخ کر کے پارٹی ترجیحات کے مطابق نئی پالیسی وضع کرنے کا حکم دیا۔وزارتِ تعلیم نے بڑی محنت کے ساتھ ماہرین کی مشاورت سے ایک مسودہ تیار کیا جس کا اعلان 20 دسمبر 1992ء کر دیا گیا مگر چند ماہ بعد ہی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور تعلیمی پالیسی کا نفاذ پوری طرح نہ ہو سکا۔اس پالیسی کا خاصہ یہ ہے کہ اس میں اسلامیات کے نصاب کی تشکیلِ نو کا اعلان ہوا اور اس کا مرکزی نقطہ اسلامی اقدار پر اخلاقی تعلیمی کی ترویج کو قرار دیا گیا۔اس تعلیمی پالیسی کے چند اہم نقاط بقیہ سابقہ پالیسیوں سے الگ ہیں جن میں اسلامیات کے نصاب کو طلباء کے شعور کے مطابق اور منکرات سے پاک رکھنے کا تہیہ کیا گیا۔اس کے علاوہ مسلم اسکالرز کے لیکچرز کی ویڈیو فلمز بنا کر الیکٹرانک میڈیا پر نشر کرنے کا اعلان کیا گیا۔

قومی تعلیمی پالیسی 1998-2010:

میاں نواز شریف صاحب نے وزارت کا قلمدان سنبھالتے ہی وزیر تعلیم کو معاشرے کے سارے طبقات سے رائے لیکر تعلیمی پالیسی مرتب کرنے کا حکم دیا۔ کمیٹی نے اپنی تجاویز مرتب کر کے پالیسی کو

1۔ تعلیمی پالیسی 1992، پیرا نمبر 3،3،2،(کراچی: وزارت تعلیم، حکومت پاکستان)

1998ء میں نافذ کر دیا مگر 1999ء کے فوجی انقلاب میں جنرل پرویز مشرف نے نواز حکومت کا خاتمہ کر دیا۔اور اس فوجی حکومت نے پچھلی حکومت کی اکثر و بیشتر پالیسیوں کو جاری رکھا اور اس تعلیمی پالیسی کا تسلسل برقرار رہا۔اس پالیسی 1999ء کا باب نمبر 3 اسلامی تعلیمات کے لیے مختص ہے۔اور یہ بات بھی ضروری ہے کہ یہ پالیسی باقی گزشتہ پالیسیوں سے ممتاز ہے اسکی تفصیل درج ذیل ہے۔

1. "قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات کو سارے مضامین میں شامل کیا جائیگا۔
2. اسلامیات اور زبان عربی کے اساتذہ کرام کے مقام کو خصوصی عزت دی جائیگی۔
3. عمومی تعلیم کے اسکولز اور دینی مدارس کے تعلیمی نظام کے فرق کا خاتمہ عمل میں لایا جائیگا۔
4. قیمتی اور نایاب اسلامی کتب کی اشاعت کو یقینی بنایا جائیگا۔
5. تمام عسکری اور سرکاری تدریسی انسٹی ٹیوٹس میں اسلامیات کے مضمون کا نصاب کا لازمی حصہ بنایا جائے گا۔
6. گریجوایشن تک اسلامیات تمام تعلیمی اداروں میں بطور لازمی مضمون کے پڑھائی جائیگی۔
7. اساتذہ کرام کی قبل اور ملازمت کے بعد تربیت میں تعلیمات اسلامی کو نصاب کا لازمی حصہ بنایا جائے گا جبکہ ناظرہ اور قرآن کریم کے ترجمے کے لیے قاری اور اساتذہ الگ سے مہیا کیے جائیں گے۔
8. قرآن مجید کی تعلیم و تدریس اور ترجمے کے لیے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے اسلامی اقدار اور اس کے تعارفی پیغام کو عالمی سطح تک پہنچایا جائیگا۔
9. تحقیق اور تعلیم کے اداروں میں مختلف اسلامی کورسز اور اسلامی تدریس کے طرق پر ریسرچ ہوگی۔
10. مسلمان فلاسفرز کی تعلیمی اور عصری خدمات کو تعلیم کے مناسب درجہ پر نصاب کا لازمی حصہ بنایا جائے گا۔"[1]

اس تعلیمی پالیسی اور سابقہ پالیسی میں بڑا نمایاں فرق ہے۔اس پالیسی کے تحت قرآنِ مجید کی بنیادی تعلیمات کو تمام مضامین میں شامل کیا گیا۔ تمام سرکاری اور عسکری تدریسی اداروں میں اسلامیات کو نصاب کا لازمی حصہ بنایا گیا اور سب سے اہم بات یہ کہ اس پالیسی کے تحت گریجوایشن تک تمام تعلیمی اداروں میں

1۔ **تعلیمی پالیسی 1999**، پیرا نمبر 3.3،1 (کراچی: وزارت تعلیم، حکومت پاکستان)

اسلامیات بطور لازمی مضمون پڑھائی جائے گی۔ اساتذہ کی قبل اور بعد از ملازمت تربیت میں تعلیماتِ اسلامی کو نصاب کا لازمی حصہ بنایا گیا۔

قومی تعلیمی پالیسی 2017-2025:

قومی تعلیمی پالیسی 2017ء جس کا نفاذ آج تک ہے اسکی چند اہم سفارشات جو کہ پرائمری سطح پر اسلامیات کے مضمون کے حوالے سے ہیں۔ درج ذیل ہیں۔

1) ماضی کی طرح تمام عمومی اور پیشہ ورانہ اداروں میں گریجوایشن تک کلاس سوم سے انٹر میڈیٹ تک اسلامیات کو لازمی مضمون کے طور پر متعارف کرایا جائیگا۔ ابتدائی بچپن کی تعلیم اور کلاس اول سے دوم کے لیے اس کو اردو مضامین کی کتاب سمیت دیگر مضامین میں ضم کیا جائیگا۔

2) غیر مسلم طلباء کو جماعت سوم سے لیکر بارہویں جماعت تک لازمی طور اسلامیات کی تعلیم کی جگہ اخلاقیات کی تعلیم کی پیش کش کی جائیگی۔ اور انہیں ای سی ای اور پہلی جماعت سے کلاس دوم میں اسلام کے بارے میں سبق پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

3) اسلامک سٹڈیز {لازمی} جماعت سوم سے لیکر بارہویں جماعت تک لازمی ہو گیا اور اس میں قران کریم کے تیس پارے ناظرہ اور کچھ منتخب آیات اور سورتوں کا حفظ، تقریبا تین سو آیات اور مسنون دعائیں، احادیث، ایمانیات، عبادات، سیرت اور اچھے معاملات پر مشتمل ہوگی۔

4) عربی کو لازمی مضمون کے طور پر اسلامیات میں مڈل سے ہائر سیکنڈری سطح تک ضم کیا جائیگا تاکہ طلباء کو قرآن مجید کو سمجھنے کا موقع مل سکے۔

5) ایڈوانس اسلامیات کو ثانوی اور ہائیر سیکنڈری سطح پر اختیاری مضمون کے طور پر پیش کیا جائیگا جس میں اس کے مندرجات میں القرآن، حدیث، فقہ وغیرہ کا تفصیلی مطالعہ کیا جائیگا۔

6) عربی مضمون کو بطور اختیاری سبجیکٹ ثانوی اور ہائیر سیکنڈری سطح پر عربی ادب اور گرائمر کے ساتھ مناسب طریقے سے پیش کیا جائیگا۔ تاکہ سیکھنے والوں کو اس زبان میں مہارت حاصل ہو سکے۔

7) ملک اور بیرون ملک میں وظائف کے ذریعے سے عربی اور اسلامیات میں اعلی تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کرنے کے لیے ہر ممکن انتظام کیا جائیگا۔

8) نظریاتی علم کیساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کے عملی پہلوؤں کی بنیادی توجہ اسلامی خطوط خصوصا تعلیم و تربیت اور تزکیہ پر مسلمان طلبہ کی شخصیت کی ترقی کو یقینی بنایا جائیگا۔

9) امن، مساوات، اور انسانی حقوق کے سنہری اصولوں کو نصاب تعلیم اور اساتذہ کی تربیت میں شامل کیا جائیگا اور اسلامی تعلیمات کو پوری دنیا میں عام کیا جائیگا۔

10) نصاب اور نصابی کتب کے ذریعے سے امت مسلمہ اور عالمگیر اخوت کے تصور کو فروغ دیا جائیگا۔

11) اسلامیات، عربی اور تجوید قرآن کی تعلیم کے لیے اچھے اور اہل اساتذہ کا تقرر کیا جائیگا اور متعلقہ مضامین میں پیش خدمت اور پوسٹ سروس کی تربیت کا ان کے تدریس و تعلیم کے تجربے کو تازہ کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔

12) نجی شعبے میں معاشرے میں یکسانیت پیدا کرنے کے لیے سرکاری شعبے کے لیے اسلامیات، عربی اور اخلاقی تعلیم کے نصاب کو اپنایا جائے گا۔

13) اچھے اور معیاری چارٹس اور اسلامیات سے متعلقہ کتب کا اضافی معالعہ اسکولز اور مدارس میں چھاپ کر تقسیم کیا جائیگا۔

14) قرآن کریم کی تعلیم و تدریس کے حوالے سے قوانین پارلیمنٹ کے سامنے رکھا جائیگا جو پرے پاکستان میں نافذ ہو گا۔

15) اسلامی تعلیمات خاص طور پر اعلی سطح کی تعلیم پر تحقیق قومی، مقامی اور انٹرنیشنل لیول پر فراہم کی جائیگی۔"[1]

1۔عالیہ جبین، **اسلام آباد کے غیر سرکاری سکولوں میں تدریس و نصابِ اسلامیات کے اثرات**، مقالہ برائے ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی 2011-2013ء

تعلیمی پالیسیوں کا جائزہ:

ان مذکورہ تمام تعلیمی پالیسیوں کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے ایک ذی شعور انسان اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ علوم اسلامیہ کی اہمیت کو تو ہر جگہ تسلیم کیا گیا ہے مگر اقدامات تسلی بخش نہ تھے۔ اسلامی ریاست میں ان علوم کا جو مقام و مرتبہ ہونا چاہیے تھا وہ نظر نہیں آتا اور اسکی عملی کوئی نظیر بھی نہیں ہے۔ تعلیمی پالیسیوں میں علوم اسلامیہ کی تدریسی اہمیت کو جس قدر تسلیم کیا گیا ہے مگر اقدامات لیتے وقت اس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس 1947ء سے تعلیم کو1970ء تک مذکورہ اقدامات گواہ ہیں کہ اسلامیات کی تعلیم کو وہ حیثیت نہیں دی گئی جس کا تقاضا معاشرہ کرتا ہے۔

1947ء کی پروسیڈنگز سے معلوم پڑتا ہے کہ عمائدین علوم اسلامیہ کے فروغ کو انتہائی اہم قرار دیتے تھے۔ اسی لیے وزیر تعلیم نے نظام تعلیم و تدریس کے لیے اسلامی اصولوں کو بہترین ماخذ قرار دیا۔ اور اسی طرح قومی کمیشن1959ء کے تحت مذہبی تعلیم و تدریس کے لیے بڑی سفارشات نظر آئیں۔ اس کمیشن نے مذہبی تعلیم کی لازمی تدریس کے لیے یہ ضروری قرار دیا کہ نظام تعلیم اسلامی اصولوں کے تابع ہو۔ مختصر یہ کہ علوم اسلامیہ کی افادیت و ضرورت کی اس قدر تسلیم و رضا کے باوجود یہ کمیشن مطلوبہ اصلاحات نہ کر سکا اور ان اقدامات کا کوئی نتیجہ نظر نہیں آیا۔

> "کمیشن بسلسلہ مسائل و بہبود طلبہ 1966ء نے پچھلی قومی اسلامی پالیسیوں کی سفارشات اور لیے گئے اقدامات کی ناکامی کے ذمہ دار عوامل کی نشاندہی کی جس میں اہم ترین وجہ ریاستی عدم دلچسپی کو قرار دیا۔ اس کمیشن نے تسلیم کیا کہ اسلامی تعلیمات کے فروغ میں تعلیمی اداروں کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کمیشن نے بھارت میں قائم انڈین یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن1948ء کے ریمارکس کہ "روحانی تربیت کا تعلیمی اداروں سے اخراج تاریخی سچائی کی نفی ہے اور سیکولر مملکت کا مطلب مذہبی تعلیم کا انکار نہیں ہے اسلیئے کمیشن اسے رائج کرنے کی سفارش کرتا ہے" کے حوالے سے کہا کہ پاکستان جیسی مملکت میں تو اس تعلیم کی اساس کا مضبوط ہونا کہیں زیادہ ضروری ہے۔"[1]

> "نئی تعلیمی پالیسی1970ء نے علوم اسلامیہ کی تدریسی اہمیت کے پیش نظر ریاستی نظام تعلیم میں اسے اہم مقام دینے اور نصاب کی تشکیل نو سے اسے نظریہ پاکستان اور اسلامی تعلیمات کے تابع بنانے کی بات کی ہے۔"[2]

1۔ کمیشن مسائل و بہبود طلبہ 1966ء: ص57،56

2۔ نئی تعلیمی پالیسی، 1969ء، آرٹیکل 8-1: ص15

لیکن تعلیمی پالیسی 1972ء سے ایک نئے موڑ کا آغاز ہوتا ہے جب میٹرک تک اسلامیات لازمی قرار دیتے ہوئے آئینی طور پر اس کا فروغ ریاستی ذمہ داری قرار دیا گیا۔ اور اس کے بعد 1979 کی تعلیمی پالیسی میں اس تدریس کا اعلان گریجوایشن تک بڑھا دیا گیا۔ 1979ء کی تعلیمی پالیسی میں اسلام کو پاکستانیوں کی زندگیوں لازمی جزو قرار دیتے ہوئے اسے احسن اقدار کے فروغ اور قومی اخوت کا بہترین ذریعہ قرار دیا۔ اور ریاست سے کہا گیا کہ وہ تمام مضامین کا نصاب اسلامی اصولوں کے تابع رکھے اور تعلیمی اداروں میں اسلامیات اور عربی کی لازمی تدریس سے طلبہ میں عالمگیر مسلم امہ کا احساس بیدار کرے۔[1]

جدید عالمی تصور حیات کو مسترد کرتے ہوئے تعلیمی پالیسی 1992 نے جامع و اکمل اسلامی و آفاقی تصور حیات کو موزوں قرار دیا ہے کیونکہ اسی کی بدولت ہم مغرب کی سیاسی، سماجی، معاشی اور ثقافتی یلغار سے نئی نسل کو نجات دے کر متقابل ہونے کا حوصلہ پیدا کر سکتے ہیں۔

1998ء کی قومی تعلیمی پالیسی میں اسلامیات کے لیے سابقہ اقدامات کا شروع سے جائزہ لیا گیا اور اس کے عملی نفاذ میں سنجیدگی دکھائی گئی جبکہ قومی پالیسی 2009ء میں اعلی ثانوی سطح تک اسلامیات کی لازمی تعلیم اور پھر گریجوایشن تک تمام اداروں میں پڑھائے جانے کی بات کی گئی۔ 2009 کی قومی پالیسی کے پیرا نمبر 82 تا 83 میں گزشتہ بات کی تصدیق نظر آئے گی کہ اسلامیات کا نصاب قرآن کریم، ایمانیات، عبادات، سیرت طیبہ، اخلاقیات، حقوق العباد اور اسلام کی پر شکوہ اہم شخصیات پر مشتمل ہو اور ریاست اسلامیات، عربی کی تدریس اور قرآن کریم کی درست چھپائی ممکن بنائے گی۔

قومی تعلیمی پالیسی 2025-2017 میں بھی کچھ مذکورہ باتوں کا اعادہ کیا گیا۔ مختصر یہ کہ اس پالیسی میں اسلامک سٹڈیز (لازمی) کو جماعت سوم سے لیکر بارہویں جماعت تک لازمی کیا گیا۔ اور اس میں قران کریم کے تیس پارے ناظرہ، اور کچھ منتخب آیات اور سورتوں کا حفظ، تقریبا تین سو آیات اور مسنون دعائیں، احادیث، ایمانیات، عبادات، سیرت اور اچھے معاملات پر مشتمل ہو نگے جیسے طرز عمل، تقوی، حقوق العباد، روز بروز مسائل اور اسلام میں ان کا حل، اسلام کی ممتاز شخصیات وغیرہ۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ قرآن حکیم مکمل طور پر شامل نصاب نہیں ہے بلکہ اس کا منتخب حصہ شامل ہے اور نصاب کے اس انتخاب میں بھی ایک پالیسی شامل حال نظر آتی ہے۔ آٹھویں کلاس کے نصاب میں سورۃ یوسف کو نصاب کا حصہ بنا دیا گیا۔ ایک ذی شعور انسان آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخہ کے قصے سے طالبعلم کی ذہن سازی اور مخلوط تعلیم نظام پر کیا اثر ہو گا۔ وہ لاشعوری میں

1۔ قومی تعلیمی پالیسی 1979ء ص 48،49

بھی وہ ہی گمان کرے گا جو کہ تمام چینلز اور تمام ٹی وی کے پروگرامز میں دکھایا جاتا ہے۔رہی بات سیرت طیبہ کی تو اس میں بھی مخصوص باتوں کو نصاب کے لیے چنا گیا۔سیرت کے حوالے سے صرف چار چیزوں کو ہی تیسری جماعت سے گریجوایشن تک پڑھایا جاتا ہے جیسے صلح حدیبیہ کہ گریجوایشن تک اس کو شامل نصاب تو کیا گیا لیکن بات نامکمل۔ایسے معلوم پڑتا ہے کہ جیسے سیرت بتانا مقصد ہی نہ ہو بلکہ کفار اور غیر مسلموں کے بارے میں جو غیرت اور ایمانی جرات کی وجہ سے ایک دوری ہوتی ہے اسکو دوری کو مٹانا مقصد ہوتا ہے۔

اس ایمانی جرات کو کم کرنے کیلیے سیرت صرف خاص واقعات تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔انگریزوں کے تسلط سے پہلے برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں نے جو نظام تعلیم رائج کیا تھا اس میں علم و فن کی ترقی سے بڑھ تعمیر کردار اور تزکیہ نفس کو اہمیت حاصل تھی۔اس تعلیمی نظام میں معلم کو مرکزی مقام حاصل تھا۔استاد اپنی مسند پر جلوہ گر ہوتا تھا اور طلبہ ہر مضمون کے استاد کے پاس اس کے کمرہ جماعت میں حاضر ہو کر تعلیم حاصل کیا کرتے تھے لیکن آج کے نظام تدریس میں سکولز سے لیکر جامعات تک اساتذہ کو طلبہ کے پاس جانا پڑتا ہے۔اور آج تمام علوم کو چاہے وہ سیاسی،معاشی،سماجی ہوں یا معاشرتی یہاں تک کہ مذہبی علوم کو بھی اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی۔

باب سوم:

پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے طریقہ ہائے کار

فصل اوّل: پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے لیے روایتی طریقہ تدریس

فصل دوم: مظاہراتی اور سرگرمی پر مبنی طریقہ تدریس

فصل سوم: روایتی وجدید طریقہ تدریس کی روشنی میں مؤثر لائحہ عمل

پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے طریقہ ہائے کار

نبی کریم ﷺ کا اپنے طلباء سے تعلق ہمہ وقتی تھا۔ آپ ﷺ انکی اجتماعی زندگی کے علاوہ انفرادی زندگی میں بھی معلم تھے۔ اور ان کی انفرادی زندگی پر بھی نظر رکھتے تھے۔ نبوت کے اس کار عظیم کے انجام دینے کے نتیجے میں وہ عظیم الشان تعلیمی انقلاب برپا ہوا کہ جس کے اثرات آج کی دنیا پر بھی ہیں اور رہتی دنیا تک رہیں گے۔ اس تعلیمی انقلاب کا نتیجہ یہ نکلا کہ اونٹ چرانے والوں نے تہذیب کی شمعیں روشن کیں۔ بغداد اور قرطبہ کی یونیورسٹیاں تشنگان علم کی سیرابی کا باعث تھیں۔ اور قرون وسطی کا تاریک یورپ ان جامعات سے استفادہ کر کے اپنی نشاۃ ثانیہ کا اہتمام کر رہا تھا۔ قرطبہ ابوالقاسم زہراوی جیسی عظیم شخصیت فنون کا منہ بولتا ثبوت ہے ابوالقاسم زہراوی ماہر طب جانے جاتے تھے۔ اور اس دور میں طب کے حوالے سے تمام آلات اپنی نگرانی میں بنواتے تھے۔ ماہر طب ہونے کے ساتھ ساتھ وہ سرجن بھی تھے۔ مسلمانوں نے ہر دور میں ہر حوالے سے اپنی علم کی شمعیں روشن کیں۔ اسکے علاوہ البیرونی، محقق طوسی جیسی نامور شخصیت اسی تدریس کا منہ بولتا ثبوت ہے جو مدینہ میں ہوا کرتیں تھی۔ وقت گزرنے کیساتھ ساتھ امت مسلمہ اپنے منبع علم سے دوری کے سبب زوال کا شکار ہوتی چلی گئی۔ اور یہ سب ان کی غفلتوں اور راہ راست پر سے پھر جانے کا نتیجہ ہے۔

آپ ﷺ کے حکیمانہ طریق تدریس پر بہت زیادہ کتب لکھی جا چکی ہیں۔ اکیسویں صدی کے جدید ماحول میں بھی آپ ﷺ کے اسلوب تدریس اور طریق تعلیم میں وہ عمدگی، جاذبیت اور صلاحیت موجود ہے جس سے قوموں کے درمیان پرامن بقائے باہمی کی ضمانت حاصل کی جاسکتی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تدریس میں ہاتھ کا اشارہ کس چیز کی موجودگی یا پھر لکیروں سے اصحاب کو درس دیا کرتے تھے۔

جیسا کہ ایک حدیث میں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ سَمِعَ أَبَا حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ ، وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ" [1]

ہم سے محمد بن ابو بکر مقدمی نے بیان کیا، کہا ہم سے عمر بن علی نے بیان کیا، انہوں نے ابوحازم سے سنا، انہوں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کہ `رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”مجھے جو شخص دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز)زبان (اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز)شرمگاہ (کی ذمہ

1۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الایمان، باب حفاظۃ اللسان، ح6474

داری دیدے میں اس کے لیے جنت کی ذمہ داری دیتا ہوں۔''اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان اور شرمگاہ کی طرف اشارہ کیا۔

مختصر یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اسوہ ہی بہترین نمونہ ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر پہلے بھی مسلمان اپنا لوہا منوا چکے ہیں اور آج جب مسلمان زوال پذیر ہیں تو دوبارہ اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ آپ کے اسوہ پر عمل کیا جائے۔ نبی پاک ﷺ نے تدریس کیلیے کون کون سے طریقے استعمال کیے وہ اول باب میں بھی تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔اس باب میں اسلامیات کی تدریس کے حوالے سے تمام روایتی اور جدید طریقے بیان کیے جائینگے۔ جس نے آپ ﷺ کے طرق تدریس کے حوالے سے تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔ ﷺ کا طرق تدریس دیکھا جاسکے گا۔ کہ کس طرح آپ ﷺ اصحاب کو درس دیا کرتے تھے۔

پرائمری سطح کی تعلیم اور تدریس نہایت اہمیت کی حامل ہے چاہے وہ کوئی بھی مضمون کیوں نہ ہو۔اس مرحلے پر اگر نصاب اور تدریس کے بہترین طرق کو استعمال میں نہ لایا جائے تو کبھی بھی وہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے کہ جن کو سامنے رکھ کر بچوں کو تعلیم دینا لازم سمجھا جاتا ہے۔ عصر حاضر میں مدارس اور اسکولز میں اسلامیات کی تدریس کیلیے وہی روایتی طرق تدریس مستعمل ہیں کہ جن کے نتائج سب کے سامنے ہیں کہ پرائمری سے لیکر گریجوایشن تک اسلامیات بطور لازمی مضمون پڑھنے والا بچہ بھی دین کی بنیادی باتوں سے بالکل ناواقف اور نابلد دکھائی دیتا ہے۔ لہذا اس چیز کی اشد ضرورت ہے کہ طلباء کو اسلامیات کی تدریس جدید طریقوں سے کی جائے جیسے مسئلی طریقہ، منصوبی طریقی،انکشافی طریقہ، مظاہراتی طریقہ اور سرگرمی پر مبنی طریقہ تعلیم ہے۔اس باب میں ان تمام طرق کی خوبیوں وخامیوں پر بحث کی جائیگی اور موثر لائحہ عمل کی نشاندہی کی جائے گی۔

فصل اوّل:

پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے لیے روایتی طریقہ تدریس

چونکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور اسی لئے پاکستان کے تعلیمی نظام میں اسلامیات کے نصاب کا شمول انتہائی ضروری ہے اور اسلامیات کے نصاب کو پڑھانے والے اساتذہ کا کردار بھی سب سے اہم ہے۔ پرائمری سطح پر اول سے لے کر پنجم جماعت تک طالب علم بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں اس لئے اسلام کی تعلیمات ان کے لیے بہت ہی بنیادی کردار ادا کرتی ہیں وہ تعلیمات ان پر کس طریقہ یا کس لائحہ عمل کے طور پر پہنچائی جاتی ہیں اس کا جائزہ لینا انتہائی ضروری ہے ۔ کیونکہ چھوٹی عمر کے بچوں کو سکھانے کے لیے ایک بہت ہی نازک طریقہ کار کو اپنانے کی ضرورت ہوتی ہے خاص طور پر اسلامیات جیسے اہم ترین نصاب کے لئے۔ کیوں کہ نو عمر طالبعلموں کے ذہن اسکول میں آ کر ہی بنتے ہیں۔ ان کا زیادہ تر وقت اسکول میں ہی گزرتا ہے۔ تو لہذا یہ حکومت وقت کا فرض بنتا ہے کہ وہ نو عمر طالب علموں کو اسلامی طرز عمل پر چلانے کے لئے تدریس اسلامیات کو فروغ دیں۔

روایتی طریقہ کار کو مد نظر رکھ کر اسکول میں اول جماعت تک سے پہلے نو عمر طالب علموں کو نرسری اور پریپ کی جماعت سے گزارا جاتا ہے۔ جہاں اسلامیات کی بجائے اردو کے نصاب پر توجہ دی جاتی ہے تاکہ طالبعلم اسلامیات کے الفاظ کو پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہو جائے۔ مگر سکول میں داخل ہونے سے پہلے ان کو قرآن پاک نورانی قاعدہ کی صورت میں سکھانا شروع کر دیا جاتا ہے ۔ اس لئے نرسری اور پریپ جماعت میں اسلامیات کے بنیادی الفاظ بچے کے ذہن میں ڈالے جاتے ہیں۔ جماعت اول سے لے کر پھر اسلامیات کا نصاب شروع کروایا جاتا ہے جس میں اسلامی تاریخ کے مشہور واقعات، قصے اور انبیاء کے معجزوں کا ذکر ہوتا ہے۔ پھر اس سے اگلی جماعتوں نے طالب علموں کو اسلامیات کے حوالے سے مزید نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ جس میں قرآن شریف سے لی گئی مختلف صورتیں اور صحیح حدیث اور مسلم کی چند احادیث کو پڑھایا جاتا ہے۔ جس نے طالب علم کو اسلامی طرز کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے ذہنی طور پر بنایا جاتا ہے۔ اس فصل میں ہم اسلام میں اساتذہ کا کردار و اہمیت کے حوالے سے بات کریں گے۔ جہاں ہم احادیث کی روشنی میں اساتذہ کا کردار بیان کریں گے۔ اور اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھ کر اسلامیات کا طرق تدریس کے حوالے سے طالب علموں کا مقصد بیان کریں گے۔ جہاں پر ہم منطقی طریقہ، انکوائری اور روایتی طریقہ کو مد نظر رکھیں گے۔ اور مزید یہ کہ ان مختلف روایتیں منطقی اور انکوائری طریقوں کو زیر غور کر تنقیدی جائزہ

لیں گے اور پھر ان طریقوں کی خوبیوں اور خامیوں پر تبصرہ بھی کریں گے۔اسلام میں اساتذہ کے کردار کو بہت اہمیت دی گئی ہے کیونکہ بچپن سے ہی ایک طالب علم اپنے والدین کی نسبت اساتذہ کی سرپرستی میں زیادہ دیر تک ہوتا ہے۔

اسلام میں اساتذہ کا کردار اور اہمیت:

قران اور احادیث کی روشنی میں اساتذہ اور ان کے کردار کی اہمیت کو بخوبی واضح کیا گیا ہے-ہمارے پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ))[1]

ترجمہ: میں تمہارے لیے بمنزلۂ والد ہوں، تمہیں تعلیم دیتا ہوں۔

اللہ کی نازل کردہ پاک کتاب قرآن مجید میں بھی سب سے پہلے اقراء یعنی تو پڑھ کا حکم آیا ہے-اسی حکم سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام میں تعلیم کو کتنی اہمیت حاصل ہے-اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو پہلی وحی میں ہی پڑھنے کی تلقین کی-قران مجید کے مکمل نازل ہونے کے دوران کئی مرتبہ آپ صلی الہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی تعلیمات سکھانے کی بھی تلقین کی گئی-اوپر دی گئی حدیث میں یہ واضح ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے نہ صرف اپنی زندگی کو بطور نمونہ پیش کیا بلکہ ہمیں قرآن مجید کو شروع سے لے کر آخر تک سکھانے میں بھی بھرپور کردار ادا کیا-اسلامی شریعت میں تعلیم کو ایک امانت سمجھا جاتا ہے -اسلام میں صاحب علم کو اپنا علم آگے لوگوں تک پہچاننے کی تلقین کی گئی ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ جو علم اس کے پاس ہے وہ دوسروں کی امانت ہے-

مؤثر تدریسی نظام اور اس کی اہمیت:

> "علم کا موجود ہونا اور اسے دلکش اور دل پذیر انداز میں پیش کرنا ایک فن ہے-تدریسی نظام کے طریقہ کار کو مؤثر کن بنانے کے لئے اساتذہ کا کردار انتہائی اہم ہوتا ہے- تعلیمی نصاب میں بوریت کو بھگانے میں بھی استاد کا اہم کردار ہوتا ہے اور ایک اچھے بھلے دلچسپ نصاب کو بور بنانے میں بھی استاد کا ہاتھ ہوتا ہے-"[2]

استاد کا تدریس اسلامیات کے لیے اپنائے گئے طریقے کی نوعیت کا چناو بھی تعلیمات کو مؤثر طریقے سے ایک طالبعلم تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔اب یہ استاد پر منحصر ہے کہ وہ تدریس کے

1۔ابوداود، **سنن ابی داود**، باب کراھیۃ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ، ح8

2۔ گوہر، فاروق، **موثر تدریسی خصوصیات**، (حیدر آباد، جامعہ عثمانیہ 2021) ص 121

لیے کون سا طریقہ استعمال کرتا ہے۔ پرائمری تک کے بچے ابھی چھوٹے ذہن کے ہوتے ہیں۔اس لئے ان کو سکھانے میں مناسب طریقہ استعمال کیا جاتا ہے جس سے وہ نہ صرف نصاب ختم کریں بلکہ اس نصاب سے سیکھ کر تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش بھی کریں-اسلامی تعلیمات کا سب سے اہم ترین مقصد طالب علموں کو اپنی آنے والی زندگی میں ایک بہترین شخصیت بنانا ہے۔اور دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کے لیے اللہ کے بنائے گئے اصول وضوابط پر عمل کرنا ہے-لہٰذا جب تک اللہ کے احکامات انسانی زندگی میں ازل سے لے کر شامل نہ کیے جائیں، تب تک کوئی انسان دنیا وآخرت میں کامیاب نہیں ہو سکتا-ان تعلیمات کو انسان کی عملی زندگی میں لاگو کرنے کے لئے سب سے پہلا کردار استاد کا ہوتا ہے-وہی بچوں کے ذہن میں زندگی گزارنے کا مثبت یا منفی زاویہ قائم کرتا ہے۔

تدریس اسلامیات میں رائج مختلف طریقہ ہائے تدریس:

وطن عزیز پاکستان میں تمام اسکولز میں ہر مضمون کی تدریس کے لیے مختلف طرق تدریس کو استعمال کیا جاتا ہے ان میں سے اکثر طریقے روایتی اور قدیم ہیں۔ذیل میں ان کا بڑی تفصیل سے جائزہ لیا جائیگا۔دراصل تدریس سے مراد دو ذہنوں کا باہمی معاملہ ہے۔اس میں ایک ذہن اثر پزیر اور خام ہوتا ہے جبکہ دوسرا ذہن مضبوط اور اثر انگیز ہوتا ہے۔دوسرے الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ تدریس ایسا عمل ہے کہ جس کے ذریعے سے کسی گروہ کے پختہ کار افراد کم عمر اور خام طبع افراد کی رہنمائی کرتے ہیں اور انھیں زندگی کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے قابل بناتے ہیں۔

تدریس در حقیقت ایک ایسا فن ہے جس سے یہ معلوم پڑتا ہے کہ کس طریقے سے طلباء کی اچھی رہنمائی ممکن بنائی جا سکتی ہے۔کچھ جدید نظریات کے مطابق طرز عمل، عادات، ذوق اور مہارتوں کی نشوونما کرنا عمل تدریس کہلاتا ہے۔کسی بھی چیز کو سمجھنے یا سمجھانے کا طریقہ ہوتا ہے اور مناسب طریقے کے بغیر کوئی چیز سمجھنا یا سیکھنا مشکل ہوتا ہے۔تدریس دراصل ایک فن ہے اور اس فن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح طلباء کی رہنمائی کی جائے اور اس لحاظ سے تدریس کے مختلف طریقے ہیں۔اسلامیات کی تدریس کیلیے اب تک جن طرق تدریس پر عمل کیا جا رہا ہے ان روایتی طریقوں میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

- روایتی طریقہ تدریس(Lecture Method)
- انکوائری(تجسس)کا طریقہ(Method of inquiry (curiosity))
- منطقی طریقہ(Logic Method)
- تفویضی طریقہ (Assignment Method)

- مسئلے کو حل کرنے والا طریقہ(Problem Solving)
- مباحثی طریقہ(Discussion Method)
- طریقہ الترجمہ(Translation Method)

روایتی طریقہ تدریس(Lecture Method):

یہ طریقہ تدریس بہت قدیم اور مشہور ہے۔اس طریقہ میں استاد تقریر کے ذریعے سے طلباء کو کچھ واضح کرتا ہے۔استاد اس طریقہ میں فعال اور طلباء غیر فعال ہوتے ہیں۔استاد تمام معلومات اور حقائق کو ایک منظم ترتیب کیساتھ طلباء کے سامنے بیان کرتا ہے۔تمام متعلمین خاموشی سے استاد کے لیکچر کو سنتے ہیں اور اس کو یاد اور اہم نکات کو نوٹ کر لیتے ہیں۔یہ طریقہ تدریس بہت پرانا ہے لہذا وقت کیساتھ ساتھ اس میں اصلاحات اور ترامیم کی گئی ہیں۔جیسا کہ بعض اساتذہ کے خیال میں تقریر کے دوران سوالات نہیں ہونے چاہیے جبکہ بعض کے نزدیک دوران تقریر سوالات کر لینے سے کوئی حرج واقع نہیں ہوتی۔اس کے علاوہ یہ کہ اس طریقہ میں استاد خود بھی گاہے بگاہے طلباء سے سوالات کرتا رہتا ہے اور طلباء کے فہم و ادراک اور معلومات کا جائزہ لیکر آگے چلتا ہے۔ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور واقع ہوتی رہی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے بھی اس طریقہ سے اپنے تلامذہ کو فیض یاب کیا۔آپ کا انداز اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ ہر ذی شعور فرد آسانی سے آپ کی بات کو سمجھ لیتا۔آپ ﷺ کی تقریر نہایت شیریں،واضح اور مختصر ہوتی مگر جامعیت سے بھرپور ہوتی۔آپ ﷺ کی زبان مبارک بہت سادہ اور فصیح ہوتی،آواز معتدل اور صاف ہوتی تھی۔غرض یہ کہ آپ ﷺ کی گفتگو الفاظی کے انتخاب اور انداز سے مکمل آراستہ ہوتی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ تقریری طریقہ سے بعض مضامین کو پڑھانا ضروری ہوتا ہے جیسا کہ شہریت،جغرافیہ اور تاریخ وغیرہ۔تقریری طریقہ کے موثر ہونے کے لیے بنیادی اور اہم چیز یہ ہے کہ اس کو کن حالات میں اور کیسے اختیار کیا جائے۔اس طریقہ کی کچھ خوبیاں اور خامیاں درج ذیل ہیں۔

خوبیاں:

1) استاد نہایت آسانی سے اپنا مافی الضمیر طلباء تک پہنچا لیتا ہے۔

2) س طریقہ تدریس میں استاد طلباء کو ایک جگہ اکٹھا کر کے آسانی سے معلومات مہیا کر لیتا ہے۔اور مختصر وقت اور جگہ میں زیادہ طلباء کو سمجھایا جا سکتا ہے۔

3) عمدہ اخلاقی اور معلوماتی درس دینے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔

خامیاں:

۱۔ اس طریقہ تدریس میں پیچیدہ اصطلاحات اور سائنسی نکات کی تشریح اور تفہیم مشکل امر ہے۔

۲۔ اس طریقہ میں کامیاب معلم وہ ہوتا ہے کہ جس کو زبان اور بیان پر عبور ہو۔

۳۔ طلباء کو اپنے طور پر خیالات کے اظہار کا موقع نہ ملنے سے بہتر آموزش نہیں سکتی۔

انکوائری(تجسسی)کا طریقہ(Method of inquiry (curiosity)):

انکوائری کا طریقہ دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ یہ طریقہ نادانستہ طور پر بھی بچے اپنے گھروں میں بھی اپنے ماں، باپ یا دادا، دادی سے لاہور کی تاریخ کے قصے سنتے ہوئے بھی استعمال کرتے ہیں۔ پرائمری تک کے بچے سکولوں کے ساتھ ساتھ گھروں میں بھی اسلامی تعلیمات اکٹھا کر رہے ہوتے ہیں۔چونکہ چھوٹی عمر میں بچے تجسس سے بھرپور ہوتے ہیں اس لیے یہ طریقہ بہت مفید ثابت ہوتا ہے۔

"اساتذہ اس کا استعمال مؤثر طریقے سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سکول البتہ خود انکوائری نہیں کر سکتے ہیں وہ تعلیمات اگر ان کو سامنے سے بتائے جائیں ممکن ہے کہ وہ بات کو سننے پر زیادہ دھیان نہیں دیں گے۔ بات سننے سے زیادہ خود کسی چیز کو کھوج کر اس کا حل یا اس کے بارے میں معلومات نکالنا ذہن نشینی کے لئے زیادہ مفید رہتا ہے- کامیاب اساتذہ بچوں کی ذہن نشینی کے لئے اس طریقے کو اپناتے ہوئے یہ کوشش کرتے ہیں کہ بچوں کے ذہن میں جس قدر ہو سکے اس کو قائم کیا جائے۔ اس کو مٹانے کے لیے اسلامی قصے اور تاریخی واقعات انبیاء کے معجزات بھی زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کریں۔ تجسسی طریقے سے حاصل کی گئی معلومات بچوں کے ذہن میں تاحیات ذہن نشین رہتی ہیں۔"[1]

1۔رانا شاہد، **تدریسی حکمت عملی**،(لاہور: مجید بک ڈپو،اردو بازار) 2014ص58

منطقی طریقہ(Logical Method):

اس طریقہ تدریس میں دو طریقوں کو ملا کر تدریس کی جاتی ہے۔ایک استخراجی اور دوسرا استقرائی طریقہ۔ان میں استقرائی طریقہ زیادہ قابل قبول ہے۔استخراجی طریقہ تحلیلی یا تجزیاتی طریقہ بھی کہلاتا ہے جو اصولوں ، قاعدوں اور ریاضی کے فارمولوں کیلیے بہتر ہوتا ہے۔اسلامیات میں عام طور پر استخراجی (Deductive)اوراستقرائی(Inductive)طریقوں کو ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔اس میں طلباء کو نفس مضمون براہ راست نہیں بتایا جاتا بلکہ اولا ایک مثال کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور پھر اس تجزیے کا اطلاق بہت سی مثالوں پر کیا جاتا ہے۔اس میں اطلاق یا استقرائی انداز میں سوالات کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔اس کو طلبہ کی ذہنی سطح کے برابر استعمال کیا جاتا ہے اور طلباء کی سابقہ معلومات کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔اگر استقرائی اور استخراجی طریقوں کا آپس میں موازنہ کیا جائے تو ہمیں منطقی طریقہ کے بارے میں صحیح رائے کا پتہ چلے گا۔استقرائی طریقہ میں پہلے مسئلے کو یا کسی حقیقت کو پوری طرح سمجھ کر اس کے بعد متعلقہ حقائق و شواہد کی تلاش کی جاتی ہے۔اسکے بعد جمع شدہ ان حقائق کی پوری احتیاط سے چھان بین کی جاتی ہے اور ان کا موازنہ کیا جاتا ہے۔اور متعلق و غیر متعلق باتوں کو الگ کر کے مطلوبہ مواد اکٹھا کرتے ہیں اور اس میں قطع و برید کر کے اور ترتیب دیکر نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔اور پہلے سے جمع شدہ حقائق و شواہد کی مدد سے خاکہ بھی تیار کیا جاتا ہے۔

استخراجی طریقہ کار میں کوئی نظریہ جو پہلے سے موجود ہوتا ہے اسکی صداقت کو پرکھنے کیلیے خاص واقعات کا موازنہ کیا جاتا ہے۔اور یہ ہر قسم کے مسئلہ میں پہلا قدم ہے۔کیونکہ وجود کا احساس نہ ہونے سے اس کے حل اور شعور کا احساس حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔اس لیے مسئلہ کی اصل حقیقت حقیقت کو جان کر اس کو حل کرنے اور تجزیاتی جانچ پڑتال کرتے ہیں اور فیصلہ کے غلط ہونے کی صورت میں نیا حل تجویز کر کے یہی عمل دہرایا جاتا ہے۔یعنی اس میں پچھلے تجربات کی تصدیق کی جاتی ہے۔چنانچہ منطقی طریقہ ان دونوں کے اشتراک سے وجود میں آتا ہے۔اس کو مسئلی طریقہ بھی کہتے ہیں۔

تفویضی طریقہ(Assignment Method):

یہ طریقہ خصوصا ثانوی اور اعلی کلاسوں میں اسلامیات کی تدریس کیلیے بہت مناسب و موزوں ہے۔اس میں استاد اہم موضوعات پر گفتگو کرتا ہے۔اور طلبہ میں دلچسپی پیدا کرتا ہے اور ان میں تفویض کو سرانجام دینے کا صحیح شعور پیدا کرتا ہے۔

"یہ طریقہ تدریس ایک طرح سے غیر رسمی تعلیمی عمل کا حامل ہوتا ہے اور اسکی مدد سے تعلیمی مقصد کو بڑھایا جاتا ہے۔یہ تحریکی ہوتی ہے۔یہ آموزش کو بڑھاتی ہے۔تدریس اسلامیات میں طلبہ کے

سامنے استاد بنیادی معلومات فراہم کرتا ہے اور پھر ان کو متعلقہ حوالہ جات کیلیے کتب اور رسالوں کے بارے میں بتاتا ہے۔اسلامیات میں اساتذہ کرام قرآنی آیات یا اسلامی موضوعات کی وضاحت و تشریح مناسب انداز میں کرنے کے بعد طلبہ کو ایسی تشریحات کی طرف متوجہ کر سکتے ہیں جو کہ طلباء کیلیے مناسب ہو۔یہ طریقہ آیات کی تفسیر کیساتھ ساتھ معاشرتی آداب اور معاشرتی اخلاقیات کے بارے میں بھی اختیار کر سکتے ہیں۔"[1]

اس طریقے کو تالیفی طریقہ بھی کہتے ہیں۔طلبہ دیے گئے مضمون یا موضوع پر مقالہ تحریر کرتے ہیں۔بعض دفعہ دو یا دو سے زائد طلبہ مل کر اسے تحریر کرتے ہیں۔معلم ہر مرحلے پر طلبہ کی نگرانی کرتا ہے یعنی موضوع کے چناؤ، خاکے کی تیاری اور فہرست کی تیاری میں مدد دینا۔اس طرح استاد طلبہ کو لکھے ہوئے مسودے پر مناسب اصلاح کرتا ہے۔مثال کے طور پر اسلام میں نظام حکمرانی کے طریقے پر طلبہ کو تین سے زائد کتابیں مع درسی کتاب بتا کر انھیں نظام حکمرانی کے مختلف پہلوؤں، مثال کے طور پر خلافت، امامت اور طریق انتخاب جیسے موضوعات پر مواد جمع کر کے مقالہ لکھنے کیلیے کہہ سکتا ہے۔طلبہ کو یہ بھی بتا سکتا ہے کہ قرآن، حدیث اور فقہ کی کتب میں کیا لکھا ہے اور وہ دوسری کون سی کتابوں سے مدد لے سکتے ہیں۔عام طور پر یہ طریقہ کافی دقت طلب ہوتا ہے اسلیے موضوع مختصر ہونا چاہیے۔

خوبیاں:

اس طریق کار کی تدریس سے طلبہ میں تخلیقی صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی ہے۔کیونکہ وہ کتاب سے رٹنے یا استاد کے بولے ہوئے الفاظ کو لکھنے یا یاد کرنے کی بجائے خود اپنے الفاظ میں معلوماتی مواد کو تحریر کرتے ہیں۔طلبہ کو اگر تفویض کی ضرورت واہمیت واضح کی جائے تو وہ دلچسپی سے کام کرتے ہیں۔اور اس طرح وہ خود عملی طور پر آموزش میں شریک ہوتے ہیں۔

طلبہ صرف سننے اور پڑھنے کے بجائے خود اپنے طور پر مواد کو اکٹھا کر کے ترتیب سے نوٹ کرتے ہیں۔عام طریقوں سے یاد کرنے کی نسبت اس طرح ان کا تعلم پختہ ہوتا ہے اور کافی دیر تک ذہن میں موجود رہتا ہے۔طلبہ کی مجموعی لیاقت میں اضافہ ہوتا ہے اور طلبہ کی تحریری قوت اور صلاحیت کی بہتر طور پر نشوونما ہوتی ہے۔

طلبہ ایک موضوع کے متعلق مختلف حوالہ جات کا مطالعہ کرتے ہیں۔جس سے ان میں تبصرے اور تنقید کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

ا۔رانا شاہد، **تدریسی حکمت عملی**، ص62

طلبہ میں کتب کا مطالعہ کرنے اور اپنے اسلاف کی تحریروں کا مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

طلبہ میں اسلامی موضوعات کے بارے میں معلومات جمع کرنے اور جاننے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

خامیاں:

معلم صرف موضوع چن کر اور رہنمائی کر کے بے فکر ہو جاتا ہے۔ تو طلبہ ناپختہ ذہن کی بدولت بہتر طور پر فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس طریقہ کا دورانیہ بہت طویل ہوتا ہے اور اس طرح نصاب پر عبور حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اکثر اوقات کتب کی عدم دستیابی سے طلبہ کو خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا۔ صرف وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔ بعض ذہین طلبہ کام میں دلچسپی تو لیتے ہیں مگر درمیانے یا کم ذہین طلبہ دوسروں کی نقل کر کے جان چھڑانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اس طرح ان میں نقل کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

مسئلے کو حل کرنے والا طریقہ (Problem Solving Method):

اسلامی تعلیمات کو صرف مضمون کی حد تک رکھنے کی بجائے بچوں کی عملی زندگی پر سرایت کرنے کے لئے یہ طریقہ انتہائی بہترین ہے۔ بلاشبہ تدریس اسلامیات کا مقصد کم عمر بچوں کو مضمون پڑھانا اور اگلی جماعت میں منتقل کرنا نہیں ہے۔ اس کا بنیادی مقصد بچوں کو کامیاب ترین انسان بنانا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے پیش کیے ہوئے عملی نمونوں کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین کرنا ہے۔ لہذا اساتذہ اگر اس طریقہ تدریس کو مؤثر طریقے سے استعمال کرے، تو تدریس اسلامیات کا مقصد پورا ہو جائے۔

اس طریقے کے مطابق اساتذہ طالب علموں کا آپس میں ہی کوئی ایک مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ اور باقی تمام بچوں کو اسی واقعے کا حوالہ دیتے ہوئے مسلے کا حل بتاتے ہیں۔ اور مسائل کے مثبت اور منفی پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے طالب علموں کو اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے وہ مسئلہ اور ان کا حل دیکھتے ہوئے طالب علم یہ بخوبی جانتے ہیں کہ استاد کی دی گئی تعلیمات کے مطابق صحیح اور غلط میں کیا فرق ہے۔ یہی صحیح اور غلط میں فرق کرنا تدریس اسلامیات کا بنیادی مقصد ہے۔

مباحثی طریقہ (Discussion Method):

بحث کے ذریعے سے مسائل کا حل نکالنا ایک پرانا طریق کار ہے۔ اور آج بھی یہ طریقہ اپنے عروج پر ہے۔ طریق تدریس میں اگر بحث مباحثہ اچھے اور منظم انداز میں ہو تو یہ حصول علم کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس طریق کار میں استاد اپنے تلامذہ کو ایک مسئلہ بیان کرتا ہے اور طلبہ کو اس پر اپنی سابقہ معلومات کی بنیاد پر بحث کی دعوت دیتا ہے اور آخر پر استاد پھر خود اس کی وضاحت کرتا ہے۔ یعنی اکثر

موضوع کی مخالفت یا حق میں بولنے کی دعوت دیکر معلم آخر میں ساری بحث کو سمیٹ کر موضوع کے متعلق حتمی رائے یعنی خوبیاں یا خامیاں بیان کرتا ہے[1]۔

تاریخ اسلام میں اس طریقے کی تدریس کی بہت اہمیت ہے۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کئی ایسے موقعے آئے کہ جب آپ نے صحابہ کو آزادانہ اظہار رائے کا حکم فرمایا مثلاً آپ ﷺ سوال کیا کرتے تھے کہ پہلوان کون ہے؟ صحابہ مختلف جوابات دیتے اور آخر میں رسول ﷺ خود وضاحت فرمایا کرتے تھے۔

مباحثی طریقے کی خوبیاں:

اس طریقے میں طلباء پر اعتماد سے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور انکو دوسرے ساتھیوں کی آراء سننے کا موقع بھی ملتا ہے۔ طلبہ میں اپنے نقطہ نظر کو ترتیب دینے کی صلاحیت ابھرتی ہے اور بہتر انداز میں بیان کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ مختلف آراء کا موازنہ کر کے اچھی رائے کی پرکھ کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

1. مل جل کر بحث کرنے سے اجتماعی شعور اور ملی احساس پیدا ہوتا ہے۔
2. عام نصاب سے ہٹ کر طلبہ کی تدریس ہوتی ہے اور ان میں اسلام پر غور و فکر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور انکے اذہان میں کشادگی آتی ہے۔
3. طلباء میں کتابی کیڑا بننے اور اندھی تقلید کے بجائے خود پرکھ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اس طرح وہ دین میں سمجھ بوجھ حاصل کر سکتے ہیں۔
4. اس طریقے میں طلباء کے سامنے مختلف اسلامی موضوعات کے پہلو آتے ہیں اور انکی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔
5. طلبہ میں تحقیق کا جذبہ ابھرتا ہے اور انکے خیالات میں وسعت آتی ہے۔ اور انکی ذہنی ورزش ہوتی ہے۔

خامیاں:

کچھ طلباء اس آزادی رائے کو غلط استعمال کرتے ہیں۔

بعض دفعہ طلبہ ہٹ دھرم اور ضدی ہو جاتے ہیں۔ انکا لہجہ نامناسب ہوتا ہے۔

اس طریق کو تعلیمی فائدے کے بجائے محض تفریح سمجھا جاتا ہے۔

۱۔ مریم خنساء، **ہمارا نظام تعلیم**، (لاہور: قدیمی بک ڈپو، 1998ء) ص23

بحث طویل ہوتی ہے اور وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔

ہوشیار اور تیز طلباء متوسط طلباء کو سامنے آنے کا موقع نہیں دیتے۔

اور متوسط طلباء احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔اور بجائے فائدے کے بد نظمی اور انتشار جنم لیتا ہے۔

طریق الترجمہ(Translation Method):

یہ طریق کار بھی بہت قدیم ہے اور زبان کی تدریس میں بہت اہمیت کے حامل ہے، جب ایک زبان سے دوسری زبان میں کسی متن کو واضح کرنا ہو تو یہی طریقہ مستعمل ہوتا ہے۔یہ طریق کار اسلامی تاریخ کے ہر دور میں مستعمل رہا ہے۔

"اگرچہ جدید طریقہ تدریس ترجمے کے بجائے براہ راست طریقے سے زبان کی تدریس کا حامی ہے لیکن ابھی تک ایسا ممکن نہ ہو پایا۔اسکی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں جن میں سے دو یہ ہیں کہ ایک تو زبان غیر ہوتی ہے اور دوسرا بولنے چالنے کا ماحول بھی میسر نہیں ہوتا۔"[1]

اس طریقے کی اہمیت اسلامیات اور عربی کی تدریس کیلیے اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ترجمے کے طریق کار سے قرآنی آیات کا مفہوم سمجھنے میں کافی حد تک مدد مل سکتی ہے۔چونکہ اسلامی تعلیمات اور قرآن کریم کی بنیادی زبان عربی ہے اس لیئے عربی زبان سے طلبہ کا آگاہ ہونا ضروری ہے۔اسلامیات کے مضمون میں قرآن مجید اور احادیث عربی زبان میں پیش کی جاتی ہیں۔اس لیے اگر طلبہ کو ان آیات واحادیث کا ترجمہ معلوم ہو تو ان کی تشریح اپنی زبان میں باآسانی کر سکتے ہیں۔اس اعتبار سے یہ طریقہ درج ذیل خوبیوں کی بناپر اسلامیات کی تدریس میں موزوں ہے۔

خوبیاں:

یہ کافی آسان طریقہ ہے۔معلم عربی زبان کا اپنی زبان میں ترجمہ کرتا ہے اور آیات وغیرہ بآسانی طلبہ کو سمجھا سکتا ہے۔

بچہ اپنی مادری زبان کے الفاظ سے کسی حد تک واقف ہوتا ہے اور غیر زبان کے الفاظ سے ناواقف ہوتا ہے۔لہذا وہ اس طریقہ تدریس کے ذریعے سے معلوم سے نامعلوم کی طرف چلتا ہے جو کہ فطری طریق تدریس ہے اور اس طریق کار میں بصری اور سمعی معاونت کی ضرورت زیادہ نہیں پڑتی البتہ پڑنے پر تقویت

1۔ محمد شاہد، **ایجوکیشنل ریسرچ**، (لاہور: مجید بک ڈپو، اردو بازار،)2014ص46

کیلیے ان کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔اسکا بڑااور عمومی فائدہ یہ بھی ہے کہ طلبہ عربی زبان سے واقفیت حاصل کر لیتے ہیں۔اور زبان عربی کے قواعد کو سمجھ لیتے ہیں۔آیات کے اصل مفہوم تک رسائی حاصل کر کے اسکی اپنی زبان میں وضاحت کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اسلامیات میں عربی زبان کا فہم مقصد نہیں ہوتا ہے۔بلکہ نفس مضمون ہوتا ہے۔جب کہ براہ راست طریقے میں نفس مضمون کی بجائے زبان پر عبور کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔اس لیے ترجمے کے طریقے میں نفس مضمون کا فہم حاصل ہو سکتا ہے۔

اس طریقے میں وقت کی بچت کافی حد تک ہوتی ہے۔کیونکہ نفس مضمون سامنے ہوتا ہے اور براہ راست طریق کے معاملے میں بات جلدی اور آسانی سے فہم میں آتی ہے۔

خامیاں:

اس طریق کار میں جہاں خوبیاں ہیں وہیں کچھ خامیاں بھی موجود ہیں۔

اس طریقے میں سمعی وبصری اعانات زیادہ استعمال نہیں ہو سکتے۔

یہ طریقہ غیر دلچسپ اور بے جان ہوتا ہے۔یعنی کسی خاص محرک کے تحت تعلم نہیں ہوتا۔

طلباء اکثر لفظی ترجمے پر اکتفا کرتے ہیں اور زبان کی لطافتوں، تشبیہات اور استعارات سے ناآشنا رہتے ہیں اور یوں مفہوم کو صحیح طریقے سے سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔

اس میں اکثر مشق کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔جو کہ حصول علم کی پختگی کے لیے بہت ضروری ہے۔

اوپر دیے گئے تمام طریقہ تدریس اسلامیات بچوں کے لئے مؤثر کن ثابت ہوتے ہیں۔اساتذہ ان میں سے کون سا طریقہ اپناتے ہیں۔ اور اس کا فیصلہ استاد بچوں کے پڑھنے اور سمجھنے کی قابلیت کے مطابق کرتے ہیں-اول جماعت سے لے کر پنجم جماعت تک ہر جماعت کے طالب علم کی ذہنی کیفیت میں فرق ہوتا ہے۔اور اسی فرق کو مد نظر رکھتے ہوئے استاد ایسا طریقہ کار اپناتے ہیں جو بچوں کے لیے پر اثر اور خاص ثابت ہو۔ سرکاری اور نجی سکولوں میں ان کے طریقہ کار کو رائج کرنے کا عمل مختلف ہیں۔ عموما سرکاری سکولوں میں یہ طریقہ تدریس اپنایا جاتا ہے۔ جبکہ میڈیم سکولوں میں زیادہ تر بچوں کے شوق کے مطابق دوسرے اور طریقہ کار بھی اپنائے جاتے ہیں۔ اگر منفی اطراف کی جانب دیکھا جائے تو نجی اسکول ذہن نشین کر کے سیکھنے والا طریقہ کار اپنانے کے باعث بچوں کے ذہن پر بوجھ ڈال دیتے ہیں۔اور نتیجتاً بچے اسلامی تعلیمات کو یاد رکھنے کی بجائے صرف ذہنی دباؤ سے بچنے کے لیے وقتی طور پر مضامین یاد کر لیتے ہیں۔ جو بعد میں کسی صورت ان کے کام نہیں آتے۔

مختلف طریقہ ہائے تدریس کا جائزہ:

تدریس کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ایک بہت ترتیب و تنظیم اور فکر سے بھر پور فرائضہ انجام دینا ہے۔ عموماً اساتذہ کمرہ جماعت میں بیٹھ کر بغیر کسی منصوبے اور تنظیم و ترتیب کے بغیر اپنی تعلیمات طالب علموں کو منتقل کرنے میں مصروف دکھائی دیتے ہی۔ جو کہ بالکل نامعقول طریقہ ہے۔ آجکل کمرہ جماعت میں یہ بات عام ہوتی ہے کہ طالب علم استاد سے کچھ سیکھنے کی بجائے اپنے کمرہ جماعت کے دوران ہونے والے فعل اور استاد کے غصے سے بچنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس کو اس چیز سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ جو تعلیمات استاد دے رہا ہے وہ اس کے مستقبل میں اس کے افعال کو عملی جامہ پہنانے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں اور نہ ہی استاد کو اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا طرق تدریس طالب علم کی آنے والی زندگی پر کس قدر مؤثر کن ثابت ہو سکتا ہے۔

"طالب علموں کی دوڑ صرف کاپیوں پر پینسلیں چلانے تک کی ہوتی ہے اور استاد صرف بولنے میں مگن ہوتا ہے۔ اس نوعیت کی تعلیم سے طالب علموں کے علم میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوتا اور کچھ عرصہ بعد تک طالب علم دوبارہ سے ان تعلیمات سے لاعلم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح کا غیر مؤثر تدریسی طریقہ بچوں کی زندگیوں کو بنانے کی بجائے بگاڑنے کا سبب بنتا ہے۔"[1]

فصل اول میں تدریس اسلامیات کے طریقوں کا جائزہ لینے کے بعد اس بات پر روشنی ڈالنا بھی بہت ضروری ہے کہ جو تعلیمات آپ تک پہنچائی جا رہی ہیں، ان کے عناوین کس بنیاد پر مبنی ہیں۔ کیونکہ اگر دینے کے طریقوں پر ہی سارا غور کیا جائے اور اس بات پر روشنی ہی نہ ڈالی جائے کہ جو تعلیمات دی جا رہی ہیں کیا وہ طالب علم کی شخصیت کو قابل بنانے کے لئے موزوں ہیں بھی یا نہیں۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ منتخب شدہ عناوین جن طریقہ کار کی بدولت طالب علموں تک ارسال کیے جا رہے ہیں، وہ کس حد تک طالب علموں کے لئے مؤثر کن ہیں۔ کیوں کہ پرائمری تک کے طالب علم روایتی تعلیمی نظام سے ہٹ کر خود کو نصابی سرگرمیوں میں ڈال کر مؤثر طریقے سے سیکھتے ہیں۔ دیگر اقسام کے مظاہراتی اور سرگرمیوں پر مبنی طریقہ تدریس پرائمری تک کے طالب علموں کے لئے کس حد تک مؤثر کن ہیں۔ اس بات کا جائزہ لینے کے لئے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تیسرا اور سب سے بنیادی نکتہ روایتی اور جدید طریقہ تدریس میں فرق کرنا ہے کیونکہ جیسے جیسے طریقہ تدریس میں جدیدیت رائج ہوئی ہے ویسے ویسے طالب علموں کے سیکھنے

1۔ گوہر، فاروق، **موثر تدریسی خصوصیات**، ص121

کی قوت میں بھی حیران کن حد تک تیزی آئی ہے۔ لہذا روایتی یا جدید طریقہ کار اپنانے کے لئے یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ طالب علم کس حد تک اس طریقہ کار کے لئے آمادہ ہیں۔

فصل دوم:

مظاہراتی اور سر گرمی پر مبنی طریقہ تدریس

تعلیمی عمل میں تدریسی طریقوں کی اہمیت بڑی واضح ہے۔ تعلیمی نظام میں تدریسی طریقہ کار کو ریڑھ کی ہڈی مانا جاتا ہے۔ بہترین تدریسی طریقوں کی عدم موجودگی میں تعلیمی نظام میں بہتری لانا ناممکن ہے۔ حتی کہ ایک بہترین نصاب بھی کوئی نتیجہ نہیں دے پاتا جبتک کہ تدریس کا طریق کار صحیح نہ ہو۔ اگر تعلیمی نظام ایک جسم ہے تو تدریس طریقے اس میں دل کی اہمیت رکھتا ہے۔ تعلیمی نظام کو بہتر بنانے کیلیے اور مثبت نتائج اکٹھے کرنے کے لیے مختلف قسم کے تدریس کے طریقوں کو اپنایا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ مختلف موقعوں پر مختلف طریقوں کو اپنایا کرتے تھے تاکہ آپ کے تلامذہ اور حاضرین مجلس کو سیکھنے میں آسانی ہو۔ وطن عزیز پاکستان میں مختلف مضامین کو پڑھانے کے لیے مختلف طریقوں کا استعمال کیا جارہا ہے لیکن اسلامیات کے اہم مضمون کی جانب ایسی توجہ بالکل نہیں ہے۔ جہاں اس مضمون کی ہفتے میں کلاسز کم ہیں وہیں اس کی تدریس کی جانب توجہ بھی کم ہے۔ اس مضمون کو روایتی طریقوں سے پڑھایا جاتا ہے۔ اس فصل میں اسلامیات کی تدریس کے حوالے سے جدید طریقوں کا ذکر کیا جارہا ہے کہ جن کے نفاذ سے اسلامیات جیسا مضمون آسانی سے سمجھ بھی آجائے گا اور طلباء دلچسپی بھی لیں گے۔

اس فصل میں تدریس اسلامیات کے حوالے سے اپنائی جانے والی طرق تدریس کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا کہ طلباء کے لیے اسلامیات کے مضمون کو مؤثر بنانے کے لیے مظاہراتی اور سر گرمی پر مبنی طریقہ کار کس حد تک مؤثر ہے

مظاہراتی طریقہ تدریس (Demontration Method)

> "مظاہراتی طریقہ تدریس ایک ایسا طریقہ ہے جس کے استعمال سے کسی خیال کو اشارات کی مدد سے عملاً کر کے دکھایا جاتا ہے جیسے فلپ چارٹ، پوسٹرز، پاور پوائنٹ وغیرہ"[1]۔

ایک مظاہرہ کسی کو سکھانے کا عمل ہے کہ کس طرح قدم بہ قدم کچھ کرنا ہے۔ اس طریقہ تدریس میں تھوڑے سے فرق کیساتھ طلباء کو معلومات کے متعلق اشیاء دکھا کر اصل میں لیکچر کا انداز ہی اپنایا جاتا ہے۔ یہاں تقریر کیساتھ ساتھ اسباق میں ملٹی میڈیا پریزینٹیشنز اور مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اس تدریسی طریقہ میں اساتذہ کو کچھ نئی چیزیں شامل

1۔ کاشف مختیار، **تعلیم کی بنیادیں**، (لاہور، مجید بک ڈپور، اردو بازار 2018ء) ص: 141

کرنے کا موقع ملتا ہے۔اس طریقہ میں بڑے کلاس رومز میں طلباء کی انفرادی ضروریات کو پورا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

بچوں کا سب سے پسندیدہ طریقہ مظاہراتی طریقہ تدریس ہے یہاں تک کہ یہ بچے سکول جانے سے پہلے تک بھی اس طریقہ کار سے سیکھنے کے شوقین ہوتے ہیں -بہت سے بچے ٹیلی ویژن کارٹون وغیرہ کی شکل میں بہت کچھ سیکھتے ہیں ہر تا کہ ان کو بنیادی آنکھ ایسی کھانے کے لئے بھی تجھے دیکھا کر ان کی پہچان کروانا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس طریقہ کار سے وہ جلدی سیکھ پاتے ہیں اور دیر تک اس چیز کو یاد رکھ پاتے ہیں - اسلامی تعلیمات سکھانے کے لیے بھی اس طریقہ کار کا بیشتر اداروں میں استعمال کیا جاتا ہے اساتذہ بچوں کو تاریخ سے جوڑی تصویروں کی صورت میں نصاب میں موجود صفحاتی اشکال کی صورت میں واقعات کی پہچان کرواتے ہیں جو کہ بچوں کی ذہن نشینی کے لئے مؤثر کن ثابت ہوتے ہیں۔ اس طریقہ تدریس میں بچے بے حد دلچسپی ظاہر کرتے ہیں اور یہ تدریس اسلامیات کا ممکنہ کامیاب طریقہ ہے

مظاہراتی طریقہ کیوں اہم ہے؟

اساتذہ کے مظاہرے اس لیے اہم ہیں کیونکہ وہ طلباء کو حقیقی واقعات تجربات کی روشنی میں فراہم کرتے ہیں،ان کو سیکھنے میں مدد کرتے ہیں۔ طلباء کی دلچسپی اور حوصلہ افزائی میں اضافہ ہوتا ہے، یہ مظاہرے طلباء کو کسی خاص رجحان یا تقریب پر توجہ مرکوز کرنے کے قابل بناتے ہیں، جیسے استاد کا کلاس کے سامنے مسواک کر کے دکھانا۔جب آپ کسی کو نئی چیز سکھا رہے ہوں تو اسکا مظاہرہ ان کی توجہ کو کھینچتا ہے۔ یہ کار کا ٹائر بدلنے سے لے کر کھانا پکانے تک کوئی بھی چیز ہو سکتی ہے۔ یہ بچے کے کتاب پڑھنے سے مختلف چیز ہے۔ جہاں بچے کو تمام تر تصویر اپنے ذہن سے بنانی پڑتی ہے جب کہ مظاہرہ سے طالب علم کے ذہن میں اس چیز کا نقشہ پختہ ہو جاتا ہے جس سے تعلم بہت ہی آسان ہو جاتا ہے۔ایک تدریسی طریقہ کے طور پر مظاہراتی طریقہ عام تمام روایتی تدریس کے طریقوں کا بہترین نعم البدل ہے جو کہ طلباء کو سیکھنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ طریقہ کچھ مضامین کے لیے مشکل ہے کیوں کہ اس کے لیے بہت سارے وسائل درکار ہوتے ہیں مگر یہ طریقہ تدریس اسلامیات کی تدریس کے لیے بہت زیادہ مؤثر ہے ۔ مثلاً استاد کا طلباء کا نماز پڑھتے ہوئے مظاہرہ کرنا۔اس مظاہرے کے بعد طلباء کے اذہان پر گہرے اثرات مرتب ہوں گے اور وہ کتاب سے نماز کا طریقہ پڑھنے سے بہت بہتر اس مظاہرے سے نماز کے طریقے کو سمجھ لیں گے۔ مظاہراتی طریقہ تدریس میں استاد کو

چاہیے کہ وہ بغیر بتائے پہلے مظاہرہ کرے پھر اس کے بعد طلباء کے استفسار پر اس مظاہرہ کی وضاحت کرے۔ اس سے طلباء کی دلچسپی میں اضافہ ہوگا۔[1]

یہ طریقہ تدریس ابھی تک صرف سائنس کی تدریس میں ہی مناسب سمجھا جاتا تھا۔ جس میں معلم کلاس کے سامنے کسی تجربے یا عمل کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اور پھر اس عمل کی ایک ایک جزی طلباء کو سمجھاتا ہے۔ اکثر ماہرین تعلیم کا خیال ہے کہ یہ طریقہ اسلامیات کی تدریس میں بھی بہت معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ مثلاً طلباء کو نماز کا طریقہ، وضو کا طریقہ، تیمم کا طریقہ اور حج جیسے مسائل اس طریقہ سے بہت اچھی طرح پڑھائے جا سکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا طریقہ تدریس ہے جو کہ بظاہر نمائش اور دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

اس طریقے میں معلم بذات خود عمل کر کے دکھاتا ہے اس لیے طلباء اس میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ متعلمین استاد کے عمل کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں اور اسکے نتیجے میں انہوں نے جو سنا یا پڑھا ہوتا ہے اس کو وہ اپنے سامنے ملاحظہ کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے سیکھنے کا طریقہ آسان اور پختگی لاتا ہے۔ یہ تدریس کا طریقہ عبادات کو سکھانے، قرآن مجید کی تلاوت اور عربی زبان کو سیکھنے میں بہت زیادہ معاون ہو سکتا ہے۔ اسی طرح یہ طریقہ نہ صرف عبادات کو سکھانے کیلیے ہی موزوں ہے بلکہ اس کے ذریعے سے استاد اخلاقیات کے مظاہرے کر کے محاسن اخلاق کو بڑے اچھے طریقے سے سکھا سکتا ہے۔ استاد کیلیے ویسے بھی عمدہ اخلاق کا نمونہ ہونا چاہیے اور جب وہ عمدگی مظاہرے کی صورت میں پیش ہوگی تو بڑی موثر ہوگی۔

مظاہراتی طریقہ تدریس کے اقدامات:

> یہ طریقہ تدریس و تعلم کو بڑا بامعنی اور دلچسپ بناتا ہے لہذا معلم کو بڑی احتیاط سے آگے بڑھنا ہوتا ہے۔ اس طریقہ میں طلباء اپنی بصری اور سمعی صلاحیتوں کو استعمال میں لا کر سبق کی معنوی باریکیوں کو آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔ اسلامیات کی تدریس کیلیے مظاہراتی طریقہ کے استعمال کیلیے کچھ اقدامات کیے جا سکتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔[2]

ا۔ منصوبہ بندی:

کسی بھی تدریسی طریقہ میں پہلے سے پلاننگ بہت ضروری ہوتی ہے۔ لہذا اس طریقہ تدریس میں بھی مظاہرے کی پہلے سے منصوبہ بندی نہایت ضروری ہے۔ اس ضمن میں تمام بنیادی مسائل اور تقاضوں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی ماڈل دکھانا مقصود ہو جیسے خانہ کعبہ تو اس کو پہلے استاد خود

1۔ رانا شاہد، **تدریسی حکمت عملی**، ص58

2۔ محمد شاہد، **ایجوکیشنل ریسرچ**، ص61

اچھی طرح دیکھ لے کہ اس میں تمام اہم مقامات موجود ہیں۔ماڈل کی قیمت کیا ہے اور کیا وہ آسانی سے میسر ہے۔کیا طلباءاس کے آس پاس کھڑے ہو کر اس کا آسانی سے مشاہدہ کر سکیں گے۔

۲۔پیش کش:

استاد کو چاہیے کہ وہ طلباء کے سامنے مظاہرہ پیش کرنے سے قبل اس کے مقاصد کو واضح کرے اور تمام عملی اقدامات خود کرے اور ضروری نکات تختہ سیاہ یا وائٹ بورڈ پر نوٹ کرے اور ساتھ میں انکی وضاحت و تشریح کرے۔مظاہرہ بڑا جامع اور مسلسل انداز میں کیا جائے تاکہ کسی غلطی کا سبب نہ بنے۔

مظاہرے کے اختتام پر استاد کو چاہیے کہ وہ طلباء سے مختلف نوعیت کے سوالات کرکے جائزہ لے کہ ان کو کس حد تک فائدہ ہوا ہے۔اور یہ مظاہرہ کس حد تک کار آمد ہے۔لہذا استاد طلباء سے اس کا خلاصہ بھی معلوم کر سکتا ہے اور ان کو مظاہرہ کا سامان دیکر دوبارہ مشاہدہ کی اجازت بھی دے سکتا ہے۔

مظاہراتی طریقے کے اصول:

اسکے درج ذیل اصول ایسے ہیں کہ جن کو اسلامیات کی تدریس میں معاون جانا جاتا ہے۔

1) مظاہرے کے دوران استاد کا رویہ خوشگوار ہونا چاہیے۔اور طلباء کیساتھ شفقت اور ہمدردی سے پیش آنا چاہیے۔

2) مظاہرہ آسان فہم،سادہ اور موثر نتائج کا حامل ہونا چاہیے اور اس کیلیے سارا لازمی مواد اور سامان باآسانی دستیاب ہو۔

3) طلباء کے ذہنی معیار کا خیال رکھا جائے اور منظم انداز سے مسلسل مظاہرہ پیش کیا جائے۔

4) مظاہرے میں تدریسی معاونات کو بھی موقع کی مناسبت سے استعمال میں لایا جائے۔

5) مظاہراتی طریقہ تدریس اس وقت زیادہ موثر اور کامیاب ہوتا ہے جب اس میں طلباء بھی شریک ہوں اسلیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ استاد اور طلباء کے مابین سرگرم اشتراک عمل کا نتیجہ ہے۔

6) طویل وضاحتوں سے اجتناب کیا جائے اور صرف ضروری نقاط تحریر کیے جائیں۔

7) مظاہرے سے مطلوبہ مقاصد اور رزلٹس طلباء اور اساتذہ دونوں پر واضح ہوں اور انکی روشنی میں اقدامات کیے جائیں۔

8) مظاہرے کی تمام تفصیلات کو پہلے سے لکھ لینا چاہیے اور آزمائش کر لینی چاہیے۔اس طرح استاد کو یقین ہو جاتا ہے اور وہ مشکلات سے باخبر ہو جاتا ہے اور تمام تر احتیاطی تدابیر کو اختیار کر لیتا ہے۔ جس سے وہ مظاہرہ کو بغیر کسی رکاوٹ کے منظم انداز سے جاری رکھ سکتا ہے۔

مظاہرہ اور وضاحت:

استاد کو چاہیے کہ وہ سب سے پہلے مظاہراتی طریقے کے بارے میں تفصیل سے وضاحت کرے۔اور یہ بتائے کہ وہ یہ کیسے اور کیوں کر رہا ہے۔

یا اپنے مظاہرے کو بغیر کسی وضاحت کے بیان کرے اور بعد میں پھر اسکو واضح کر دے کہ اس نے ایسے کیوں کیا۔ یا جو کچھ آپ کرنا چاہتے ہیں پہلے اس کی وضاحت کریں اور پھر اسکو انجام دے دیں۔

اساتذہ کی نگرانی اور طلباء کی کارکردگی میں ایک ربط ہونا چاہیے۔استاد کو تمام عمل کے دوران مشاہدہ کرتے رہنا چاہیے کہ طلباء کیا کر رہے ہیں اور کتنا کام مکمل ہوا اور کیسے ہوا۔

مظاہرے کے اختتام پر ایک جائزہ لیا جاتا ہے جس کے ذریعے تمام تر عمل کا احاطہ کیا جاتا ہے اور اس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے کہ طلباء کی کامیابی اور ناکامی کا تناسب کیا ہے۔اور یہ تعین کرنا ہوتا ہے کہ اگلے سبق کی ابتداء ہو گی یا پچھلے کی ہی دہرائی ہو گی۔

خوبیاں:

1. مظاہرہ سیکھنے کا وقت کم کرتا ہے اور حقائق واصول کی یاد دہانی کو بڑھاتا ہے۔
2. مبصرین اور شرکاء کو مہارت اور انکے مقصد کے مابین تعلق کو واضح کرنے میں مظاہرہ کافی مؤثر ہے۔
3. مظاہرے گروپ اور افراد میں اچھی سوچ کو فروغ دیتے ہیں۔
4. مظاہرہ نظریہ اور پریکٹس کے درمیان تعلق قائم کرنے میں معاون ہے۔
5. یہ طریقہ تدریس زیادہ آسان اور موثر ہے۔
6. طلباء بور نہیں ہوتے۔
7. طلباء اس طریقے میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں۔
8. یہ طریقہ سبق کے باریک پہلوؤں کی تشریح میں بڑا مفید جانا جاتا ہے۔استاد مشکل باتوں کی تفہیم دیتا ہے اور سبق کو دلچسپ بناتا ہے۔

9. اس طریقے سے وقت اور پیسے کی بچت ہوتی ہے۔اور تھوڑے وقت میں باآسانی قرآت، ترجمہ، تجوید، عبادات واحکام کی تفہیم موثرانداز مین ہوسکتی ہے۔

10. عربی زبان اور آیات قرآنیہ کو سیکھنے میں یہ طریقہ بہت مفید ہے۔ بالخصوص تلفظ کی درستگی میں بہت معاون ہے۔

خامیاں:

1) اس طریقہ تدریس میں صرف مشاہدہ سے تعلیم دی جاتی ہے۔

2) عملی سرگرمیاں بہت حد تک کم ہیں۔

3) صرف استاد کے ذریعے سے مشاہداتی عمل ہوتا ہے۔

4) تمام علوم وفنون کی تعلیم ممکن نہیں ہے۔

5) اس کا کوئی مستقل ریکارڈ نہیں ہے۔ کبھی سست یا تیز ہوسکتا ہے۔

6) مادی اخراجات کے لحاظ سے یہ مہنگا پڑ سکتا ہے'

7) اساتذہ کو ریہرسل کیلیے کافی وقت درکار ہوتا ہے۔

8) یہ تدریسی طریقہ ہر عنوان اور ہر مضمون کیلیے قابل استعمال نہیں ہوسکتا۔

9) اس میں بار بار مظاہرے کی ضرورت پڑتی ہے اور اگر یہ بہترین مہارت سے پیش نہ کیا جائے تو بے مقصد ہوسکتا ہے۔

10) اس میں طلباء کو عملی اظہار کا موقع نہیں ملتا اور وہ خود تجربہ کر کے سیکھنے کے بجائے استاد کو ہی دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں۔

سروے: مظاہراتی طریقہ تدریس کی اہمیت کو جانچنے کے لیے کہ یہ طریقہ کار کس قدر پرائمری سطح کے مضمون اسلامیات کی تدریس کے لیے مؤثر ہے۔ میں نے راولپنڈی کے کئی سرکاری اور نجی اسکولز کا سروے کیا جس میں میں نے اساتذہ کرام اور طلباء سے انٹرویز کیے جو درج ذیل ہیں۔

راولپنڈی کے سرکاری سکول "اسلامیہ فور" واقع نزد لیاقت باغ سروے کیا گیا وہاں پہ کلاس سوم کے بچوں سے اسلامیات کے مضمون کے بارے میں مختلف سوالات کیے۔ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا

کہ

نماز ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟[1]

اس کے جواب میں 40 فی صد بچوں نے درست جواب دیا جب کہ 30 فی صد نے غلط جواب دیا، 30 فی صد طلباء نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس پر استاد نے خود مظاہرہ کرتے ہوئے نماز ادا کی پھر اس کے بعد بچوں سے نماز کے طریقے پر مختلف سوالات کیے گئے۔ نتیجتاً 80 فی صد بچے نماز کی ادائیگی کا صحیح طریقہ بتانے میں کامیاب ہوئے۔

راولپنڈی کے ایک نجی "جناح پبلک سکول" واقع سکستھ روڈ سروے کیا گیا وہاں پہ کلاس پنجم کے بچوں سے سیرت النبی ﷺ کے عنوان کے حوالے سے مختلف سوالات کیے۔ ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ:

نبی کریم ﷺ کا اخلاق کیسا ہے؟[2]

اس کے جواب میں 10 فی صد طلباء نے کچھ جوابات دیے اور 40 فی صد بچوں نے انھیں 10 فی صد طلباء کے جواب کو دہرایا باقی 50 فی صد طلباء نے خاموشی کا مظاہرہ کیا۔ اس پر استاد نے طلباء کو سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے مختلف چارٹس دکھائے جن پر بڑوں کے احترام کے خاکے، کھانے کے آداب اور بیٹھنے کے آداب کے خاکے دکھائے گئے اور بتایا گیا کہ یہ نبی کریم ﷺ کا اخلاق ہے۔ تو اس سے طلباء میں دلچسپی پیدا ہوئی اور انھیں یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق کیا ہیں۔

سرگرمی پر مبنی طریقۂ تدریس (Activity Based Method)

سرگرمی پر مبنی تدریس ایک ایسا طریقہ ہے جو ایک استاد اپنی تدریس کی تکنیک کو موثر بنانے کے لیے طلباء کو ساتھ ملاتا ہے۔ جس میں سیکھنے والے دلچسپی لیتے ہیں اور سیکھنے کے موثر طریقوں کا ادراک کرتے ہیں۔ یہ وہ طریقہ کار ہے جس میں بچے کو مؤثر طریقے سے عقلی اور جسمانی طور پر دلچسپی لینے میں شامل کیا جاتا ہے۔ کسی چیز کو سکھانے یا سیکھنے کیلیے تقریر کے بجائے ایکٹنگ یا اداکاری کی جاتی ہے۔ اس طریقہ میں استاد یا ایک طالب علم کوئی سرگرمی کرتا ہے جبکہ باقی طلباء اس کو غور سے ملاحظہ کر رہے ہوتے ہیں۔ اور اس کی خوبیوں اور خامیوں پر نظر رکھے ہوتے ہیں۔ اس طرح طلباء میں عملی سرگرمی اور مشاہدہ کی قوت پروان چڑھتی ہے۔

1۔ ضمیمہ نمبر 1، سوال نمبر 1

2۔ ضمیمہ نمبر 1، سوال نمبر 2

اے بی ٹی میں، سر گرمیوں کو تین اہم زمروں کے تحت عام کیا جاتا ہے۔"[1]

1۔ایکسپلوریٹری

علم، تصورات اور مہارتیں جمع کرنا۔

2۔ تعمیری۔

تخلیقی کام کے ذریعے تجربات جمع کرنا۔

3۔اظہار خیال۔

پریزنٹیشنز۔

مذکورہ بالا سرگرمیوں کو استعمال کرتے ہوئے، اساتذہ تجربہ کار، حفظ کرنے اور سیکھنے والوں کی تفہیم پر توجہ دیتے ہیں۔ سرگرمیوں کو منظم کرنے کا عمل قومی مقاصد، سماجی ضروریات، خیالات، مفادات، طلباء کی ذہنی سطح، مہارت، طلباء کا سابقہ علم، تجربہ اور استاد کی شخصیت پر مبنی ہوتا ہے۔ ABT طالب علم کے استاد کے تعلقات کو براہ راست متاثر کرتا ہے۔ لہذا، درج ذیل اقدامات سرگرمیوں کو زیادہ موثر بناتے ہیں۔

منصوبہ بندی۔

- **طلباء کی شمولیت**

ہر طالب علم کو ایک فعال سیکھنے والا بنایا جاتا ہے۔

Activity ہر سرگرمی کے لیے،اس اصول کو یقینی بنانا کہ کیا، کیوں اور کیسے۔

ABT میں استاد کا کردار بہت اہم ہے۔ وہ ایک اچھا منصوبہ ساز، سرگرمی کا منتظم، سہولت کار، فیصلہ ساز، علم کا نفاذ، منیجر اور نظم وضبط کا کام کرتا ہے.

سرگرمی پر مبنی طریقہ کیوں اہم ہے؟

"یہ حکمتِ عملی اساتذہ اور بچوں دونوں کے لیے بڑی فائدہ مند ثابت ہوتی ہے۔ کردار نبھانے کے عمل سے طلباء کے موضوع سے متعلق دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ کلاس روم میں

1۔ محمد احمد، **مسلم معاشرے کا نظام تعلیم** (لاہور: کتاب محل، دربار مارکیٹ 2018ء) ص 263

تجرباتی تعلیمی سرگرمیوں سے بچوں میں کورس کے مواد کے متعلق دلچسپی میں اضافہ ہو جاتا ہے اور انھیں کورس کے مواد کو سمجھنے میں مدد حاصل ہوتی ہے۔"[1]

بچوں کو انکے سیکھنے کے تجربے سے لطف اندوز کرنے کی ترغیب دینے کے علاوہ، سرگرمی پر مبنی سیکھنے کے بہت سے فوائد ہیں، بشمول: طلباء کو معلومات حفظ کرنے میں مدد کرنا۔ بچوں کو سیکھنے کے عمل میں جسمانی اور ذہنی طور پر شامل ہونے کی ترغیب دے کر، سرگرمی پر مبنی تعلیم طلباء کو معلومات سیکھنے اور برقرار رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ یہ طریقہ تدریس جہاں مختلف مضامین کی تدریس کے لیے مؤثر اور کامیاب ہے وہیں اسلامیات جیسے مضمون کے لیے بھی اسی طریقہ تدریس کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے کیوں کہ اس طریقہ سے طلباء بورنگ کا شکار نہیں ہوتے اور پوری توجہ اپنے موضوع پر مرکوز رکھتے ہیں لیکن بد قسمتی سے وطنِ عزیز پاکستان میں بالعموم اور شہر راولپنڈی کے اسکولز میں بالخصوص اس طریقہ تدریس کی جانب بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔

سرگرمی پر مبنی طریقہ تدریس کا طریقہ:

اس طریقہ تدریس میں معلم طلباء کے سامنے ایک مصنوعی مسئلہ ،واقعہ یا صورتِ حال کو پیش کرتا ہے جس میں کچھ حد تک حقیقت بھی شامل ہوتی ہے۔ طلباء کے سامنے اس صورتِ حال کو تفصیل سے بیان کرنا چاہیے اور کردار کے بارے میں آگاہی دینی چاہیے۔ استاد کو اس بات کے بارے میں واضح ہونا چاہیے کہ کیا طلباء رول پلے کرنے کے لیے اپنی خوشی سے کلاس کے سامنے آئیں گے یا اپنے قریبی ساتھیوں یا چھوٹے گروہوں کی صورت میں سرگرمی میں حصہ لیں گے تاکہ ہر طالب علم کوئی نہ کوئی کردار کرے یا اگر کچھ طلباء کردار ادا کرتے ہیں تو باقی ان کا مشاہدہ کریں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ استاد طلباء کو کچھ گروہوں میں تقسیم کردے اور مختصر سرگرمیاں اپنانے کا کہے۔ سرگرمی سے قبل کسی ماہر سے کردار ادا کروالیں تاکہ طلباء کو آسانی رہے۔ اس میں کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایک طالب علم ایک سے زیادہ سرگرمیوں میں حصہ لے۔ کردار کی ادائیگی کے لے طلباء استاد کی دی گئی ہدایت کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اگر معلم خود کوئی کردار ادا نہیں کررہا تو وہ کمرہ جماعت میں طلباء کی کارکردگی کا جائزہ لے اور ایسے طلباء کو راہنمائی فراہم کرے جو کردار ادا کرنے میں مشکل محسوس کررہے ہیں۔

سرگرمی پر مبنی تدریس کا طریقہ اور اس کے نتائج

1۔ محمد شاہد، تدریس کے طریقے، ص:45

سرگرمی کی بنیادی تعلیم کے بعد سیکھنے کے کامیاب نتائج وہ ہوتے ہیں جن میں طلباء نے بنیادی خواندگی کی مہارت حاصل کرلی ہو اور وہ اپنے علم اور مہارت کو زندگی میں متعلقہ عملی حالات میں استعمال کرنے کے قابل ہو جائیں۔ یہ دیرپا اور خوشگوار سیکھنے کا عمل بچوں میں اعتماد پیدا کرتا ہے اور وہ والدین، اساتذہ اور اپنے عمر کے ساتھیوں کے ساتھ اپنے خیالات بانٹنا شروع کردیتے ہیں۔ باہمی ہم آہنگی، علم اور تجربات کے اشتراک سے طلباء اپنے شکوک وشبہات کو دور کرتے ہیں اور اس علم میں مہارت اور قدر کو فروغ دینے والی تدریسی تکنیک کے بعد اپنے تصورات کو واضح کرتے ہیں۔

یہ کہاوت مشہور ہے کہ "بچہ پانی میں اتر کر تیرا کی سیکھتا ہے"[1]۔ اسی طرح اسلامی اقدار کی ترقی صرف پڑھنے اور سننے تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ سکول، گھر اور معاشرے میں ہر جگہ طالبعلموں کو فوکس رکھتا ہے کہ وہ خیالات مرتب کریں اور ان کی تفہیم کو فروغ دیں۔

پاکستان میں تعلیم کی موجودہ حالت قابل رحم ہے۔ اساتذہ اسلامیات کی تعلیم کے لیے روایتی طریقے استعمال کرتے ہیں جس کے نتیجے میں روٹ لرننگ ہوتی ہے جس کی وجہ سے اسلامی اقدار اور اسلامی تعلیمات کی صحیح تفہیم خاص طور پر ابتدائی سطح تک تعلیم حاصل کرنے والے طلباء میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ وہ طالبعلموں کو مخصوص لیکچر دے کر پڑھاتے ہیں جو کہ موضوع کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے زیادہ فائدہ مند نہیں ہوتے۔ اس قسم کی تعلیم کے نتائج طلباء کو اسلامی اقدار اور تصورات کی گہری تفہیم کے بغیر بھٹکتے ہیں۔

اسلامیات کی تعلیم پر زور صرف ایک عام مسلمان پیدا کرنے پر نہیں ہونا چاہیے بلکہ دنیا اور آخرت دونوں میں ایک غیر معمولی سائنسی نقطہ نظر اور زندگی کے بارے میں مثبت رویہ پیدا کرنا چاہیے۔ طلباء کو مثالی اور وضاحتی خیالات، اسلامی نظریات کے مطابق جدید تصورات اور نظریات کی تصدیق کے ساتھ فعال طور پر مشغول رہنے کی ضرورت ہے۔

خوبیاں:

1. مسائل کی صورت حال کو ڈرامائی انداز میں پیش کرتا ہے۔
2. طلباء کو موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ دوسروں کا کردار سنبھالیں اور اس طرح ایک اور نقطہ نظر کی تعریف کریں۔

1۔ قاضی، مطیع الرحمان، **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز تعلیم وتربیت**، ص116

3. حل کی تلاش کی اجازت دیتا ہے۔
4. مہارت پر عمل کرنے کا موقع دیتا ہے۔
5. اکثر طلباء کو سرگرمی کا موقع ملتا ہے۔
6. طلباء کیلیے دلچسپی کا باعث ہوتا ہے۔
7. دیکھنے کے تخلیقی پہلو کو بہتر بناتا ہے،اعتماد پیدا کرتا ہے،اور طلباء کے علمی تصورات کو مضبوط کرتا ہے۔
8. طلباء کو مختلف تجربات کرنے کے لیے فراہم کرتا ہے جو علم،مہارتا ور اقدار کے حصول میں سہولت فراہم کرتے ہیں۔
9. دلچسپی پیدا کرتا ہے،ذخیرہ الفاظ کو بڑھاتا ہے اور پڑھنے کے لیے محرک فراہم کرتا ہے۔
10. طلباء اور اساتذہ کے درمیان ایک صحت منداور خوشگوار تعلق قائم کرتا ہے۔
11. سرگرمی میں اپنے خیالات کا استعمال کرتے ہوئے اپنے زبانی اظہار کو بہتر بنانے کے لیے کمزور طلباء کی مدد کرتا ہے۔
12. تمام مضامین پڑھانے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔
13. طلباء کو ان کے درمیان اپنے تعلقات کو بہتر بنانے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔

خامیاں:

1) کچھ طالبعلم بہت زیادہ خود شعور ہو سکتے ہیں۔
2) بڑے گروہوں کیلیے مناسب نہیں ہے۔
3) ترتیب دینے اور عمل کرنے میں وقت لگتا ہے۔
4) یہ طریقہ تدریس روایتی طریقوں سے مہنگا ہے۔
5) تمام علوم وفنون کی تعلیم ممکن نہیں ہے۔
6) اس کا کوئی مستقل ریکارڈ نہیں ہے۔ کبھی سست یا تیز ہو سکتا ہے۔

سرویز:

اسی طریقہ تدریس کی معنویت کو پرکھنے کے لیے کچھ سرویز اور انٹرویوز کیے گئے جو کہ درج ذیل ہیں۔

راولپنڈی کے ایک سرکاری سکول "گورنمنٹ پرائمری سکول" واقع خیابانِ سرسید سروے کیا گیا وہاں پہ کلاس چہارم کے بچوں سے "ارکانِ اسلام کے بارے میں سوالات کیے۔ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ

"نماز کے لیے وضو کا درست طریقہ کیا ہے؟"[1]

اس پر 10 فی صد بچوں نے تقریباً درست جواب دیا جب کہ 40 فی صد بچوں نے غلط جواب دیا اور باقی 50 فی صد بچوں نے یا جواب کو دہرایا یا پھر خاموش رہے۔اس پر استاد نے بچوں کو وضو کا طریقہ بتایا اور خود عملاً کر کے دکھایا اور پھر بچوں کو تین گروپس میں تقسیم کیا اور ان کو وضو کرنے کی سرگرمی دی جس پر طلباء نے خود وضو کی مشقیں کیں اور استاد نے جائزہ لیا۔ نتیجتاً 60 فی صد بچوں نے وضو کی درست مشق کر کے دکھائی۔

راولپنڈی کے ایک نجی سکول "ایس ایل ایس" واقع سیٹلائٹ ٹاؤن سروے کیا گیا وہاں پہ کلاس اول کے بچوں سے "پانی پینے کے آداب/سنت کے بارے میں سوالات کیے۔ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا کہ

"پانی پینے کا سنت طریقہ کیا ہے؟"[2]

اس پر 30 فی صد بچوں نے پانی پینے کا درست طریقہ بتایا جب کہ 60 فی صد بچوں نے غلط جواب دیا اور باقی 20 فی صد بچوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اس پر استاد نے بچوں کو سنت کے مطابق پانی پینے کے آداب بتائے اور عملاً پی کر دکھایا۔اور پھر بچوں کو یہ سرگرمی کرنے کو کہا جس پر بچوں نے بڑے شوق اور لگن سے اس مشق کو کیا اور نتیجہ بڑا مثبت رہا۔

تدریس کے لئے اپنائی جانے والی سرگرمیاں

اسلامیات کے طرق تدریس کے روایتی تقریری طریقہ تدریس کو خیر آباد کہہ کر پاکستان کے تعلیمی ادارے تدریس اسلامیات کے لیے بیشتر مظاہراتی سرگرمیوں میں مشغول ہیں- طالب علموں کو درس

1۔ ضمیمہ نمبر 1، سوال نمبر 2

2۔ ضمیمہ نمبر 1، سوال نمبر 2

اسلامیات دینے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو اسلام کے آئینے میں ایسا ماحول فراہم کیا جائے کہ جس میں وہ اسلامی رنگ میں پھلیں پھولیں اور وہ اسلام کے بتائے ہوئے طریقوں پر پر عمل پیرا ہو سکیں۔ بیشتر سر گرمیاں بچوں کو دوران لیکچر ہی کروائی جاتی ہیں مثلاً:

- نماز کے عنوان کے لیے نماز کو پڑھ کر سکھانا اور پڑھا کر پر اس کی مشق کروانا۔
- روزے کے عنوان کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے روزہ رکھوانا۔
- زکوۃ کے لیے جیب خرچ سے غریبوں کی مدد کروانا۔
- اسلامی تاریخ کی ذہن نشینی کے لیے بیشتر مواقع پر مبنی چارٹ تیار کروا کر کمرہ جماعت کی دیوار پر آویزاں کروانا۔
- حضور اکرم ﷺ کی زندگی سے حسن معاملات طالب علموں کو سکھانے کے لئے ہر موزوں موقعے پر عمل کروانا۔
- اذان کی اہمیت کے لیے دوران لیکچر اذان ہونے پر خاموشی کی تلقین کرنا۔
- بچوں کو تاریخی مساجد اور مقامات کی پہچان کروانے کے ان کی تصاویر یا دستاویزی فلم دکھانا۔
- زبانی یاد کی گئی دعائیں مطلوبہ موقع پر پڑھنے کی تلقین کرنا۔
- حضور اکرم ﷺ کے نام کے تقدس کی اہمیت جتانے کے لیے ان کے نام آجانے پر درود پاک پڑھنے کی تلقین کرنا۔
- قرات کی درستی کے لئے قرات کا مقابلہ منعقد کروانا۔
- محبت رسول کو اجاگر کرنے کے لئے نعت خوانی کا مقابلہ منعقد کروانا۔
- کمرہ جماعت میں آپس میں گفتگو کرتے ہوئے گفتگو کے آداب سکھانا۔
- کفایت شعاری، عفو درگزر اور دیگر اخلاق و آداب عملی طور پر کمرہ جماعت میں یقینی بنانا۔

عصر حاضر میں ان سر گرمیوں پر مبنی اسلامیات کا طریقہ تدریس کئی حد تک کارآمد ثابت ہوا ہے۔ اگر یہی جدید طریقہ تدریس اسلامی نصاب میں لاگو رہے تو قریب ہے کہ طالب علموں کو اسلامی تعلیمات دیئے جانے کا مقصد پورا ہو جائے گا کیونکہ محض تقریری طریقہ طالب علموں کے اندر عملی قابلیت پیدا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ لہذا تقریری طریقے کے ہمراہ طالب علموں کو مظاہراتی سر گرمیوں میں مشغول رکھا جائے تو وہ اپنے آپ میں ایک بہترین شخصیت بن سکتے ہیں۔

فصل سوم:

روایتی وجدید طرق تدریس کی روشنی میں مؤثر لائحہ عمل

طریقہ تدریس کا بڑا واضح تعلق سبق کی پریزنٹیشن سے ہوتا ہے۔اساتذہ مختلف مضامین کی تدریس کیلیے مختلف تدریس کے طریقوں کو استعمال میں لاتے ہیں۔ لیکن اسکا انحصار مضمون کی نوعیت اور استاد کے اختیار کردہ طریقوں پر ہوتا ہے۔ان طریقوں کو تدریسی حکمت عملی سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ تعلیمی ترقی کیساتھ ہی تدریس کے طریقے بھی کافی تبدیل ہو چکے ہیں۔قدیم روایتی طریقہ تدریس میں استاد لیکچر دیا کرتا تھا اور طلباءاس کو تحریر کیا کرتے تھے۔آج بھی یہ طریقہ تدریس موجود ہے اور اس کو تقریباہر اسکول، کالج میں استعمال کیا جاتا ہے۔ مگر اب تعلیمی ارتقاء کی وجہ سے ماہرین تعلیم ان روایتی قدیم تدریس کے طریقوں کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں اور طلباء کو غیر روایتی انداز میں سوچنے کیلیے جدید طریقوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

اس فصل میں اسلامیات کے مضمون کیلیے مظاہراتی اور سر گرمی پر مبنی طریقہ کار کی تاثیر کی چھان بین کی گئی ہے۔یہ تحقیق روایتی تدریس کے طریقوں کے غیر اطمینان بخش ہونے کی وجہ سے شروع کی گئی۔ مطالعہ کی نوعیت کے مطابق تجرباتی تحقیقی طریقہ کار کا استعمال مظاہراتی اور سر گرمی پر مبنی طریقہ تدریس کی تاثیر کا جائزہ لینے کیلیے کیا گیا۔

محقق نے ابتدائی سطح کے طلباء کیلیے ایک رول پلے ایکٹیوٹی تیار کی۔یہ سر گرمی دو مراحل پری ٹیسٹ اور پوسٹ ٹیسٹ پر مبنی تھی۔پری اور بعد کے ٹیسٹ نے یہ ثابت کیا کہ مظاہراتی اور سر گرمی پر مبنی طریقہ کار بہت زیادہ موثر ہے۔کیونکہ اس نے طلباء کے علم، تصورات، مہارت اور اعتماد میں نمایاں بہتری لائی اور سیکھنے کا رویہ اور دلچسپی کو ابھارا۔اس لیے یہ تحقیق تجویز کرتی ہے کہ ان جدید طریقوں کا اطلاق ابتدائی اسکولز کی سطح پر اسلامیات پڑھانے کیلیے کیا جائے تاکہ تصوراتی وضاحت حاصل ہو اور اسلامی اہداف کو حاصل کیا جاسکے۔ان طریقوں کے استعمال سے طلباء میں صحیح علم، تصوراتی وضاحت، خود اعتمادی اور اپنے مذہب میں دلچسپی پیدا ہو گی۔

چونکہ روایتی طریقہ تدریس طلباء کو تعلیم دینے کے لیے تکرار اور معلومات کو حفظ کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔جدید تعلیم طلباء کو تعاون کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور اس وجہ سے زیادہ نتیجہ خیز بنتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مختلف روایتی طریقے اور ان پر اثرات

کچھ عام اور روایتی تدریسی طریقوں کو استعمال کیا جا رہا ہے جو کہ اسلامیات کی تعلیم میں زیر بحث ہیں۔

1۔ ترجمہ کا طریقہ

2۔ لیکچر کا طریقہ

3۔ بحث کا طریقہ۔

4۔ تفویض کا طریقہ۔

ترجمہ کا طریقہ

ترجمہ کا طریقہ غیر ملکی زبانوں کی تعلیم کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔اس طریقہ کار میں طلباء گرامر کے اصول سیکھتے ہیں اور پھر زبان اور مادری زبان کے درمیان جملوں کا ترجمہ کر کے ان قوانین کا اطلاق کرتے ہیں۔

طلباء اکثر اپنی مادری زبان اور قومی زبان سے واقف ہوتے ہیں۔ یہ طریقہ اسلامیات کے موضوع میں استعمال کیا جاتا ہے تاکہ وہ عربی زبان سے واقف ہو۔ ترجمہ کا طریقہ طلبہ کو عربی الفاظ کے معنی سیکھنے میں مدد دیتا ہے اور قرآنی آیات کو اردو میں ترجمہ کرنے کی مہارت کو فروغ دیتا ہے۔ اگر استاد عربی متن کا ترجمہ نہیں کرتا ہے تو، طلباء بغیر سمجھے متن کو پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جو کہ طے شدہ مقاصد کے حصول کا درست ذریعہ نہیں ہے۔

زبان کی مناسب تفہیم کے بغیر کسی بھی درسی علم کے فوائد حاصل کرنا ناممکن ہے۔ قرآن اور سنت کی تعلیم میں معاملہ زیادہ حساس ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر اسلامیات میں، اگر طلبہ عربی متن کے معنی کو سمجھیں گے تو وہ قرآن و سنت کا تصور اور بنیادی موضوع حاصل کر سکیں گے۔ اس مقصد کے لیے یہ طریقہ ثانوی سطح تک اسلامیات کے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

طلباء کی شخصیت پر اثرات

مثبت اثرات:

1۔ طلباء نامعلوم زبان کو معلوم زبان سے سمجھتے ہیں۔

2۔ یہ ان تصورات کو صاف کرتا ہے جن میں ایک متن ہوتا ہے۔

3۔ ترجمہ کے دوران، طلباء عربی کے بارے میں اپنے گراماتی علم کو بہتر بناتے ہیں۔

4۔ طالب علم اپنا وقت بچاتا ہے اور موضوع کے تصور کو آسانی سے سمجھتا ہے۔
5۔ یہ اس کی مذہبی سرگرمیوں میں بچے کی شخصیت میں گہری تعظیم اور فرمانبرداری کو بہتر بناتا ہے۔
6۔ اللہ، ملائکہ، صلوۃ، صوم، اور قیام وغیرہ کے بارے میں کچھ خلاصہ یا مطلق تصورات، قومی زبان میں ترجمہ کرتے وقت آسانی سے سمجھے جا سکتے ہیں جیسے فرشتے، نماز، روزہ، اور آخرت وغیرہ۔

منفی اثرات:

1۔ اس طریقہ کار میں سرگرمی کو نظر انداز کیا جاتا ہے جسکی وجہ سے بہت سے طلباء اپنی دلچسپی کھو دیتے ہیں۔
2۔ ترجمے کے کئی طریقے ہیں اور اساتذہ عام طور پر صحیح مرحلے پر صحیح طریقہ استعمال نہیں کرتے، مثال کے طور پر قرآنی آیت کا ترجمہ کرتے وقت، استاد گرائمر کی بنیادی باتوں اور الفاظ کے معنی نہیں بتاتا جب کہ وہ صرف پوری آیت کا ترجمہ کرتا ہے۔
3۔ طلباء استاد کے ترجمے پر انحصار کرتے ہیں اور عربی زبان کے جملے، محاورے اور فقری فعل کے بارے میں نہیں سیکھتے ہیں۔
4۔ اساتذہ اکثر اپنے مکتبہ فکر اور فرقے کے مطابق قرآنی آیات اور نبوی روایات کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اس طرز عمل کے لازمی نتائج طلباء پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں کیونکہ وہ اصل موضوع حاصل نہیں کر سکتے۔
5۔ اس طریقے میں A/V ایڈز کی عدم موجودگی کی وجہ سے طلباء بور ہو جاتے ہیں اور تدریسی عمل بے رنگ ہو جاتا ہے۔
6۔ خصوصی ترغیب سے کوئی خاص تعلیم شامل نہیں ہے۔

لیکچر کا طریقہ:

یہ ایک معروف طریقہ ہے، جو پوری دنیا میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ طریقہ طلباء کو معلومات دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ کارآمد ہے جب سننے والوں کی تعداد زیادہ ہو۔ اس طریقہ میں استاد طلباء کے سامنے متعلقہ موضوع کے تمام حقائق کو بیان کرتا ہے۔ اساتذہ موبائل اور متحرک رہتا ہے جبکہ طلباء غیر فعال سننے والوں جیسا رویہ دکھاتے ہیں۔ استاد معلومات اور حقائق کو ایک مخصوص زبان اور منظم انداز میں منتقل کرتا ہے اور سننے والے خاموشی سے اپنی توجہ اور ذہانت کے مطابق اہم نکات نوٹ کرتے ہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ لیکچر کے طریقہ کار میں بہت سی اصلاحات اور تبدیلیاں لائی گئی ہیں۔اب طلباء کو سوالات پوچھنے کی اجازت ہے اور وہ ان مشکلات کا حل جان سکتے ہیں جو انہیں سمجھنے میں درپیش ہیں۔سوال جواب سیشن دونوں طریقوں سے منعقد ہوتا ہے: لیکچر کے دوران اور بعد میں۔

"حضرت محمد ﷺ، سب سے بڑے ماہر تعلیم، اکثر یہ طریقہ استعمال کرتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کا لہجہ ہمیشہ نرم، واضح اور پرکشش تھا جس نے تصور کو اسطرح واضح کیا کہ ہر شخص کو بغیر کسی الجھن کے پورا خیال مل گیا۔ایک متوازن، سادہ، فصیح آواز اور درمیانی رفتار نے ہمیشہ اپنی تقریر کو موثر بنایا۔انکا لیکچر ہمیشہ لفظی طور پر غیر معمولی منتخب الفاظ سے سجایا جاتا تھا اور کم از کم ممکنہ الفاظ میں ساتھیوں سے مخاطب ہوتے تھے۔"[1]

استاد یہ طریقہ عام طور پر تاریخ، جغرافیہ اور سماجی علوم کے مضامین میں استعمال کرتے ہیں۔اسلامی علوم، اسلامی تاریخ اور اخلاقیات بھی اس طریقے سے پڑھائے جارہے ہیں۔

محققین اور تقریبا تمام ماہرین تعلیم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کلاس روم میں طالب علم کی ذہانت اور موضوع کی نوعیت کے مطابق تدریسی تکنیک اور طریقہ کار کو پسند کیا جانا چاہیے۔

تاہم انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اسلامیات کے اساتذہ زیادہ تر پریشان نہیں ہوتے کہ کسی مخصوص موضوع کو پڑھانے کا مناسب طریقہ کیا ہوگا۔وہ اپنے روایتی انداز کو تبدیل نہیں کرنا چاہتے جس میں استاد ایک کردار ادا کرتا ہے اور طلباء اسکے سامنے بیٹھے غیر فعال سننے والے کا کردار ادا کرتے ہیں۔یہ بہت اہم نکتہ ہے جسکی وجہ سے ہم اسلامیات میں اپنے طلباء کی دلچسپی پیدا کرنے اور تدریسی مقاصد کو پورا کرنے میں بری طرح ناکام ہو چکے ہیں۔لیکچر کے طریقہ کار کی مختلف اقسام درج ذیل ہیں۔

1۔تقریر

2۔تشریح

3۔تفصیل

4۔بحث

1۔قاضی، مطیع الرحمان، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز تعلیم و تربیت، ص67

طلباء کی شخصیت پر اثرات

مثبت اثرات

1۔ طلباء مختصر وقت میں بہت سی معلومات حاصل کرتے ہیں۔

2۔نئے موضوعات کے بارے میں زیادہ اور مفید معلومات حاصل کرنے کے لیے اس طریقے سے طلباء میں جوش اور حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

3۔ طلباء کو طریقہ پسند ہے کیونکہ اس طریقہ کار میں ان کی کوئی فعال شرکت شامل نہیں ہے۔

منفی اثرات

1۔ طلباء اپنی توجہ ہٹاتے ہیں کیونکہ ان کے پاس سننے کے سوا کوئی سرگرمی نہیں ہوتی۔

2۔اساتذہ کی پوزیشن پرائمری ہے جبکہ طلباء سیکنڈری پوزیشن پر ہیں۔

3۔کتابوں اور سرگرمیوں کا استعمال صفر کی سطح پر ہے لہذا طلباء سننے کے عمل کو جاری رکھنے کی وجہ سے بور اور تھک جاتے ہیں۔

4۔ طلباء کو کوئی سائنسی نقطہ نظر اور تربیت نہیں ملتی۔

5۔ علم کی ترسیل کی اساتذہ کی رفتار طلباء کی سیکھنے کی رفتار سے تیز ہو سکتی ہے لہذا مکمل سیکھنے کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔

بحث کا طریقہ

"بحث سے حل نکالنا ایک قدیم طریقہ ہے اور آج بھی مفید سمجھا جاتا ہے۔اگر تدریس میں بحث کے طریقے کو صحیح شامل کیا جائے تو یہ بہترین نتیجہ دے سکتا ہے۔اس طریقہ کار میں، استاد ایک موضوع کی نشاندہی کرتا ہے اور طلبہ کو دعوت دیتا ہے کہ وہ موضوع سے متعلق اپنے سابقہ علم کی بنیاد پر بحث میں حصہ لیں۔آخر میں استاد پوری بحث کو مرتب کرتا ہے اور مختصر طور پر دلائل کے ساتھ صحیح سمت میں اس کی وضاحت کرتا ہے۔"[1]

مختصراً وہ طریقہ جس میں اساتذہ طالبعلموں کو دونوں پہلوؤں پر ایک مخصوص موضوع پر بات کرنے کی اجازت دیتا ہے، مثبت یا موضوع کے حق میں اور منفی یا موضوع کے خلاف اور آخر میں وہ پوری بحث مرتب کرتا ہے اور متعلقہ موضوع کے فوائد اور نقصانات کے بارے میں اپنی رائے بیان کرتا ہے۔

1۔ چوہدری، نذیر احمد، **نصاب سازی و انسٹرکشن**،(لاہور: الریحان پبلی کیشنز 2003ء)ص 45

طلباء کی شخصیت پر اثرات

مثبت اثرات

1۔ یہ طالب علم میں نقطہ نظر کو منظم کرنے کی صلاحیت کو بہتر بناتا ہے۔

2۔ طلباء کو اپنی رائے جاننے کے مواقع ملتے ہیں۔

3۔ یہ طالب علموں میں ہچکچاہٹ کو کم کرتا ہے۔

4۔ یہ طلباء میں تحقیقی صلاحیت کو بہتر بناتا ہے۔

5۔ بحث جمہوری احساس پیدا کرتی ہے اور طلباء میں اتحاد کے بارے میں شعور کو بہتر بناتی ہے۔

6۔ طلباء مخالف دلائل کو برداشت کرنے کے لیے تبدیلی کے آداب سیکھتے ہیں۔

7۔ بحث ایک بہترین ذہنی ورزش ہے۔

8۔ یہ طالب علموں میں نظم وضبط اور سماجی رویہ کو بہتر بناتا ہے۔

منفی پہلو

1۔ یہ غلط بحث کی عادت اور طلباء میں بہت زیادہ بات چیت کا رویہ پیدا کرتا ہے۔

2۔ کچھ طلباء اپنی آزاد مرضی کا مثبت استعمال نہیں کرتے ہیں۔

3۔ اوسط درجے سے کم اور اوسط درجے کے طالبعلموں میں کمتر کمپلیکس میں اضافہ ہوا

4۔ کبھی یہ طریقہ تفریح کا راستہ بن جاتا ہے۔

5۔ طلباء اپنی رائے کے مطابق گروپ بنانا شروع کر دیتے ہیں۔

6۔ کچھ وقت، نامناسب الفاظ کے استعمال اور بات کرنے کے ناکافی انداز کی وجہ سے، دوسرے طلبا مذاق اڑاتے ہیں اور برا سلوک کرتے ہیں۔

7۔ طالب علم ضدی بن جاتے ہیں۔

تفویض کا طریقہ

یہ طریقہ عام طور پر ابتدائی سطح پر اور خاص طور پر ثانوی سطح پر بہت مفید ہے۔ اس طریقہ کار میں استاد نے ایک موضوع کا انتخاب کیا، طلبہ میں موضوع کے بارے میں دلچسپی پیدا کی اور متعلقہ مواد کی رہنمائی کے بعد انہیں کتابیں اور رسائل جیسے حوالہ جات کے لیے ایک کام تفویض کیا اور انہیں مواد جمع کرنے اور ترتیب دینے کی واضح ہدایات بھی دیں۔

"اسلامیات کے موضوع میں استاد بنیادی موضوع کی تفصیل سے وضاحت کرتا ہے، موضوع کے بارے میں تصورات کو واضح کرتا ہے اور طلبہ کو تفسیر اور سیرت کی کتابوں وغیرہ کے حوالہ جات کے لیے متعلقہ لٹریچر لینے میں مدد کرتا ہے۔"[1]

طلباء کی شخصیت پر اثرات

مثبت اثرات

1۔ یہ طلباء میں اپنے آباؤاجداد کے تحریری مواد کا مطالعہ کرنے میں دلچسپی پیدا کرتا ہے۔

2۔ طلباء متعلقہ مواد کو جمع کرنے اور ترتیب دینے کے معیار کو بہتر بناتے ہیں۔

3۔ طالب علم جانتے ہیں کہ وقت کو مثبت سمت میں کیسے استعمال کرنا ہے۔

4۔ یہ طلباء میں ذہنی اور تخلیقی صلاحیتوں کو بہتر بناتا ہے۔

5۔ یہ طلباء میں تنقیدی اور تجزیاتی نقطہ نظر پیدا کرتا ہے۔

6۔ طلباء کا سیکھنا دیرپا ہوتا ہے کیونکہ وہ مواد اکٹھا کرتے ہیں اور خود ترتیب دیتے ہیں۔

7۔ طلبہ میں تخلیقی صلاحیتیں پیدا ہونے کے بجائے ترقی کرتی ہیں۔

منفی اثرات

1۔ طالب علم ببلیوفائل بن جاتے ہیں کیونکہ وہ مخصوص اسائنمنٹ پر کام کرتے ہیں۔

2۔ کم ذہین طلبہ دھوکہ دے کر اپنی اسائنمنٹ مکمل کرتے ہیں۔ لہذا طالبعلم میں ایک بری عادت پیدا ہوتی ہے۔

3۔ کسی وقت ، کتابوں اور متعلقہ مواد کی عدم دستیابی کی وجہ سے، طلباء اپنا وقت ضائع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

4۔ یہ ایک وقت لینے کی سرگرمی اور طریقہ ہے۔ لہذا، زیادہ تر نصاب بے نقاب رہتا ہے۔

بہت سے محققین نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ دیگر تدریسی تکنیکوں کے مقابلے میں تعلیمی اہداف کے حصول کے لیے اے بی ٹی بہت کارآمد ہے۔ این ٹی ایل (نیشنل ٹریننگ لیبارٹریز) کی رپورٹ کے مطابق ، لیکچر ، پڑھنے ، آڈیو ویژول ، مظاہرے ، گروپ میں بحث ، مشق کرکے اور دوسروں کو

1۔ چوہدری، نذیر احمد، **نصاب سازی وانسٹرکشن**، ص135

سکھانے کے ذریعے برقرار رکھنے کی شرح 5،،10،،20،،30،،50،،75،،اور 90 بالترتیب ہے۔[1]

یہ واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ دوسروں کو سکھانا واحد ذریعہ ہے جو کہ بہترین نتائج دیتا ہے۔ سوس (2001)، ڈینیلسن (2002)، ڈریوز اور ملیگن (2003) سب نے لرننگ پر تبصرہ کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ طلبہ علم پر عمل کرکے بہترین سیکھتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ استاد کو علم سے آراستہ کرنا ہے اور طلباء کو مشق کے ساتھ علم سیکھنے کے مواقع فراہم کرنے ہیں۔ ماہرین تعلیم دریافتی عمل کو بڑھانے کیلیے اور علمی پختگی کیلیے وسیع پیمانے پر طلباء پر مرکوز طریقہ (اے بی ٹی) اپناتے ہیں (گریٹزر، 2002)۔[2]

آج کل بیشتر اساتذہ طلبہ میں دلچسپی، تجزیاتی تحقیق، تنقیدی سوچ اور لطف اندوزی کو فروغ دینے کے لیے اے بی ٹی (طالب علم مرکوز نقطہ نظر) کا استعمال کرتے ہیں (ہیسن اینڈ شاد، 2007)۔[3]

نقطہ نظر (اے بی ٹی) طلباء میں ہدف پر مبنی رویے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، لہذا یہ طریقہ طلباء کو بہتر بنانے میں بہت کارآمد ہے۔

کامیابیاں (سلوین، 1996)[4]

پاس مین (2000) نے 5 ویں جماعت تک سماجی علوم پڑھانے کے لیے طالب علم پر مبنی تدریسی نقطہ نظر (اے بی ٹی) کا استعمال کیا اور پایا کہ اس سے طلباء میں سماجی مہارت اور اعتماد میں بہتری آئی ہے۔[5]

مطلب اور اولسن (1995) نے ٹیکنالوجی کو تعمیراتی کی ایک شکل کے طور پر استعمال کیا اور پایا کہ ابتدائی اسکول کے طلباء میں ٹیکنالوجی کے اثر نے ان کے کام کی دلچسپی، حوصلہ افزائی اور خود اعتمادی کو بڑھایا، اور طلباء اور اساتذہ کے کردار کو تبدیل کیا۔[6]

اوگاوا (2001) نے درمیانی معیار کے طالب علموں کو دوسری جنگ عظیم کی تاریخ سکھائی اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ طالب علموں نے جنگ کے بارے میں سیکھا، ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بمباری کے امریکی متن کے حصوں کا تجزیہ کیا اور تجربہ کار فوجیوں کے انٹرویو کیے۔ کلاس روم کا مشاہدہ اور

1International conference on Engaging Pedagogy (Ireland: Blanchardstown IT, Dublin, Ireland, December 14, 2012) /Accessed on:03.04.2021

2Greitzer, F.A, Cognitive approach to student, (E-Learning, Human factors and society Meeting Sep. 30-Oct.2004)/ Accessed on:03.04.2021

3Greitzer, F.A, Cognitive approach to student, Sep. 30-Oct.2004./ Accessed on:03.04.2021

4https://doi.org/10.1006/ceps.1996.0004/Accessed on:03.04.2021

5https://eric.ed.gov/?id=ED440146/Accessed on:03.04.2021

6https://www.jstor.org/stable/44428434/Accessed on:03.04.2021

تحریری کام، مباحثہ سیشن ہوااور آخر میں اے بی ٹی نے ان کے تاریخی نقطہ نظر کو بات کرنے کی مہارت کو بہتر بنایا۔(12)اسٹاؤٹ (2004) نے امریکہ کی تاریخ کو طلبہ کی ابتدائی سطح تک سکھانے کے لیےاے بی ٹی طریقہ استعمال کیااور یہ نتیجہ اخذ کیاکہ طلباءتاریخی مواد کی گہری تفہیم اور مشکل پرائمری سورس ٹیکسٹ پر بات چیت کرنے کے لیے باہمی تعاون سے کام کرنے کے قابل ہو گئے۔[1]

روے(1996)نے پایاکہ طالب علم پر مبنی نقطہ نظر(اے بی ٹی)ابتدائی گریڈ کے طلباء میں طلباء کے رویےاور سیکھنے کے رویے کو بہتر بناتا ہے۔[2]

سیکھنے کے ماحول نے طلباء کی خود اعتمادی کو فروغ دیا جبکہ سکولوں میں اے بی ٹی کا استعمال کرتے ہوئے(ولکنسن،ٹیگسٹ،لیگیٹ اور گلاسن،1988)۔[3]

اے بی ٹی نے پڑھنے،لکھنے،بولنے اور سننے کی مہارت کوفروغ دیا(لوقا،2004)[4]

مطالعے کے اہم نتائج پر گہری نظرڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مطالعات کے ساتھ جو طالب علم پر مبنی نقطہ نظر (ABT) شامل ہیں، طلباء نے بنیادی طور پر غیر تعلیمی علاقوں میں تبدیلیاں دکھائی ہیں۔[5]

حسین،وغیرہ۔(2011)اس نتیجے پر پہنچاکہ اے بی ٹی ابتدائی اور ثانوی سطح پر روایتی تدریسی طریقہ سے زیادہ موثر ہے۔[6]

ڈوسیٹ ایٹ ال۔(1998)اور بلیک ایٹ ال۔(2000) یہ بھی پایا گیاکہ اے بی ٹی کے ذریعے پڑھائے جانے والے طلباء نے بنیادی اور کلینیکل دونوں سائنسوں میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔[7]

1.https://eric.ed.gov/?id=ED453108/Accessed on:03.04.2021
2.https://umcp.academia.edu/markstout/curriculumVitae/Accessed on:03.04.2021
3.http://www.isetl.org/ijtlhe/pdf/ijtlhe20(2).pdf/Accessed on:03.04.2021
4.https://repositories.lib.utexas.edu/handle/2152/1133/Accessed on:03.04.2021
5.https://www.researchgate.net/publication/237752412-A-Literature-Review-of-the-Student-Centered-Teaching-Approach-National-Implications/Accessed on:12.12.2020
6.https://www.researchgate.net/publication/236195367-effect-og-peer-group-activitybased-learning-on-students-academic-achievement-in-physics-at-secondary-level/Accessed on:15.11.2020
7. https://pubmed.ncbi.nlm.nih.gov/10211248/Accessed on:10.02.2021

Gallagher et al. (1992) (سر گرمی پر مبنی سیکھنے والے طالب علموں نے اپنے ہم منصبوں کے مقابلے میں نمایاں بہتری دیکھی اور دیکھا کہ اے بی ٹی "مسئلہ حل کرنے کے عمل اور مہارت" کو ترقی دینے کا ایک مؤثر طریقہ ہے۔[1]

ہنگ، جوناسن اور لیو (2008) نے ذکر کیا کہ اے بی ٹی کا "طلباء پر مثبت اثر پڑتا ہے۔بنیادی سائنس کے علم کو لاگو کرنے اور حقیقی دنیا کے پیشہ ورانہ یا ذاتی حالات میں مسئلہ حل کرنے کی مہارتوں کو منتقل کرنے کی صلاحیتوں پر"۔[2]

Choo (2007) (نے پیشہ ورانہ ادارے میں طلباء کے ساتھ ساتھ اساتذہ پر ABT کے مثبت اثرات کو نوٹ کیا۔[3]

مذکورہ بالا تمام حوالہ جات تقریبا تمام مضامین بشمول تاریخ، سماجی علوم، سائنس، جغرافیہ کی تعلیم میں ABT کی تاثیر کو واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں۔

ابتدائی سطح کے سکول لہذا محقق نے ابتدائی اسکول کی سطح پر اسلامیات کی تعلیم میں ABT کی تاثیر اور اہلیت کا جائزہ لینے کے لیے آگے بڑھا۔اس کے لیے، محقق نے طالب علموں کو سر گرمی کرنے کا موقع دیا اور پھر پری اور پوسٹ ایکٹیویٹی ٹیسٹ کی مدد سے نتائج جمع کیے۔

تحقیق کے طریقہ کار

اس تحقیق میں اپنایا گیا نقطہ نظر تجرباتی نوعیت کا تھا۔پہلے شائع شدہ علمی لٹریچر کی ایک وسیع رینج جس میں تحقیقی مضامین، مقالے اور مستند کتابیں شامل تھیں ان کا مکمل جائزہ لیا گیا اور متعلقہ مواد کاغذ میں حوالہ دیا گیا۔اس کے علاوہ انٹرنیٹ اور لائبریری کے ثانوی ذرائع سے بھی ان کی یقین دہانی اور صداقت کے بعد مشاورت کی گئی۔جدید تحقیقی تکنیکوں پر عمل کرتے ہوئے اور زیادہ درست نتائج حاصل کرنے کے لیے، محقق نے ایک رول پلے ایکٹیویٹی تیار کی جو کہ طلباء نے انجام دی۔اے بی ٹی کی تاثیر کو جانچنے کے لیے ایک پری اور پوسٹ ٹیسٹ لیا گیا، جو اس تحقیق کے اختتام کی طرف لے گیا۔

عنوان: نماز

درج ذیل پانچ نقاط اس سر گرمی کے اہم نقاط ہیں۔

1.https://journals.sagepub.com/doi/10.1177/016235329601900302/Accessed on:10.02.2021

2.https://www.researchgate.net/publication/273595172-A-Cognitive-Approach-to-Student-Centered-E-Learning/Accessed on:10.02.2021

3.https://www.researchgate.net/publication/273595172-A-Cognitive-Approach-to-Student-Centered-E-Learning/Accessed on:10.02.2021

1. طلباء کو اسلام کے پانچ ارکان کا بتانا۔

2. نبی پاک ﷺ کی نماز کے متعلق بتانا۔

3. اسلام کے نظریہ اتحاد اور مساوات کے بارے میں آگاہ کرنا۔

4. طلباء کو صفائی و پاکیزگی کے بارے میں آگاہ کرنا۔

5. انھیں اسلام کی تاریخ بتانا۔

مشمولات:

1) اسلام کی بنیادی تعلیمات

2) صفائی۔

3) فلسفہ نماز اور تاریخی پس منظر

مواد:

وڈیو کیلیے لیپ ٹاپ، دس منٹ کی نماز پر وڈیو

کتابیں، چارٹس، سفید شیٹس

سیفٹی پن

کرسیاں، میز، ٹوپی، مصلی

مرحلہ 1: پری ٹیسٹ

سرگرمی شروع کرنے سے پہلے، محقق نے مندرجہ ذیل سوالات پر مشتمل طلباء سے پری ٹیسٹ لیا

1۔ اسلام کے ستونوں کے نام لکھیں؟

2۔ عبادات میں سب سے پہلے کونسی عبادت فرض ہوئی؟

3۔ نماز کے فرائض لکھیں؟

4۔ نماز کی کوئی سی دو شرائط بتائیں؟

5۔ نماز کس پر فرض ہے؟

6۔ نماز کیا سبق دیتی ہے؟

بدقسمتی سے، 14 طلباء میں سے ایک بھی طالب علم مذکورہ سوالات کے مناسب جواب نہیں دے سکا۔

مرحلہ 2: تیاری

رول پلے کی سر گرمی مختلف مراحل پر مشتمل تھی۔ پہلے تین مراحل میں محقق نے طلباء کو بنیادی سمت فراہم کی۔ باقی مراحل میں، طلباء مختصر سکرپٹ پڑھتے ہیں کہ وہ کہاں ہیں؟ تھے اور وہ کیا تھے اور آپ کو کیا کرنا تھا۔ محقق اور ایک مددگار استاد، طالب علموں کے ساتھ نماز کے مختلف حصوں میں اعمال اور زبانی منتر کا مظاہرہ کرنے میں شریک ہوئے۔ انہوں نے طالب علموں کو 15 منٹ کی ایک ویڈیو (نماز کی ادائیگی کے متعلق) بھی دکھائی، جس نے مختصر طور پر اس کے تمام مراحل پر تبادلہ خیال کیا اور سکرپٹ فراہم کر کے ان کی رہنمائی کی۔

مرحلہ ۳: وضو

وضو کی مکمل سر گرمی محقق کی رہنمائی اور نگرانی میں کی گئی۔ وضو میں مندرجہ ذیل مواد شامل ہیں

ہاتھ دھونا۔

منہ اور ناک کلی کرنا۔

چہرہ دھونا۔

کہنیوں تک بازو دھونا۔

گیلے ہاتھوں سے گیلے سر۔

پاؤں دھونا، پہلے دائیں پھر بائیں۔

نتائج اور مباحث

محقق نے اے بی ٹی کی افادیت اور اسلامیت کے لیے روایتی تدریسی طریقوں کا جائزہ لینے کے لیے نماز کی ایک رول پلے سر گرمی تیار کی۔ رول پلے کی سر گرمی سے قبل ایک پری ٹیسٹ کیا گیا جس نے واضح طور پر ظاہر کیا کہ روایتی تدریسی طریقے شرائط نماز، ادائیگی کا طریقہ اور نماز کے فوائد بتانے میں بری طرح ناکام رہے۔ پری ٹیسٹ کروانے کے بعد، اے بی ٹی کی مدد سے وہی تصورات سکھائے گئے اور طلبہ کی طرف سے ایک پوسٹ ٹیسٹ لیا گیا جس نے بہترین نتائج دکھائے۔ یہ بھی مشاہدہ کیا گیا کہ تمام طلباء نے جوش و خروش کے ساتھ سر گرمی میں حصہ لیا۔ نتائج نے واضح کیا کہ طلباء روایتی تدریسی طریقوں کے مقابلے میں اے بی ٹی کے ذریعے بہتر سیکھتے ہیں۔

مذکورہ بالا نتائج کی روشنی میں، تحقیق نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اے بی ٹی دیگر فنون اور سائنس کے مضامین کی طرح اسلامیات کی تعلیم ہیں یکساں طور پر موثر ہے۔ پری ٹیسٹ اور پوسٹ ٹیسٹ کے نتائج نے

واضح طور پر انکشاف کیا کہ اے بی ٹی طریقہ استعمال کرتے ہوئے، طلباء روایتی تدریسی طریقوں کے مقابلے میں تصورات کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ، اے بی ٹی اپنی نوعیت میں کافی سادہ ہے اور ابتدائی سطح پر طلباء میں اسلامی اقدار کو فروغ دینے کے لیے مفید ہے۔ اس سلسلے میں تحقیق تجویز کرتی ہے کہ مجاز اتھارٹی اور نصاب ونگ کو سنجیدگی سے نوٹس لینا چاہیے اور لازمی مضمون اسلامیات کے مندرجات کو اے بی ٹی طریقہ کے مطابق ڈیزائن کرنا چاہیے۔

اس مطالعے کا مقصد اسلامیات کے لازمی مضمون کے لیے ABT اور روایتی تدریسی طریقوں کی تاثیر کو تلاش کرنا ہے۔ یہ محقق نے قائم کیا ہے کہ اے بی ٹی فنون، انسانیت اور سماجی علوم کے لیے یکساں مفید ہے۔ بہت سے محققین نے اے بی ٹی کو تاریخ، نفسیات، سماجیات، معاشیات اور ماحولیاتی علوم کی تعلیم کے لیے استعمال کیا اور بہتر نتائج حاصل کیے۔ لیکن بد قسمتی سے ABT خاص طور پر سرکاری سکولوں میں اسلامیات کے لازمی مضمون کی تعلیم کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ اس سلسلے میں محقق ڈاکٹر طفیل ہاشمی کی رہنمائی میں اسلامیات کے موضوع میں ABT کی تاثیر کو جانچنے کے لیے آگے بڑھا۔ اس مقصد کے لیے ایک رول پلے ایکٹیویٹی تیار کی گئی تھی جو پری اور پوسٹ ٹیسٹ پر مشتمل تھی۔ رول پلے کی سرگرمی کی تکمیل پر مطالعے سے پتہ چلا کہ اے بی ٹی دیگر مضامین کی طرح اسلامیات کی تعلیم کے لیے بھی اتنا ہی موثر تھا۔ اس نے غیر معمولی نتائج برآمد کیے اور اسلامی تعلیمات کے مقاصد کے حصول میں نمایاں مدد کی۔ اس لیے یہ سفارش کی جاتی ہے کہ حکومت پاکستان کو فوری نوٹس لینا چاہیے تاکہ اسلامیات کے تدریسی طریقہ سے متعلق پالیسی پر نظر ثانی کی جائے اور سکولوں میں اے بی ٹی متعارف کرائی جائے۔ کچھ قابل عمل تجاویز سفارشات کے حصے میں دی گئی ہیں۔

اس ضمن میں کچھ اہم سفارشات درج ذیل ہیں۔

مذکورہ تحقیق کی روشنی میں ذیل میں کچھ سفارشات دی گئی ہیں جو ابتدائی سطح پر اسلامی اقدار کی ترقی میں حائل رکاوٹوں کو ختم کرنے میں کار آمد ثابت ہو سکتی ہیں۔

پرائمری اور پرائمری سکولوں میں اے بی ٹی طریقہ کے ذریعے اسلامی اقدار کی مناسب تربیت ممکن ہے۔ اس لیے ابتدائی سطح پر اسلامیات کا نصاب اے بی ٹی طریقہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈیزائن کیا جانا چاہیے۔ روزانہ کی بنیادوں پر اسلامیات کے لیے کم از کم ایک مدت باقی رہنی چاہیے، کیونکہ طلباء اسلام کی بنیادی تعلیمات سے بھی ناواقف ہیں۔ مزید یہ کہ اسلامیات پڑھانے کے روایتی طریقے کو اے بی ٹی سے بدلنا چاہیے۔

نہ صرف والدین بلکہ اساتذہ بھی طلباء کی اسلامی اور اخلاقی تربیت کے یکساں ذمہ دار ہیں لہٰذا انہیں طلبہ کو عملی انداز میں تعلیم دے کر اور روزمرہ کی زندگی سے مثال کے حوالہ دے کر ان کو خلاصہ خیالات دینے کے ذریعے اپنا کردار موثر طریقے سے ادا کرنا چاہیے۔

یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ طلباء اور اساتذہ عموماً تدریس کے عمل کے لیے درسی کتاب پر انحصار کرتے ہیں لہذا اے بی ٹی طریقہ کو مدنظر رکھتے ہوئے درسی کتابوں کو بھی ڈیزائن کیا جانا چاہیے۔

اساتذہ کو روایتی طریقہ تدریس کے بجائے اے بی ٹی طریقہ اپنانے کی ترغیب دی جانی چاہیے اور جدید ترین تدریسی طریقوں پر نظر رکھنی چاہیے۔ اسلامی تقویم پر مشاورت سے اسلامی تقریبات پر سرگرمیاں کرنا ایک مددگار اور دلچسپ کام ہوگا۔

اساتذہ اور والدین بچوں میں مشترکہ خاندانی نظام کی اہمیت پیدا کریں کیونکہ یہ اسلامی اقدار کے مطابق بچوں کی حقیقی اور دیرپا تربیت کا بنیادی ذریعہ ہے۔

ابتدائی سطح کے مرحلے پر، طلباء میں بہت سی جسمانی، حیاتیاتی، جذباتی اور جینیاتی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں لہذا اس مرحلے پر انہیں اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت دینا بہت ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے، انہیں ایک ایسا ماحول فراہم کرنا مفید ہوگا، جہاں وہ اسلامی احکامات سیکھیں اور ان پر عمل کر سکیں۔

سرکاری اسکولوں میں طلباء کے ڈراپ آؤٹ تناسب کو مختلف مضامین کے مواد کو دلچسپ بنا کر کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے تمام مضامین بالخصوص اسلامیات میں ABT کی عکاسی طے شدہ اہداف کے حصول میں مددگار ثابت ہوگی۔

پرائمری، ایلیمنٹری اور سیکنڈری سکولوں میں اسلامیات کے اساتذہ کی اکثریت روایتی طریقے استعمال کر رہی ہے خاص طور پر لیکچر کا طریقہ کیونکہ وہ صرف اپنا، ڈیپارٹمنٹ، طلباء اور ان کے والدین کو مطمئن کرنے کے لیے اپنا کورس وقت پر مکمل کرنا چاہتے ہیں۔

وہ سبق کے منصوبے تیار کرنے کے لیے بہت کم کام کرتے ہیں اور طلباء کو لائف لانگ لرنر بننے کی ترغیب دیتے ہیں۔

• کچھ اساتذہ بھاری کورس کے بوجھ کے ساتھ کام کرتے ہیں اس لیے وہ اسلامیات پڑھانے اور منصوبہ بندی کی سرگرمیوں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ کچھ اساتذہ اپنی گھریلو ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اسکول کے اوقات کے بعد متعدد نوکریاں کرتے ہیں اور اس لیے ان کے پاس سبق کا منصوبہ بنانے اور طلباء کے لیے سرگرمیوں کو منظم کرنے کے لیے زیادہ وقت نہیں ہوتا ہے۔

بہت سے اساتذہ سراسر لاپرواہی ، غفلت اور لاعلمی کی وجہ سے منظم سر گرمی کا منصوبہ نہیں بناتے۔ وہ صرف اپنی تعلیم کو اپنے کام کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اس قسم کے اساتذہ کے لیے درسی کتاب نصاب، سبق کا منصوبہ اور خود ہی ختم ہوتی ہے۔

دوسری طرف ذمہ دار اساتذہ ہمیشہ اپنے سبق کے اہداف اور مقاصد کی منصوبہ بندی کرتے ہیں پھر وہ مقرر کردہ اہداف اور مقاصد کے مطابق دلچسپ سر گرمیوں کے ساتھ ایک مؤثر سبق کا منصوبہ تیار کرتے ہیں۔ سیکھنے کو تقویت دینے، حوصلہ افزائی فراہم کرنے اور طلباء کی دلچسپی کو فروغ دینے کے لیے انفرادی اور گروہی سر گرمیاں شامل ہیں۔ سیکھنا ایک ایسا عمل ہے جو زندگی بھر ہوتا ہے۔ یہ استاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ باضابطہ تعلیم کے ذریعے مواقع فراہم کرے تاکہ طلباء کو خود سیکھنے کے قابل بنایا جاسکے۔

بدقسمتی سے ہمارے تعلیمی طریقے خصوصاً اسلامیات میں ابتدائی سطح تک روٹ لرننگ پر مبنی ہیں۔ جب یہ طلباء حقیقی اور عملی زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو وہ زندگی کے چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے اپنے آپ کو نامناسب سمجھتے ہیں۔ روایتی طریقے خاص طور پر لیکچر کا طریقہ ایک آلے کے طور پر ناگزیر ہو سکتا ہے لیکن کلاس روم میں اس کا خصوصی راج نقصان دہ ہو گیا ہے۔ لہذا، اے بی ٹی زندگی بھر سیکھنے والے، تنقیدی مفکرین اور تبدیلی کے لیڈر بنانے کی سمت میں ایک اچھا قدم ہے۔

دیگر مضامین کے ساتھ اسلامیات کو عملی کارکردگی اور تفتیش کے عمل کے ذریعے پڑھایا جانا چاہیے جس میں طلباء کو سیکھنے کی ترغیب دی جاتی ہے اور ان کی تفتیش میں رہنمائی کی جاتی ہے جس سے وہ حقائق کی طرف جاتے ہیں۔ اسلامیات کے عملی حصے کو زیادہ اہمیت دینی چاہیے

ترقی پسند اساتذہ جیسے اوس، مونٹیسوری، پیاگیٹ، وائیگوٹسکی اور حالیہ محققین نے روایتی طریقوں کے مقابلے میں اے بی ٹی اور تجرباتی تدریس کی ضرورت پر زور دیا۔

مختصر یہ کہ اے بی ٹی منطقی اور موثر ہے اور اساتذہ اور طلباء دونوں اسے روایتی طریقوں سے زیادہ اطمینان بخش سمجھتے ہیں۔ طلباء کے لیے ایک فائدہ، ممکنہ طور پر اساتذہ سے بھی زیادہ، یہ ہے کہ اے بی ٹی انہیں نہ صرف یہ بتاتا ہے کہ وہ سیکھنے کے لیے کس چیز کی حمایت کر رہے ہیں بلکہ کس طرح اور کس معیار کے مطابق ہیں۔ اس بات کی تصدیق کی جاتی ہے کہ بچوں کو بہت کم عمری سے اسلامی علم دیا جانا چاہیے اور اس مقصد کے لیے اے بی ٹی مختلف اقسام کے لیے اسلامی اقدار، مسنون دوئین اور سنت طریقوں سے ماحول کو روشن کرتا ہے۔ وقتاً فوقتاً ایسے اہتمام شدہ پروگرام جو بچوں کے لیے علم پر مبنی ہوتے ہیں جیسے حج، قربانی، روزہ، فطرہ، زکوۃ اور بہت سی دیگر مذہبی اور نصابی سر گرمیاں اور متوازی طور پر، بچے متعلقہ موضوع کا عملی علم

حاصل کرتے ہیں۔اے بی ٹی طریقہ سیکھنے والے سے استاد کے تناسب کو کم کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے تاکہ زیادہ طاقت کی صورت میں گروپس بنا سکیں اور استاد چھوٹے بڑھتے ہوئے ذہنوں کو تفریح اور دلچسپ سرگرمیوں کے ساتھ سکھائیں اور ان میں مطلوبہ اقدار کو مثبت انداز میں داخل کریں۔

آج کے مسلمان اساتذہ کو حضور نبی اکرم ﷺ کے تعلیمی طریقوں اور روایات پر عمل کرنا چاہیے۔ان کا مشن اسلامی اقدار کے لیے بہترین رول موڈ سکھانا، رہنمائی کرنا تھا۔اے بی ٹی طریقہ کے ذریعے ، سیکھنے والا اسلامی اقدار کی مختلف خصوصیات جیسے کہ الہی اور پیغمبرانہ روایات ، قدرتی اور عام فہم ، مثبت سوچ اپروچ اور بہت سی اخلاقی خوبیوں کو سیکھتا ہے۔

پورے تعلیمی عمل کے دوران، تعلیم کی ابتدائی سطح ایک اہم مرحلہ ہے جو ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لیے فیڈر کا کام کرتا ہے۔ تعلیمی عمل کی تکمیل کے بعد ، طلباء سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ زندگی کے سماجی، سیاسی اور معاشی شعبوں میں اعلیٰ اخلاقی برتری حاصل کریں۔ یہ سب دینی تعلیم اور ابتدائی سطح پر فراہم کی جانے والی تربیت پر منحصر ہے۔ لہذا، والدین اور اساتذہ کو اپنے بچوں کے بڑھتے ہوئے ذہنوں اور شخصیات میں اپنے عملی رویے کے ذریعے اسلامی علم کو فروغ دینا چاہیے۔ معاشرے کے لیے اخلاقی طور پر ترقی یافتہ انسانی وسائل پیدا کرنے کے لیے یہ اسلامی علم ابتدائی سطح تک اسلامیات کی درسی کتابوں میں شامل ہونا چاہیے۔اس مطالعے میں اسلامی اقدار کی عکاسی اور ابتدائی سطح تک اسلامیات کے تدریسی طریقوں کی چھان بین کی گئی ہے۔ اس مطالعے کا بنیادی مقصد اسلامی اقدار اور تصورات کے مابین تعلق کو جانچنا تھا تاکہ اسلامیات کے لازمی مضمون کے کورس مواد اور ابتدائی سطح پر پنجاب کے سرکاری سکولوں میں اسلامیات کے اساتذہ کی طرف سے اپنایا گیا تدریسی طریقہ کار۔اس مطالعے کے مقاصد تھے

تعلیم کے مقاصد اور فلسفہ اور اسلام کے ساتھ اس کے بنیادی تعلق کی وضاحت کرنا۔

اسلامی اقدار کی ترقی کے لیے تعلیمی نظام میں مسائل اور رکاوٹوں کا تعین کرنا۔

ابتدائی سطح پر اسلامی اقدار اور اسلامیات کے کورس کے درمیان تعلق معلوم کرنا۔

روایتی تدریسی طریقوں کا اسلامی تہذیب کی بڑھتی ہوئی ضروریات سے موازنہ کرنا۔

اسلامی اہداف اور مقاصد کے حصول میں سرگرمی کی بنیاد کے طریقہ کار کے کردار کی وضاحت کرنا

اسلامی اقدار کی بہترین شمولیت اور ابتدائی سطح پر اسلامیات کے موضوع میں سرگرمی کی بنیادی تعلیم کو اپنانے کے لیے کچھ قابل عمل سفارشات دینا۔

اس مطالعے سے یہ بات واضح ہے کہ ایک مؤثر تدریسی تکنیک کے ذریعے جو کہ صرف ایکٹیویٹی بیس ٹیچنگ(ABT) تکنیک ہے، طلباء میں ابتدائی سطح تک اسلامی اقدار کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ کم از کم ثانوی سطح تک نصاب کو اسلامی اقدار کی روشنی میں منظم کرے خاص طور پر اسلامیات کے لازمی مضمون میں۔ کوئی بھی معاشرے میں اخلاقی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی اقدار اور تربیت کے بغیر ایڈجسٹ نہیں ہو سکتا۔

اس مطالعے کے جواب دہندگان راولپنڈی شہر کے پنجاب گورنمنٹ سکولوں کے تمام مرد طالب علم تھے۔ اعداد و شمار جمع کرنے کے لیے دس ایلیمنٹری سکولوں کے فی طور پر 200 طلباء کو منتخب کیا گیا۔ محقق نے ذاتی طور پر ایک جامع سوالنامہ کا انتظام کیا اور ڈیٹا جمع کرنے کے لیے نمونہ سکولوں کا براہ راست دورہ کیا۔ جمع کردہ ڈیٹا کو وضاحتی ٹیسٹ کے ذریعے ٹیبل کیا گیا اور تجزیہ کیا گیا جیسا کہ سادہ فیصد طریقہ۔

نتائج نے اسلامی اقدار کی اہمیت اور اسلامی تعلیم کے موضوع میں سرگرمی کے بنیادی طریقہ کار کی نشاندہی کی۔ جمع شدہ ڈیٹا کی مدد سے طلباء میں ابتدائی سطح تک اسلامی اقدار کی ترقی میں حائل رکاوٹوں کو ختم کرنے کے لیے کچھ نتائج اور سفارشات بھی پیش کی جاتی ہیں۔

اس سلسلے میں کچھ نتائج درج ذیل ہیں۔

اس مطالعے کے نتیجے میں، اسلامی اقدار کی نصابی کتاب اور تدریس کے طریقہ کار کے ذریعے طلباء کی اسلامی اقدار کے بارے میں آگاہی کے حوالے سے درج ذیل نتائج ہیں۔

1. طلباء کی اکثریت مثبت جواب دیتی ہے کیونکہ وہ چار نمازیں پڑھتے ہیں اور کسی حد تک پانچ وقت روزانہ جو کہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اسلام کی مذہبی اقدار میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہیں

2۔ زیادہ تر طلباء یہ نتیجہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ اسلام میں وضو اور صفائی کی اہمیت سے آگاہ ہیں۔

3۔ زیادہ سے زیادہ طلباء جواب دیتے ہیں کہ وہ کسی حد تک رمضان کے مہینے میں روزے رکھتے ہیں لیکن زیادہ تر طلباء جواب دیتے ہیں کہ وہ رمضان میں ممنوعہ چیزوں کو جانتے ہیں۔

4. طلباء کی اکثریت یہ نتیجہ دکھاتی ہے کہ وہ اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت کو جانتے ہیں لیکن بہت سے طلباء ایسے تھے جو "کسی حد تک "اور "نہیں "کا بھی جواب دیتے تھے۔

5۔ طلباء کی اکثریت یہ نتیجہ دکھاتی ہے کہ وہ حج کے مہینے اور حج کے تمام ضروری عناصر سے آگاہ ہیں۔

6۔ زیادہ تر طلباء جواب دیتے ہیں کہ وہ کسی حد تک جہاد کے بارے میں جانتے ہیں جبکہ 200 میں سے 81 طلباء جواب دیتے ہیں کہ وہ اس کے بارے میں آگاہ ہیں۔

7. یہ بتاتے ہوئے بہت خوشی ہوئی کہ طلباء کی اکثریت جانتی ہے کہ تعلیم والدین کی طرف سے اپنے بچوں کے لیے بہترین تحفہ ہے اور تقریباً تمام طلباء پڑوسیوں کے حقوق سے بھی آگاہ ہیں۔

جدید تدریس کے طریقوں کے متعلق چند سفارشات درج ذیل ہیں۔

1. روایتی تدریس کے طریقوں کیے ساتھ طلباء کو جدید تدریس کے طریقوں سے بھی پڑھایا جانا چاہیے۔

3. یہ ضروری ہے کہ افراد کو اسلام کی اسلامی اقدار کے مطابق تربیت دی جائے اور عملی رویے کی مدد سے خاص طور پر ابتدائی سطح تک سکولوں میں مظاہراتی اور سرگرمی کی بنیاد پر تدریس کے طریقہ کار کی مدد کی جائے۔

4۔ مڈل سٹینڈرڈ امتحان کے بعد سرکاری سکولوں میں طلباء کا ڈراپ آؤٹ تناسب کم کیا جا سکتا ہے اگر یہ ادارے تمام مضامین بالخصوص ابتدائی سطح تک اسلامیات کے مضمون میں ایکٹیویٹی بیس ٹیچنگ کے طریقہ کار کو لاگو کر کے بچوں کے دوستانہ سکولوں میں تبدیل ہو جائیں۔

5. پرائمری اور پرائمری سکولوں میں اے بی ٹی طریقہ اور مظاہراتی طریقہ تدریس کے ذریعے اسلامی اقدار کی مناسب تربیت ممکن ہے۔ لہٰذا اسلامیات کا ابتدائی سطح تک کا نصاب اسلامی اقدار کے مطابق اے بی ٹی طریقہ پر مبنی ہونا چاہیے اور ایک ہفتے میں اس لازمی مضمون کے سات ادوار ہونے چاہئیں کیونکہ طلباء اسلام کی اصل روح سے واقف نہیں ہیں۔ لہذا، پرائمری اور پرائمری سکولوں کو اس سلسلے میں اپنا موثر کردار ادا کرنا چاہیے۔

6۔ قرآن و سنت تعلیم و تربیت کے بنیادی اصل ذرائع ہیں، اس لیے ان ذرائع کی ہر سطح پر ابتدائی سطح تک عکاسی ہونی چاہیے تاکہ بڑھتے ہوئے ذہنوں کی سمت کو مثبت بنایا جا سکے۔

7۔ والدین پہلے اپنے بچوں کی جذباتی نشوونما اور اخلاقی تربیت کے ذمہ دار ہیں۔ لہٰذا انہیں اپنی ذمہ داری پوری ایمانداری سے ادا کرنی چاہیے۔ انہیں اپنے بچوں کو قرآن و سنت کے مطابق تربیت دینے کے لیے آگے آنا ہوگا اور انہیں اس بات کا ادراک ہونا چاہیے کہ اساتذہ سکولوں میں موجود ہیں تاکہ انہیں ابتدائی تعلیم تک اس سلسلے میں سہولت فراہم کی جا سکے۔

8. اساتذہ بچوں کے مذہبی عقائد کو تقویت دینے اور انہیں اسلامی شکل میں عملی شکل میں فراہم کرنے کے بھی ذمہ دار ہیں

12۔اساتذہ کو اسلامیات کے موضوع میں اے بی ٹی طریقہ اپنانے کی ترغیب دی جانی چاہیے اور ہیڈ اساتذہ بھی اسلامی کیلنڈر میں ہر گزرنے والی اسلامی تقریب کے ساتھ سر گرمیوں کے انعقاد میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔

13۔اساتذہ اور والدین بچوں میں مشترکہ خاندانی نظام کی اہمیت پیدا کریں کیونکہ یہ اسلامی اقدار کے مطابق بچوں کی حقیقی اور دیرپا تربیت کا بنیادی ذریعہ ہے۔

14. طلباء کو اسلامی اقدار کے مطابق تربیت دی جائے اور انہیں سکول اور گھر میں بھی اخلاقی تخلیقی سر گرمیوں میں مصروف رکھا جائے۔

باب چہارم:

تدریس اسلامیات کو موثر بنانے کے لیے تجاویز

فصل اوّل: نصابی و ہم نصابی سر گرمیوں کو مؤثر بنانے کے لیے اقدامات

فصل دوم: جدید طریقہ تدریس اور اے وی ایڈز کا استعمال

فصل سوم: اساتذہ کی تربیت کے لیے لائحہ عمل

باب چہارم:

تدریس اسلامیات کو موثر بنانے کے لیے تجاویز

اس باب میں پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے حوالے سے لائحہ عمل تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ فصل اول میں نصابی اور ہم نصابی سرگرمیوں کے حوالے سے لائحہ عمل پر غور کیا گیا ہے۔ فصل اول میں اس بات پر غور کیا گیا ہے کے طلباء کو محض نصاب تک ہی محدود نہ رکھا جائے۔ بلکہ ہم نصابی سرگرمیوں پر بھی غور کیا جائے۔ جیسا کہ مدارس میں دیکھنے کو ملتا ہے کہ وہاں پر طلباء کی نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیاں جیسے قرآت، نعت، اور تقاریر کے مقابلے وغیرہ بھی ہوتی ہیں۔ جن اداروں میں ایسے پروگرامز کرائے جاتے ہیں وہاں بچوں کی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہاں کلاسز میں تعداد بھی پوری رہتی ہے اور نتائج بھی سو فیصد رہتے ہیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ پرائمری لیول پر بچوں میں پڑھنے اور سیکھنے کی لگن کو بڑھانے کیلیے ایسے پروگرامز اسکولز لیول پر ضرور ہونے چاہیے۔

اس سلسلے میں کیے جانے والے سروے کے مطابق مختلف طالب علموں میں ان کے ذہن کے مطابق مختلف ترجیحات ہوتی ہے۔ کچھ طالب علموں کے سمجھنے کی صلاحیت بہت تیز ہوتی ہے۔ اور کچھ طالب علموں کو اساتذہ پڑھانے کے دوران ان کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کراتے ہیں۔ اس سلسلے میں کچھ سرگرمیاں بیان کی گئی ہے۔ ان سرگرمیوں میں مقابلہ جات ہے۔ حمد و نعت کے مقابلے، قرأت کے مقابلہ جات وغیرہ۔

بعض سرگرمیاں ایسی ہیں جن سے طلبا کا دھیان منتظر ہوتا ہے اور بعض سرگرمیاں ایسی ہیں جن کی مدد سے طلبہ کا ذہن ایک سمت لایا جاتا ہے۔ ان میں سے وی ایڈز کا اہم کردار ہے۔ ایک مشہور کہاوت ہے کہ میں نے سنا میں بھول گیا میں نے دیکھا مجھے یاد ہو گیا میں نے کیا ذہن نشین ہو گیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ عملی سرگرمیاں طلباء کے لیے مفید ثابت ہوتی ہیں۔ اسی بات کو مد نظر رکھ کر اس سرگرمی میں کو طلباء کے لئے مفید مانا گیا ہے۔ ان تمام سرگرمیوں کے حوالے سے فصل ثانی میں تفصیلی جائزہ کیا گیا ہے۔

فصل ثالث میں اساتذہ کی تربیت کے حوالے سے باتوں کو زیر غور رکھا گیا ہے۔ اس میں اساتذہ کی تربیت کے حوالے سے مختلف پروگرامز پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اساتذہ کی تربیت کے لیے گورنمنٹ سطح پر اقدامات کیے جاتے ہیں جن میں اساتذہ کی ٹریننگ اور نصاب کو موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔ طلباء کی بہترین کارکردگی اور پرسنالٹی ڈویلوپمنٹ کے لیے اساتذہ کا تربیت یافتہ ہونا انتہائی ضروری ہے۔ فصل ثالث میں

تربیت کے حوالے سے کیے گئے اقدامات کا باریک بینی سے تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔اس میں اساتذہ کو بھی چاہیے کہ وہ تربیتی پروگرامز میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔کیوں کہ اساتذہ کی تربیت سے طالب علم کی تربیت ممکن ہےاوراس سےایک معاشرے کی تربیت ممکن ہے۔

فصل اوّل:

نصابی و ہم نصابی سر گرمیوں کو مؤثر بنانے کے لیے اقدامات

درسگاہوں میں تعلیم کا مقصد طلباء کو محض تعلیم فراہم کرنا نہیں بلکہ ان کو عملی طور پر اس تعلیم سے آراستہ کرنا بھی ہے۔ اسکولز میں جو اسلامی تعلیمات ان کو فراہم کی جاتی ہیں ان پر عمل درآمد کر کے ایک مضبوط شخصیت بننے کے لیے نصابی سر گرمیوں کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سر گرمیوں کو طرق تدریس میں مؤثر طریقے سے شامل کرنے کی ضرورت در پیش ہوتی ہے- پاکستان کے بہت سے اسکولز میں نصابی و ہم نصابی سر گرمیاں مساوی اہمیت کی حامل ہیں- مگر چند اسکولز ایسے بھی ہیں جہاں نصاب کی تکمیل کے لئے محض کتابیں رٹانے پر زور دیا جاتا ہے اور ہم نصابی سر گرمیوں کی افادیت کسی کھاتے میں نہیں لائی جاتی۔

المیہ تو یہ ہے کہ تعلیمی مدارس میں نصاب کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سر گرمیوں میں عدم شمولیت کے تحت طلباء کو اپنی شخصیت میں جس قسم کی کمیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے طلبہ خود اس سے واقف نہیں ہیں۔ دورِ حال میں تعلیم کا مطلب صرف کتابوں سے شروع ہوتا ہے اور کتابوں پر ہی ختم ہو جاتا ہے -اسلامی تعلیمات کے اولین مقصد کے تحت ذہنی نشو نما کے ساتھ ساتھ جسمانی اور اخلاقی تربیت بھی درکار ہوتی ہے جس کا حصول کتابوں کو رٹنے سے ہر گز ممکن نہیں -ہم نصابی سر گرمیوں مثلاً ثقافتی تقریبات اور مقابلوں میں شمولیت، طلبہ کے اندر شعور پیدا کرتی ہے اور میں کتابوں سے نکل کر حسن طریقت سے باہری زندگی کے نشیب و فراز کے مطابق ڈھلنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔

پچھلے باب میں ہم ان تمام اسلامی طریق تدریس کا جائزہ لے چکے ہیں جو طالب علموں کے لیے اسلامی تعلیمات حاصل کرنے میں دلچسپی کا باعث بنتے ہیں۔ اس باب میں ہم انہیں طریق تدریس کے ہمراہ پاکستان کے دیگر نجی و سرکاری اسکولوں میں نصابی سر گرمیوں کے ساتھ ساتھ اپنائی جانے والی ہم نصابی سر گرمیوں کا تفصیلی جائزہ لے کر ان کو مؤثر بنانے کے اقدامات پر بھی روشنی ڈالیں گے۔ ایک تحقیق کے مطابق نصاب کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سر گرمیوں میں شمولیت طالب علموں کو پر اعتماد بناتی ہے اور ان تعلیمات کو اپنی عملی زندگی پر لاگو کرنے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

تعلیمی اداروں میں موجودہ نصابی و ہم نصابی سرگرمیاں برائے درجہ ابتدائیہ (سروے)

بہترین تعلیمی مدارس نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ طرق تدریس میں غیر نصابی سرگرمیوں کی شمولیت آغاز سے ہی زیر غور رکھتے ہیں جس کی مدد سے طلباء کی خفیہ صلاحیتیں بیدار ہوتی ہیں[1]۔ پاکستان میں تعلیمی نصاب کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سرگرمیاں کس حد تک منعقد کروائی جاتی ہیں اس بات کا تفصیلی جائزہ لینے کے لئے اسلام آباد کے دیگر سکولوں میں سربراہوں سے سوالات کر کے تحقیق کی گئی۔ سروے کے باعث درج ذیل ہم نصابی سرگرمیاں سامنے آئیں جن کی مدد سے مدارس بچوں میں تدریس کا ایک نیا رخ استعمال کر کے ان کو اسلامی تعلیمات کو عملی زندگی میں لاگو کرنے کے لئے راغب کرتے ہیں:

1- مقابلہ حمد و نعت خوانی
2- مقابلہ قرات
3- اے-وی ایڈز (Audio-Video Aids) کا استعمال
4- اسلامک آرٹ ورک (Islamic Art Work)
5- معزز اسلامی شخصیات کے ذریعے خطبات
6- اسمبلی Presentations:
7- اسلامک کوئز (Quiz)
8- مضمون نویسی
9- تقریری مقابلے

مقابلہ حمد و نعت خوانی:

نعت رسول مقبول ﷺ کا مبارک سلسلہ وطن عزیز میں ایک تحریک کا درجہ اختیار کر چکا ہے اور نعت خوانی و نعت گوئی اہل پاکستان کی پہچان بن چکی ہے۔ نعت عشق رسول مقبول ﷺ سے عبارت ہوتی ہے اور یہ مقدس جذبہ دلوں میں جتنا مضبوط ہو گا نعت میں اسی قدر تاثیر پیدا ہو گی۔ ان خیالات کا اظہار صدارتی ایوارڈ یافتہ نعت خواں حافظ مرغوب احمد ہمدانی نے ایوان کارکنان تحریک پاکستان لاہور میں جاری نظریاتی سمر سکول کے 18ویں سالانہ تعلیمی سیشن کے آٹھویں روز طلبا و طالبات سے خطاب کرتے ہوئے کیا لیکن سروے کے مطابق پرائمری سکولوں میں سال

1۔ ندوی، محمد رضی الاسلام، دینی مدارس میں ہم نصابی سرگرمیوں کی ضرورت، (کراچی، مکتبہ ربانیہ، 2019ء) ص 239

میں ایک مرتبہ ربیع الاول میں حمد و نعت خوانی کا مقابلہ منعقد کروایا جاتا ہے۔ چونکہ ربیع الاول میں بیرون حدود سکول دیگر شہری بھی ربیع الاول کے مہینے کا اہتمام کرتے ہیں لہذا اسی مہینے میں اسکولوں میں بھی نعت خوانیاور حمد وثنا کا مقابلہ کروا کر طالب علموں میں محبت رسول ﷺ کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تحصیل، ضلع اور ڈویژن کے اعتبار سے مقابلہ ترتیب دیا جاتا ہے۔ تحصیل سے جیتنے والا ضلعی سطح پر باقی تحصیلوں سے جیتے ہوئے سے مقابلہ کر کے آگے ڈویژن لیول پر جاتا ہے۔ ہر اگلے لیول کے ساتھ ان کا معیار اور شوق بڑھتا جاتا ہے۔ مقابلے میں طالبعلم بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور جیتنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ یہی طالب علم اپنی عملی زندگی میں بھی ایسی سرگرمیوں کا اثر رکھتے ہیں۔ پنجاب کے کئی ضلعوں میں اب بھی یہ سلسلہ اسی طرح اسی شان سے قائم ہے۔

"نصاب کے ساتھ ساتھ اس ہم نصابی سرگرمی کے باعث طالبعلم بوریت کا شکار نہیں ہوتے اور نصاب میں پڑھی جانے والے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کے بے مثال نمونہ کو مد نظر رکھتے ہوئے طالب علم نعت خوانی میں حصہ لے کر آپ ﷺ سے محبت کی عکاسی کرتے ہیں۔"[1]

مقابلہ قرات:

پاکستان قرآت و نعت کونسل کی جانب سے باقاعدہ طور پر عالمی سطح کے ساتھ ساتھ ذیلی برانچوں میں بھی مقابلے ترتیب دیئے جاتے ہیں۔ ایوانِ کارکنان تحریکِ قیام پاکستان شاہراہِ قائدِاعظم محمد علی جناح لاہور میں نظریۂ پاکستان ٹرسٹ اور پاکستان موومنٹ ورکرز ٹرسٹ لاہور نے باہمی اشتراک سے نظریاتی، فکری اور اسلامی رجحانات کے فروغ کیلئے تقاریب کے انعقاد کا سلسلہ جاری رکھا جاتا ہے اور سکولز اور کالجز کے طلبا و طالبات کے مابین مقابلہ ہائے حسنِ قرآت کے علاوہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت و اطاعت پیش کرنے کیلئے سکولز اور کالجز کی سطح پر طلباء طالبات کے مابین نعتیہ قصائد خوانی کے ساتھ قرآت کے مقابلے کرائے جاتے ہیں۔

"قرآن مجید کو تجوید اور خوبصورتی سے پڑھنا ایک فن ہے جس میں ہر کوئی ماہر نہیں ہوتا۔ پاکستان میں قومی اور عالمی دونوں سطح پر مقابلہ قرات منعقد کروائے جاتے ہیں۔ 2016ء میں ملتان، خانیوال، وہاڑی، مظفر گڑھ، بہاولپور، بہاولنگر، ڈیرہ غازیخان، لیہ، رحیم یار خاں وزیر اعلیٰ کی ہدایت پر جنوبی پنجاب کے طلبہ میں ضلع کی سطح پر حسن قرأت کے مقابلوں کا انعقاد کیا گیا

1۔ ضمیمہ نمبر 1 سوال نمبر 1

تھا مگر بد قسمتی سے درجہ ابتدائیہ پرائمری سطح پر اسلام آباد کے تحقیق شدہ دس سکولوں میں سے محض دو سکولوں نے ہی اس بات کا اقرار کیا کہ وہ قرات کا مقابلہ منعقد کرواتے ہیں- باقی دیگر سکولوں نے اس کا انکار کرتے ہوئے نفی میں جواب دیا-البتہ پرائمری تک کے طلباء اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ انتہائی صفائی کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کر سکیں مگر اگر ازل سے ہی ان کے اندر یہ صلاحیتیں پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو سیکنڈری سطح پر وہ بہترین قرات کا مظاہرہ کر سکتے ہیں-"[1]

اے-وی ایڈز(Audio-Video Aids)کا استعمال:

ڈیسریڈیرس ایریسمس(1466-1536) وہ مصنف تھے جنہوں نے حفظ کے ذریعے سیکھنے کی پرانی تکنیک پر تنقید کی اور ایڈز کے استعمال کو مختلف تصویروں اور دیگر عوامل کے استعمال جیسے طریقے میں پیش کیا۔ جان اموس کومینیئس(1592-1670) نے ایک کتاب لکھی اس کا نام مدار سنسولیم پیکٹوس تھا(The sense object of the world) یہ روزمرہ کے 150 تصاویر پر مشتمل ہے۔ یہ تاریخ میں بچوں کی پہلی ٹیکسٹ بک تھی۔ یہ کتاب بچوں کی تعلیم کے لئے پوری دنیا میں مشہور تھی۔ آس پاس کے تعلیمی نظام میں آڈیو ویژول ایڈز اپنا اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ پاکستان میں پرائیویٹ اور پبلک سیکٹر سکولوں کے تعلیم کے معیار کے درمیان ایک بڑا فرق ہے۔ سیکھنے کے عمل کو مضبوط اود موثر بنانے کے لیے اس طرح کے فرق کی وجوہات آڈیو ویژول ایڈز ٹیکنالوجی کا استعمال ہے۔

پبلک سکولوں کی طرح اگر پبلک سیکٹر کے سکولوں میں بھی آڈیو ویژول ٹیکنالوجی کا استعمال کیا جائے ، یقینی طور پر اس سے تعلیم کی سطح اور معیار میں بھی اضافہ ہوگا۔آڈیو ویڈیو ایڈز (Audio-Video Aids) کے ذریعے اسلامی تعلیمات بچوں کو سکھانا انتہائی دلچسپ عمل ہے- جہاں طالب علم نصاب میں دلچسپی کھودیتے ہیں وہاں آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids) کو استعمال کر کے ان کی دلچسپی کو برقرار رکھا جاسکتا ہے-اسلام آباد کے تحقیق شدہ اداروں میں شامل دیگر سکولوں میں سے محض ایک سکول نے یہ اقرار کیا ہے کہ وہ آڈیو ویڈیو ایڈ کی مدد سے اسلامی تعلیمات بچوں تک ارسال کرتے ہیں- باقی دیگر سکولوں میں ایسے کسی ایڈ کا استعمال نہیں کیا جاتا-اگلی فصل میں آڈیو ویڈیو ایڈز (Audio-Video Aids) کے استعمال اور اس کی افادیت پر تفصیلی روشنی ڈالی جائے گی-

---

1۔ضمیمہ نمبر 1 سوال نمبر 2

اسلامک آرٹ ورک(Islamic Art Work):

بچوں کی ابتدائی تعلیم میں آرٹ کی تعلیم کو اہم سمجھا جاتا ہے اور اسے بڑے پیمانے پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ مطالعہ پری اسکول کے بچوں میں اسلامی وژول(visual) آرٹ کی قدر پر زور دیتا ہے اور پری اسکولوں میں آرٹ سکھانے کے طریقوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے سیکھنے میں مدد کرنے کے طریقوں کو بھی دریافت کرتا ہے۔ خاص طور پر سماجی مہارتوں کی نشوونما پر۔ اس طریقہ کار کا مقصد اسلامی ویژول آرٹ (Islamic visual Art)کی تعلیم کے مضمرات پر غور کرنا تھا۔ کلاس روم کے سٹرکچرڈ مشاہدات بنیادی طور پر اسلامی ویژول آرٹ پینٹنگ اور ڈرائنگ کی سرگرمیوں پر کیے گئے تھے تاکہ بچے اسلامی ویژول آرٹ کی سرگرمیوں میں حصہ لیں اور بچوں میں ان کی عمر کی سطح کے مطابق سماجی مہارتوں کی نشوونما کا اندازہ لگایا جاسکے۔

شناخت شدہ ابھرتے ہوئے نتائج میں اسلامی ویژول آرٹ کی اہمیت شامل ہے تاکہ بچوں کے لیے سماجی مہارت کو فروغ دیا جاسکے اور بچوں اور اساتذہ کے درمیان مثبت تعلقات کو مدنظر رکھتے ہوئے بچوں کی نشوونما میں مدد کی جاسکے۔ لہذا، اسلامی ویژول آرٹ کی سرگرمیوں کو ابتداء میں بچوں کی نشوونما اور سیکھنے سے متعلق مسائل کو حل کرنے کے لیے تدریس کا ایک لازمی ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے۔ آرٹ کے نصاب پر نظرثانی کی ضرورت ہے جس سے بچوں کی جامع ترقی ہوسکتی ہے۔ عوامی زندگی اور مختلف نسلوں کی تہذیب میں تخلیقی وقت اور لمحات ہمیشہ اہم رہے ہیں، تمام مادّی اور روحانی تصوّرات اور اقدار میں تخلیقی وقت اور لمحات کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ 2019 میں ریاض کے کنگ عبدالعزیز سینٹر میں اپنی نوعیت کی منفرد نمائش کا انعقاد کیا گیا جس میں ساتویں صدی سے انیسویں صدی کے دور خلافت کی تاریخی اشیاء رکھیں گئیں۔ اس کا مقصد ثقافت کے ساتھ ساتھ اسلامی اقدار کی تاریخ کو فروغ دینا تھا تاکہ نوجوان نسل کو اسلامی تاریخ اور ثقافت سے آگاہی حاصل ہوسکے۔

تحقیق شدہ دس سکولوں میں سے صرف ایک سکول اسلامک آرٹ ورک(Islamic Art Work) جیسی ہم نصابی سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ باقی دیگر سکولوں میں اس قسم کی کوئی سرگرمی عام نہیں اپنائی جاتی۔ اسلامک آرٹ ورک کا بنیادی مقصد طالب علموں کو اسلامی تاریخ سے روشناس کروانا ہے جس کے لیے اسلامی تصور کو ذہن میں رکھ کر طلبہ سے اس تصور کو خطاطی کی صورت میں پیش کرنے کو کہا

جاتا ہے-اس کے علاوہ تاریخی تصاویر کی بنیاد پر مختلف مساجد کے تھری ڈی ماڈل تیار کروائے جاتے ہیں اور انبیاء کی بیان کردہ کہانیوں کو تصویری شکل میں پیش کرنے کا کہا جاتا ہے-[1]

معزز اسلامی شخصیات کے ذریعے خطبات:

اسلامی تعلیمات کو تفصیلا بیان کرنے کے لیے مذہبی شخصیات کو ادارے میں آکر لیکچر کی دعوت دینا کالج اور یونیورسٹی سطح پر عام ہے- کسی تقریب (رونمائی) میں پر اثر شخصیات کو مدعو کیا جاتا ہے، سننے والوں کی ذہنی پختگی اور ماحول کی ضرورت کے مطابق کسی موضوع پر رہنمائی کی جاتی ہے۔ خطبات اپنی نوعیت میں ایک اثر رکھتے ہیں اور کئی تحقیقی مضامین میں یہ دیکھا اور پرکھا گیا ہے کہ ایسی تقاریر اثر چھوڑتی ہیں۔ چاہے وہ پرائمری کے طالب علم ہوں، کالج کے ہوں یا یونیورسٹی کے۔ مگر تحقیق کے مطابق درجہ ابتدائیہ کے لئے ایسی کوئی سرگرمی نہیں اپنائی جاتی- گورنمنٹ و پرائیویٹ سکول کی ابتدائی کلاسز کو کتابوں میں لگایا جاتا ہے اور روایتی انداز اپناتے ہوئے دیگر غیر نصابی سرگرمیوں سے دور رکھا جاتا ہے۔ تحقیق شدہ دس سکولوں کے ایک اسکول بھی ایسا نہیں جو پرائمری تک کے بچوں کے لیے کسی معزز بیرونی اسلامی شخصیت کو بلا کر لیکچر دلواتا ہے-

اسلامک کوئز(Quiz):

"سلام کے معنی 'تسلیم' کے ہیں، اسلام جس لفظ سے ماخوذ ہے اسے 'امن' کہا جاتا ہے۔"[2] اس مذہب کی تاریخ حضرت محمد ﷺ سے جڑی ہوئی ہے۔ لہذا، اس مذہب کو سیکھنا ضروری ہے۔اسلامی تاریخ وسیع تعلیمات و واقعات پر مبنی ہے۔اس بارے میں جتنی جانکاری حاصل کرلی جائے، قلیل ہے- فوائد میں ہمارے بچوں کی مختلف ثقافتوں اور اقدار کے نظام کے ساتھ نمائش، متنوع عقائد اور رجحانات کے لوگوں کے ساتھ رابطے، تعلیم کا نسبتاً اعلیٰ معیار، تعلیمی سہولیات کی دستیابی اور تخلیقی صلاحیتوں کو بڑھانے اور ترقی دینے کے مناسب مواقع شامل ہیں۔ مختلف قسم کی کتابوں، احادیث، اور تاریخی واقعات پر مبنی کہانیوں کا مطالعہ زندگی گزارنے کے اصولوں کو مقرر کرنے کے لیے ایک نئی روح پھونکتا ہے اور ابتدائی کلاسز کے طالب علموں میں تجسس، شوق اور علم کی فراوانی کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ ارکانِ اسلام، اسلامی تاریخ کی جنگیں، قرآن پاک اور صحابہ کرام وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ان دنوں انتہائی اہم ہے کیونکہ

1۔ غلام فاروق، **تعلیمی نفسیات**، (لاہور: مجید بک ڈپو، اردو بازار 2018ء) ص 123

2۔ فیروز الدین، **فیروز اللغات**، ص 189

ان سے متعلق سوالات مختلف امتحانات کا حصہ ہوتے ہیں۔ لہذا تعلیمی اداروں میں مقابلہ معلومات یعنی کوئز کا انعقاد کرنا طلباء کو اسلامی تعلیمات مہیا کرنے کے مقصد کی تکمیل میں بھرپور کردار ادا کرتا ہے۔ ہر اسکول میں ہفتہ وار یا مہینے میں ایک ترتیب کے تحت کوئز کی صورت میں ایک خاص پیمانے کی معلومات پر طالب علموں سے سوالات کیے جاتے ہیں اور حوصلہ افزائی کے طور پر انعامات یعنی مطالعاتی کتابیں و دیگر اشیاء مہیا کی جاتی ہیں۔

سروے کئے گئے دس سکولوں میں صرف چار سکولوں نے اس بات کا اقرار کیا ہے وہ وقفہ در وقفہ اسلامی معلومات کا مقابلہ منعقد کرواتے ہیں جبکہ باقی چھ سکولوں نے اس جانب سے لاعلمی کا اظہار کیا۔[1]

اسمبلی Presentations:

ابتدائی بچپن کی تعلیم کے ابتدائی سالوں میں اساتذہ اس طریقہ کار پر بہت زیادہ اثر ڈالتے ہیں، اور یہاں تک کہ اسے پرائمری اسکول تک بھی بڑھا دیتے ہیں، اور ان کے پاس کافی وجوہات ہیں۔ پچھلے پندرہ سالوں کی تعلیم میں اگرچہ یہ اتنا ترقی یافتہ نہیں ہوا ہے جتنا اسے ہونا چاہئے، اس نے چھوٹوں کے ساتھ اپنے طریق کار میں متعدد تبدیلیاں کیں۔

بچوں کی بہت بڑی تعداد گراؤنڈ میں قطار کی صورت میں کھڑی ہوتی ہے۔ تلاوت کلام پاک اور تلاوت کے بعد ایک بچہ سٹیج پر آتا ہے اور نعت مقبول پڑھ کر داد وصول کرتا ہے، اس کے بعد صرف یہ دُعا گونجتی ہے

لب پہ آتی ہے دُعا بن کے تمنا مری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا مری[2]

جبکہ آخر میں قومی ترانہ پیش کیا جاتا ہے، اس کے بعد تمام بچے قطار کی صورت میں اپنی اپنی کلاسوں میں پہنچ جاتے ہیں اور اپنی پڑھائی کا آغاز کرتے ہیں۔ یہ معمول کی بات ہے، سرکاری و غیر سرکاری سکولوں میں پڑھائی کا آغاز اسی طرح ہوتا ہے جسے اسمبلی کہتے ہیں۔

"سکول جانے والے بچوں کے لئے اسلامی تعلیمات کے سب سے اہم اوقات صبح سویرے سکول میں ہونے والی اسمبلی سے شروع ہوتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی فراہمی کیلئے سکولوں میں صبح اسمبلی

1۔ ضمیمہ نمبر 1، سوال نمبر 4

2۔ محمد اقبال، **کلیات اقبال**، نظم بچے کی دعا، ص 561

میں اسماء الحسنیٰ، نعتیں، درود شریف، مسنون دعائیں، اور دیگر چھوٹی سورتیں تلاوت کرنے کے ساتھ ساتھ قومی ترانہ اور دعا مانگی جاتی ہے۔ سروے کیے گئے دس سکولوں میں تمام اسکول اسمبلی میں اسماء الحسنیٰ کو اسمبلی کا ایک لازمی جز قرار دیتے ہیں-اور زیادہ تر سکول اسمبلی میں سورتیں دعائیں درود شریف اور نعتیں بھی پڑھتے ہیں-ہر جماعت کے بچے روزانہ طے شدہ باری کے تحت آکر ان تمام سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں-اس طرح کی اسمبلی پریزنٹیشنز کے تحت طلباء کے اندر ایک جذبہ اور شعور پیدا ہوتا ہے۔[1]"

مضمون نویسی:

مضمون نویسی طلباء کی تحریری صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا سب سے مؤثر طریقہ ہے اس سے طلباء کے ذہن کی نشوونما اور اس کے ساتھ ساتھ ان میں تخلیقی صلاحیتیں بھی اجاگر ہوتی ہیں- مقابلہ مضمون نویسی اسلامی تعلیمات فراہم کرنے کا صحت مندانہ طریقہ ہے -مگر اگر اسلامی موضوعات پر مضمون نویسی کی بات کی جائے انتہائی دکھ کے ساتھ اس بات کی تصدیق کی جاتی ہے کے پاکستان کے سکولوں میں اس طرز کے اسلامی موضوعات پر مضمون نویسی کی کوئی سرگرمی نہیں اپنائی جاتی -سروے کیے گئے تمام اسکولز طالب علموں کو مضمون نویسی کے مقابلوں میں حصہ لینے کے مواقع تو فراہم کرتے ہیں مگر ان کے موضوعات اسلام سے بہت ہٹ کر ہوتے ہیں-

تقریری مقابلے:

گفتگو کا روائتی انداز اور تقریری انداز ایک دوسرے سے قدرے مختلف ہیں۔ایسا ہونا کوئی اچنبھے کی بات نہیں کہ جو بات عام گفتگو کے دوران دلچسپ نہ لگے، کسی تقریر کے دوران وہی بات دل موہ لیتی ہے۔اسلامی موضوعات پر روشنی ڈالنے کے لیے تقریری طریقہ اپنانا انتہائی موثر کن ہیں۔اسلامی موضوعات پر تقریری مقابلے کا انعقاد طالب علموں کے اندر ایک جوش اور اسلام کی جانب رغبت پیدا کرتا ہے۔پاکستان کے سکولوں میں تقریری مقابلے انتہائی کثرت سے کروائے جاتے ہیں اور جیتنے والے کی انعام اور تعریفی سرٹیفکیٹ کی صورت میں حوصلہ افزائی بھی کی جاتی ہے -قومی اور بین الاقوامی سطح پر بیشتر طلباء و طالبات بڑھ چڑھ کر ان تقریری مقابلہ میں حصہ لیتے ہیں۔

1۔ محمد شاہد، تدریسی حکمتیں، ص:141

نصابی و ہم نصابی سر گرمیوں کے لیے اقدامات:

سروے کے نتائج کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ نصابی سر گرمیوں کے ساتھ ساتھ پاکستان کے بیشتر سکول بچوں کو اسلامی تعلیمات فراہم کرنے کے لئے دیگر ہم نصابی سر گرمیوں کا سہارا بھی لیتے ہیں مگر اس بات میں بھی کوئی ممانعت نہیں کہ ہم نصابی سر گرمیاں اس طریقے سے اسکولوں میں رائج نہیں کی گئیں جس طرح سے کی جانی چاہیے تھیں۔ لہذا نصابی و ہم نصابی سر گرمیوں کو موثر بنانے کے لئے چند اقدامات جو فل وقت مدارس کو اپنانے کی ضرورت ہے وہ درج ذیل ہیں۔ مقابلہ حمد و نعت خوانی سال میں کم از کم دو دفعہ منعقد کروایا جائے تاکہ طالب علموں میں کتابیں پڑھنے کے ہمراہ مشقی سر گرمیوں میں حصہ لینے کی امنگ اجاگر ہو۔

پرائمری تک کے بچوں کے لیے خصوصی قسم کا مقابلہ قرات کروایا جائے تاکہ ان میں قراءت و تلاوت کی صلاحیتیں اجاگر ہو سکیں کیونکہ عمر اور درجے میں چھوٹے ہونے کی وجہ سے پرائمری تک کے بچوں کے لیے مقابلہ قرات پر زور نہیں دیا جاتا۔

"تعلیمات فراہم کرنے کے لئے آڈیو ویڈیو ایڈ کا استعمال زیادہ سے زیادہ کیا جائے کیوں کہ جو سبق طالب علم پڑھ کر یاد نہیں رکھ پاتے ان کو دیکھ اور سن کر ان کے ذہن میں ایک نقش قائم رہ جاتا ہے۔ اسلامک آرٹ ورک طلباء کے لیے ایک انتہائی جدید سر گرمی ہے جس میں ملوث ہو کر وہ اپنے نصاب کے عناوین کو دلچسپ ترین بنا سکتے ہیں۔ پاکستان کے بیشتر سکول اس سر گرمی سے ناواقف ہیں مگر بین الاقوامی سطح پر چند اسکول اس سر گرمی کا انعقاد کرتے ہیں۔ جس سے طلبہ محض کتابیں پڑھنے کی بجائے ایک مجسمہ کی شکل میں لکھی گئی تعلیمات اپنے سامنے بنا اور دیکھ سکتے ہیں۔ لہذا اس سر گرمی پر خصوصا زور دیا جائے کیونکہ اس سے طالب علم اسلامی تعلیم حاصل کرنے میں قدرے دلچسپی لیتے ہیں۔"[1]

آڈیو ویڈیو ایڈز کا استعمال پاکستانی مدارس میں نہ ہونے کے برابر ہے جبکہ یہ سر گرمی طالب علموں کو اسلامی تعلیمات فراہم کرنے کے لئے انتہائی موثر کن ہے۔ اس کے استعمال پر زیادہ سے زیادہ زور دیا جائے تاکہ اسلام کی تعلیمات طلباء کو فراہم کرنے کا مقصد پورا ہو سکے۔ روزانہ ایک ہی استاد سے لیکچر لینا طلباء کو بوریت کا شکار بنا دیتا ہے لہذا مدارس کو چاہیے کہ ہر تھوڑا عرصہ بعد کسی معزز اسلامی شخصیت کو بلا کر لیکچر دلوائیں تاکہ طالبعلم ایک مختلف طریقہ تدریس کو پار کر اس سے متاثر ہو سکیں۔

1۔ غلام فاروق، **تعلیمی نفسیات**، ص198

"اسلامی موضوعات پر مضمون نویسی ایک انتہائی مطلوبہ سر گرمی ہے جس سے طالب علموں کی تحریری صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ذہنی طرز افکار کو بھی فروغ ملتا ہے۔ مگر تعلیمی اداروں میں اس سر گرمی کی قلت پائی جاتی ہے۔"[1]

لہذا اسلامی موضوعات پر مضمون نویسی کے مقابلے منعقد کروا کر اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں ہم نصابی سر گرمیوں کے ہمراہ کچھ عملی سر گرمیاں بھی زیر تحقیق سکولوں میں پرائمری تک کے بچوں کی تدریس کے لئے اپنانا موثر کن ثابت ہو سکتا ہے مثلا:

اذان کے وقت خاموشی اختیار کرنا حضور اکرم ﷺ کا اسم مبارک زبان پر آتے ہی ان پر درود بھیجنا اپنے جیب خرچ سے فقراء کی مدد کر کے راہ خلق میں خرچ کرنے کے جذبے کو فروغ دینا تمام چھوٹی چھوٹی سورتیں اپنے اوقاف کے مطابق پڑھنا دعائیں مثلا کھانا کھانے سے پہلے، کھانے کھانے کے بعد، چھینک آنے پر پڑھنا عملی طور پر بچوں کو تمام فرائض پورے کرتے ہوئے وضو کرنا سکھانا بچوں کو با جماعت نماز سکھانا مدرسے کی حدود میں طالب علموں کو جھوٹ بولنے پر سزا دینا اور سچ بولنے پر حوصلہ افزائی کرنا تمام حسن ماشرت سے منسلک امور کو عملی طور پر فروغ دینا

"مدرسہ میں داخل ہونے والے اول سال کے طلبہ کے ہاتھ میں بیشتر عناوین پر مبنی نصاب تھما دیا جاتا ہے جس کی تکمیل کے لیے استاد اور شاگرد دونوں پورا سال پڑھا کر اور پڑھ کر محنت کرتے ہیں اور ابھی نصاب مکمل بھی نہیں ہو پاتا کے امتحانات سر پر منڈلانے لگتے ہیں -اس سب کے دوران ہم نصابی اور غیر نصابی سر گرمیاں بہت پیچھے رہ جاتی ہیں جس کا خیال مدارس کو کم ہی آتا ہے اور نتیجتا طلباء وہ شخصیت بن کر نہیں نکلتے جو بننے کے لئے وہ مدرسہ میں داخل ہوئے تھے۔"[2]

لہذا تمام نجی و سرکاری اداروں کو نصابی سر گرمیوں کے ساتھ ساتھ ہم نصابی سر گرمیاں لاگو کرنے کے لئے مکمل اور موثر اقدامات اپنانے کی ضرورت ہے۔

1۔ چوہدری، نذیر، **نصاب سازی وانسٹرکشن**، ص234

2۔ عمار جاوید، **مدارس اور ہم نصابی سر گرمیاں**، ص: 62

فصل دوم:

جدید طریقہ تدریس اور اے وی ایڈز کا استعمال

مشہور چینی فلسفی کنفیوشس کا ایک قول ہے:

"میں نے سنا- بھول گیا، میں نے دیکھا- یاد رکھا، میں نے کیا- اور سمجھ گیا۔"[1]

(I hear and forget, I see and I remember, I do and I understand) پڑھنے میں تو یہ ایک عام سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس کہاوت میں علم و حکمت کے وسیع خزانے پوشیدہ ہیں۔

"دوران درس و تدریس استاد، سبق کی بہتر تفہیم، موثر تدریس، دلچسپ و پر کیف اکتساب کو ممکن بنانے کے لئے کمرۂ جماعت میں جن اشیاء کو استعمال کرتا ہے اسے تدریسی معاون اشیاء (Teaching Aids) کہاجاتاہے۔"[2]

تدریسی معاون اشیاء طلبہ کے اشکالات، شکوک و شبہات کو رفع کرنے میں بہت معاون ہوتے ہیں بلکہ تصورات و نظریات کے مابین رشتہ و ربط پیدا کرنے کے علاوہ بہتر تفہیم کا کام بھی احسن طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ فن درس و تدریس میں معاون تدریسی اشیاء(Teaching Aids) کے استعمال کے ذریعے ماہرین تعلیم نے حصول علم کو ایک پر کیف عمل بنانے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔ زمانہ قدیم میں درس و تدریس ایک خشک، بے کیف، ساکت و جامد عمل کا نام ہوا کرتا تھا۔ ماہرین علم و فن نے اپنے تجربات اور بے انتہا کوششوں سے فن درس و تدریس کو ایک فعال، با مقصد متحرک اور زندگی سے بھرپور پیشہ بنانے میں کوئی کمی نہیں رکھی۔ اکتسابی عمل کو با معنیٰ اور بالیدہ بنانے کے لئے اساتذہ کو تدریسی معاون اشیاء نہ صرف تیار کرنا پڑتا ہے بلکہ ان کو بر وقت استعمال کرنے کے فن سے بھی آگہی لازمی تصور کی جاتی ہے۔ تدریسی معاون اشیاء کے استعمال سے استاد تجریدی (مجرد(Abstract) (، پیچیدہ موضوعات کو نہایت سہل و آسان بنا دیتا ہے۔ تدریسی معاون اشیاء درس و تدریس کو موثر اور دلچسپ بنانے میں کلیدی کردار انجام دیتی ہیں۔ تدریسی معاون اشیاء کے استعمال سے اسباق کی تدریس و تفہیم اور درس و تدریس کا عمل ساکت و جامد اور افتادگی کا شکار ہونے سے محفوظ رہتا ہے۔ تدریسی معاون اشیاء کے بر وقت اور مناسب استعمال سے طلبہ کی

1.https://www.brainyquote.com/quotes/confucius-136802/Accessed on:12.01.2021

2۔ چودھری، نذیر، **نصاب سازی اور انسٹرکشن**، ص 102

اکتسابی صلاحیتوں پر مثبت اثرات کو نمایاں طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے اور اکتساب کی شرح میں ترقی کو بھی آسانی سے نوٹ کیا جاسکتا ہے۔ درس وتدریس میں تدریسی معاون اشیاء کو سبق و موضوعات کی کامیاب و موثر تفہیم کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ سبق کے پیچیدہ اور لطیف پہلوؤں کو تدریسی معاون اشیاء کی مدد سے باآسانی سمجھنا ممکن ہوتا ہے۔

"تدریسی معاون اشیاء (ٹیچنگ ایڈز) استعمال کرتے ہوئے اساتذہ اکتساب کو موثر و دلچسپ بنانے کے ساتھ ساتھ طلبہ کی توجہ آسانی سے مبذول کرواسکتے ہیں۔ تدریسی معاون اشیاء کی تیاری میں اساتذہ اپنی شخصی دلچسپی اور تخلیقی صلاحیت کا حقیر، ادنی سا حصہ استعمال کرتے ہوئے طلبہ کے عظیم مددگار بن سکتے ہیں۔ تدریسی معاون اشیاء کی تیاری میں مہنگے سامانوں کے استعمال کے بجائے سستی اور آسانی سے دستیاب چیزوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے۔ خود کار تیار شدہ تدریسی معاون اشیاء کے علاوہ بازاروں میں دستیاب تیار شدہ تدریسی معاون اشیاء کے انتخاب اور اس کے مناسب اور بروقت استعمال کے فن سے ایک استاد کا واقف ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے۔ تدریسی معاون اشیاء کے بارے میں ایک بات اساتذہ کے ذہنوں میں ہرپل رہنی چاہیئے کہ یہ کمرۂ جماعت کی تدریس میں ایک موثر آلہ ضرور ہے لیکن معلومات کی ترسیل میں زبانی وتحریری مواد کا نعم البدل یا متبادل ہرگز ثابت نہیں ہوسکتے ہیں۔"[1]

تدریسی معاون اشیاء درس وتدریس میں توازن پیدا کرنے کے علاوہ کمرۂ جماعت میں طلبہ میں افہام وتفہیم کو موثر بنانے میں نہایت سود مند ثابت ہوتی ہیں۔ معاون تدریسی اشیاء طلبہ کے اکتسابی عمل پر مثبت اور خوش گوار اثرات مرتب کرتے ہیں۔ فن تعلیم میں طلبہ کے ذہنوں پر خوشگوار و مثبت اثرات مرتب کرنے والے عناصر کو نہایت اہمیت دی جاتی ہے کیونکہ مثبت و خوش گوار اثرات کے زیر اثر پروان چڑھا اکتساب طویل عرصے تک ذہنوں میں محفوظ رہتا ہے۔ تدریسی معاون اشیاء کی وجہ سے طلبہ کے حرکی، حسی اعصاب وخلیات فعال ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے اکتساب کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے۔ کمرۂ جماعت میں خاص کر جب طلبہ کی توجہ مائل بہ زوال ہوجائے تب ایک ہوشیار استاد معاون تدریسی اشیاء کو بروقت استعمال کرتے ہوئے اکتسابی عمل کو پھر سے جلا بخش دیتا ہے۔ طلبہ میں جب اکتسابی افتاد گی پیدا ہوجائے یا پھر عدم توجہ وعدم دلچسپی کی کیفیت فروغ پانے لگے تب تدریسی معاون اشیاء کے ذریعہ ان مضر عناصر پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ تدریسی معاون اشیاء تدریسی افعال اور اکتسابی عمل کو توانائی سے ہمکنار کرتے ہوئے چاق وچوبند بنادیتے ہیں۔

1۔ محمد احمد، مسلم معاشرے کا نظام تعلیم، ص286

اساتذہ تدریس کے مختلف طریقے استعمال کرتے ہوئے پیشہ تدریس سے اپنی والہانہ وابستگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ وہ مختلف تعلیمی تجربات کی روشنی میں طلبہ کی پوشیدہ صلاحیتوں کو نمایاں کرنے، تدریس کو بامقصد، پر کیف اور دلچسپ بنانے میں اکتسابی عمل کے فروغ میں ہمہ تن خود کو مصروف عمل رکھتے ہیں۔ پیشہ تدریس اساتذہ سے روزمرہ کی تدریسی فرائض کے علاوہ مزید چند امور کا متقاضی ہے۔ لیکن یہ بات نہایت افسوس سے کہی جاسکتی ہے کہ اساتذہ کمرۂ جماعت میں دوران تدریس ان افعال اور سرگرمیوں سے اجتناب کے ذریعہ طلبہ کے ذہنوں کو متحرک و منور نہیں کرپاتے۔ ذہین طلبہ کی علمی ضروریات کی تکمیل کے لئے، ان کے اکتساب و آموزش کو پروان چڑھانے کے لئے اساتذہ کو اپنی تدریس کو نیا زاویہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ ان کی تدریسی کو شرف قبولیت اور سند دوام حاصل ہوسکے۔ ان تمام امور کو یقینی بنانے کے لئے اساتذہ کو تعلیمی نظریات کی تنظیم و ترتیب کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ کمرۂ جماعت میں دوران تدریس مناسب و موزوں تدریسی معاون اشیاء کو بھی استعمال میں لانے کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ بے شمار روایتی کلاس رومز (جہاں اساتذہ زیادہ تر زبانی جمع خرچ سے کام لیتے تھے اور طلبہ کی حیثیت ایک خاموش ساکت و جامد غیر فعال سامع کی ہوتی تھی) کو مختلف تدریسی معاون اشیاء کے کامیاب استعمال کے ذریعے کارآمد و سودمند آموزش اور اکتساب کے مراکز میں تبدیل کردیا گیا ہے۔ آج کے تعلیمی طور پر ترقی یافتہ زمانے میں اکتساب کے فروغ کے لئے اساتذہ کو مناسب، موزوں اور دلچسپ تدریسی معاون اشیاء کے استعمال کو رواج دینے کی اشد ضرورت ہے۔

ٹیچنگ ایڈز (Teaching-Aids) کے فوائد:

تدریسی معاون اشیاء معلومات اور علم کی منتقلی میں ایجوکیٹرز (اساتذہ) کے لئے مددگار ثابت ہوتے ہیں اس کے علاوہ کمرۂ جماعت کو جاذبیت دینے میں بھی یہ کلیدی کردار انجام دیتے ہیں۔ ذیل میں تدریسی معاون اشیاء کے استعمال کے فوائد کو تفصیلی طور پر پیش کرنے کی ایک کوشش کی گئی ہے تاکہ اساتذہ طلبہ میں اکتساب کو پروان چڑھانے کے ساتھ درس و تدریس کو اکتاہٹ اور بیزارگی کا شکار ہونے سے بچاسکیں۔

1) تدریسی معاون اشیاء کمرۂ جماعت کی تدریسی کو ایک سائنسی انداز میں پیش کرنے میں مددگار ثابت ہوئے ہیں اور ان کی مدد سے استاد آسانی اور ترتیب سے معلومات کی ترسیل و منتقلی کو انجام دے سکتا ہے۔

2) تدریسی معاون اشیاء طلبہ کے حصول علم میں معاون و مددگار ہونے کے ساتھ حاصل شدہ علم کو طویل عرصے تک ذہن میں محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ اکتسابی عمل تدریسی معاون اشیاء کے استعمال سے بامعنی اطمینان بخش بن جاتا ہے۔

3) تدریسی معاون اشیاء نے اجتماعی طور پر بڑی کلاسز میں بہت آسانی کی ہے۔اس کے علاوہ انفرادی اکتساب کے بھی مواقع طلبہ کو حاصل ہوتے ہیں۔

4) تدریسی معاون اشیاء طلبہ کی توجہ مرکوز کرنے میں ایک کار آمد آلہ کا کام انجام دیتے ہیں۔تدریسی معاون اشیاء کی وجہ سے بچوں میں عدم توجہ کی کیفیت کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ان تعلیمی اشیاء کی وجہ سے بچوں میں ارتکاز باقی رہتا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف بچوں میں سیکھنے کا عمل پروان چڑھتا ہے بلکہ کمرۂ جماعت کا نظم وضبط بھی بہتر رہتا ہے۔

5) تدریسی معاون اشیاء کے استعمال سے طلبہ کے فہم کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور گفتگو میں سلاست و وضاحت پیدا ہو جاتی ہے۔

6) موثر تدریسی معاون اشیاء کی وجہ سے پیچیدہ موضوعات آسانی سے طلبہ کو سمجھائے جاسکتے ہیں جس کی وجہ سے اساتذہ کی توانائی اور وقت دونوں کی بچت ہوتی ہے۔

7) معاون تدریسی اشیاء اکتساب کے نتائج کا جائزہ لینے کے علاوہ طلبہ میں نفس مضمون کی کاملیت کا اندازہ قائم کرنے میں بھی مثالی کردار کے حامل ہوتے ہیں۔

8) تدریسی معاون اشیاء کثیر حسی دلچسپی کو حوصلہ افزائی کرتے ہوئے طلبہ کو اکتساب کی طرف مائل کرنے میں ایک محرک کا کام انجام دیتے ہیں۔تدریسی معاون اشیاء طلبہ کو اکتساب کی جانب کامیابی سے ابھارتے ہوئے اکتساب کو کار آمد و سود مند بنا دیتے ہیں۔

تدریسی معاون اشیاء کے موثر استعمال سے اساتذہ کو واقف ہونا بہت ضروری ہوتا ہے تاکہ وہ تدریسی معاون اشیاء سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کے قابل بن سکیں اور درس وتدریس کو بامقصد اور کار آمد و سود مند بنا سکیں۔درس وتدریس کے وہ وسائل جو اکتسابی عمل (Learning Programs) میں قابل قدر کردار کے حامل ہوتے ہیں جن میں چند اہم قابل ذکر وسائل یہ ہیں۔

1) تختہ سیاہ، گلاس بورڈ

2) چارٹس، پوسٹرس اور فلینل بورڈ (Flannel Board)

3) نمونے (ماڈلس (Models) اور Specimens

4) اور ہیڈ پروجیکٹرس اور ٹرانسپرینسیز (Over Head Projector and transparencies)

5) پروجیکٹر اور سلائیڈز (Projector and Slides)

6) کمپیوٹر اور اس سے متعلق اشیاء(Computer and related accessories)

"مذکورہ وسائل کو ان کی نوعیت اور تنوع کے اعتبار سے تین درجوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

1) بصری امدادی اشیاءVisual Aids

2) سمعی امدادی اشیاء Audio Aids

3) سمعی و بصری امدادی اشیاءAudio Visual Aids ۔"[1]

بصری تدریسی معاون اشیاء(Vissual Teaching Aids) :

"دوہ تدریسی معاون اشیاء جن کا تعلق بصارت یعنی نظر سے ہوتا ہے انہیں بصری امدادی اشیاء کہا جاتا ہے۔بصری تدریسی معاون اشیاء کے ذریعہ طلبہ بذات خود ان کا جائزہ لے کر تشریح، تعبیر و وضاحت کا کام انجام دیتے ہیں۔بصری امدادی اشیاء کے استعمال سے جہاں قوت مشاہدہ کو فروغ حاصل ہوتا ہے وہیں عملی تجربات و نظری معلومات کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔بصری تدریسی معاون اشیاء میں تختہ سیاہ، گراف،چارٹس ،تصاویر،ماڈلسز ،نقشے، خاکے ، اور فلم اسٹرپس ،فلینل بورڈ(بلیٹن بورڈ)اپی ڈائسکوپ(Epidiascope)،اور ہیڈ پروجیکٹر، فلش کارڈز وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[2]"

سمعی تدریسی معاون اشیاء(Audio Aids) :

وہ تدریسی معاون اشیاء جن کا تعلق قوت سماعت سے ہو اسے سمعی تدریسی معاون اشیاء کہا جاتا ہے۔ان امدادی وسائل میں طلبہ آواز کے ذریعے سبق کے نکات سمجھتے ہیں۔سمعی تدریسی معاون اشیاء میں وہ تمام چیزیں شامل ہوتی ہیں جن کا تعلق سماعت سے ہوتا ہے یہ اشیاء تعداد میں بہت قلیل واقع ہوئی ہیں جن میں قابل ذکر ٹیپ ریکارڈ، ریڈیو، گرام فون وغیرہ۔

بصری و سمعی امدادی اشیاء) (Audio Visual Aids:

وہ تدریسی معاون اشیاء ہوتے ہیں کہ جن کا تعلق سماعت و بصارت سے ہوتا ہے۔یہ امدادی وسائل حرکی تصاویر(motion pictures) کو پیش کرنے کے ساتھ ان نظاروں کی وضاحت و تفہیم کے لئے پس منظر میں (Backgroud Sound)آوازیں بھی فراہم کرتی ہیں۔آج کے ترقی یافتہ دور میں ان اشیاء کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔یہ امدادیں اسباق کو طلبہ کے نظروں کے سامنے پیش کردیتے

1.https://studylecturenotes.com/Audio-Visual-aids-in-Education-definition-types-objectives/Accessed on:15.05.2021

2۔علامہ اقبال یونیورسٹی، **تعلیم کی بنیادیں**، کوڈ831(فیصل آباد: مجید بک ڈپو،الملکہ سنٹر2016ء)ص102

ہیں اور حقائق از خود طلبہ کے سامنے آجاتے ہیں۔کوئی چیز صیغہ راز میں نہیں رہ پاتی۔آج کل کے ڈیجیٹل کلاس رومز اوراسمارٹ کلاس رومز اسی نظریہ کے تحت قائم کیے گئے ہیں۔یہ اکتساب کو فروغ دینے کے علاوہ تعلیم سے دلچسپی پیدا کرنے میں کلیدی کردار انجام دیتے ہیں۔

''بصری و سمعی تدریسی معاون اشیاء میں پروجیکٹرز، ٹیلی ویژن، ڈرامہ،کٹ پتلیوں کا تماشہ، کمپیوٹرز، لیپ ٹاپس، ٹیبلیٹس،اسمارٹ فونز،انڈرائیڈ فونز وغیرہ قابل ذکر ہیں۔سمعی وبصری تدریسی معاون اشیاء پائیدار اکتساب کی راہیں ہموار کرنے کے ساتھ طلبہ میں تعلیمی جوش و خروش اور دلچسپی پیدا کرنے میں نہایت معاون ثابت ہوئی ہیں۔یہ بات قابل غور ہے کہ مذکورہ تدریسی معاون اشیاء کے انتخاب اور استعمال سے قبل منصوبہ بندی ضروری ہوتی ہے تاکہ تدریسی معاون اشیاء سے بہتر طور پر استفادہ کیا جاسکے اور تدریسی مقاصد کے حصول کو بھی یقینی بنایا جاسکے۔تدریسی معاون اشیاء کو تعلیمی سرگرمیوں سے مربوط کرنے سے پیشتر درجہ ذیل امور پر توجہ مرکوز کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے۔''[1]

- تدریسی معاون اشیاء کے استعمال سے سبق کے کون سے مقاصد کو حاصل کیا جاسکتا ہے؟
- دوران تدریس تدریسی معاون اشیاء کو موثر طریقے سے کس طرح استعمال کیا جاسکتا ہے؟
- تدریسی معاون اشیاء سے استفادے کے لئے طلبہ کا کن بنیادی معلومات سے لیس ہونا ضروری ہوتا ہے؟
- تدریسی معاون اشیاء کو استعمال کرنے پر جماعت کے کتنے طلبہ براہ راست اس سرگرمی میں ملوث ہوں گے؟
- تیار شدہ بازاری (ریڈی میڈ)تدریسی معاون اشیاء طلبہ کی اکتسابی سطح کے مطابق ہیں یا نہیں؟
- الیکٹرانک و ٹیکنالوجی کے آلات کے طریقہ کارکردگی یا کام کرنے کے طریقہ کار سے واقفیت؟

- Students
- Resources
- About
- E News

1.https://studylecturenotes.com/Audio-Visual-aids-in-Education-definition-types-objectives/Accessed on:15.11.2020

آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids)طالب علموں کی دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لئے بہت ہی موزوں طریقہ ہے آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids)کا استعمال اسلامی تعلیمات کی درست فراہمی کے لیے انتہائی موثر کن ہیں- تدریس کے لیے اسلامی تاریخ پر مبنی بہت سی فلمیں ، Animated Movies Islamic،ڈاکومنٹری(Documentaries)موجود ہیں-

> "بیشتر مذہبی تقاریب کی درست نشاندہی کرنے کے لئے آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids)انتہائی کارآمد ہیں-دیگر اسلامی مواقع مثلاحج کے موقع پر مسلمانوں کو حج کرتے ہوئے دکھا کر طالب علموں کو مناسک حج کے بارے میں آگاہ کرنا طلباء کے ذہن پر ایک نشان چھوڑ جاتا ہے بجائے اس کے کہ کتاب کے اوراق پر لکھے ہوئے حج کے مناسک طالب علموں کو پڑھ کر سنائے جائیں -اسی طرح دیگر اسلامی تقاریب اور تہواروں کی درست نشاندہی کرنے اور طلباء کو صحیح اور غلط میں فرق بتانے کے لئے محض کتابی اوراق پڑھنے کی بجائے اگر ان کو عملی طور پر دکھایا جائے تو زیادہ موثر کن ہے-"[1]

تدریس کے لئے اساتذہ کرام مختلف طریقہ کار استعمال کرتے ہیں-جنکا مقصد طلبا کو بہترین اور موثر انداز میں علم اور فہم فراہم کرنا ہے۔ طریقہ تدریس کو بہتر کرنے کے لئے ہر دور میں اصطلاحات متعارف کروائی گئی اور مختلف عناصر بھی استعمال کیے جاتے رہے ہیں جن میں عام استعمال ہونے والے عناصر میں چاک اور تختہ سیاہ شامل ہیں۔ لیکن دور حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ایک نہایت اہم اور موثر طریقہ تدریس آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids) کا استعمال ہے۔ اے-وی-ایڈز ایک ایسا طریقہ تدریس ہے جس میں مختلف آڈیوز اور ویڈیوز کی مدد سے طلبا کو تعلیم فراہم کیجاتی ہے۔

آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids)کی افادیت:

آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids)طالب علموں کی دلچسپی کو برقرار رکھنے کے لئے بہت ہی موزوں طریقہ ہے۔دلچسپی کے ساتھ ساتھ طلباء کو بہتر فہم بھی فراہم کیا جا سکتا ہے اور اسطرح ان میں علم حاصل کرنے کی لگن کو بھی مزید بڑھایا جاسکتا ہے اے وی ایڈز کا جدید تدریس میں بے تحاشہ افادیت ہے جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

1۔درس میں دلچسپی 2۔افہام و تفہیم میں بہتری 3۔علم کی لگن میں اضافہ

1. https://www.slideshare.net/mobile/pria87/audio-visual-aids/Accessed on:11.04.2021

درس میں دلچسپی:

کسی بھی چیز کو بہتر انداز میں تب ہی سکھایا جاسکتا ہے جب سیکھنے والے دلچسپی سے سنیں یا دیکھیں۔ روایتی طریقہ تدریس دور حاضر کے طلبہ کے لئے بوریت کا سبب ہے۔ چونکہ جدید دور میں موبائل اور انٹرنیٹ کا استعمال عام ہے۔ اسلئے طلبہ کی دلچسپی مرکوز کرنے کے لئے اے-وی-ایڈز کو استعمال کیا جاتا ہے-

اسلام کے ابتدائی دور میں بھی مختلف طرق کا استعمال کیا جاتا تھا- معلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلباء میں تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کرے۔ اور ان میں قوت استدلال کو ابھارے اور بحث مباحثہ میں شریک کرے۔ نبی کریم ﷺ کا یہی طریقہ تھا- آپ ﷺ مختلف مثالوں کے ذریعے سے اپنے تلامذہ کو علم سے بہرہ ور فرماتے تھے۔ چند روایات درج ذیل ہیں۔

((عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ ، مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ))[1]

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ذکر کرنے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ جیسی ہے۔

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ذکر کرنے والے کو اس زندہ شخص کیساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس کا ظاہر ایمان سے مزین اور اندر علم و فہم سے منور ہے جبکہ ذکر نہ کرنے والے کو مردہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا:

((عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفَيِّئُهَا الرِّيحُ مَرَّةً وَتَعْدِلُهَا مَرَّةً ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْأَرْزَةِ لَا تَزَالُ حَتَّى يَكُونَ انْجِعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً))[2]

ترجمہ: مومن کی مثال کھیتی کی طرح ہے کہ ہوا اسکو جھکاتی رہتی ہے اور مومن آزمائشوں میں مبتلا رہتا ہے اور منافق کی مثال صنوبر کی درخت کی طرح ہے کہ ہوا چلنے سے ہلتا بھی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اسکو اکھاڑ دیا جاتا ہے۔

آپ ﷺ کا سوال کر کے صحابہ کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کرنا اور انکے اذہان میں مختلف سوالات کا پیدا کر دینا اور انکو سوال کرنے کا موقع دے دینا۔ اور پھر رسول اکرم ﷺ کا انکو بہترین جوابات سے نوازنا یہ ایک ایسا بہترین طریقہ تدریس ہے کہ جس سے طلباء کے شکوک وشبہات دور ہوتے ہیں اور انکو اس موضوع پر پوری قدرت حاصل ہو جاتی ہے -آج اساتذہ مختلف تدریسی امدادی عناصر کا استعمال

1۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ، ح 6407

2۔ بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المرضی، باب ما جاء فی کفارۃ المریض، ح 5643

کرتے ہیں جن میں سے ایک آڈیو ویڈیو ایڈ ہے جسکو استعمال کر کے طلبہ کی دلچسپی درس کی طرف مرکوز کی جاسکتی ہے۔

افہام و تفہیم میں بہتری:

اے-وی-ایڈز جہاں طلبہ کی توجہ اور دلچسپی کو مرکوز کرنے میں موثر ہیں وہیں پر طلبہ میں درس کے متعلق افہام و تفہیم فراہم کرنے میں بھی کارآمد ہے۔

"ایک تجربے کے مطابق جب روایتی طریقہ تدریس اور اے-وی-ایڈز کا موازنہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ ایسے طلباء جنکے طریقہ تدریس میں اے-وی-ایڈز شامل تھے،انہوں نے ان طلبہ سے بہتر کارکردگی دکھائی جو کہ روایتی طریقہ تدریس سے پڑھ رہے تھے اس تجربہ سے اے وی ایڈز کی افادیت صاف واضح ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ اے وی ایڈز کو روایاتی طریقہ تدریس پر سبقت حاصل ہے-"[1]

علم کی لگن میں اضافہ:

اے وی ایڈز طلبا میں علم کی لگن کو بڑھانے میں بھی مؤثر ہے۔چونکہ اس طریقہ تدریس سے طلبا درس کیطرف متوجہ رہتے ہیں اور نصاب کو بہتر طور پر سمجھ پاتے ہیں۔اسلئے ان میں مزید چیزیں پڑھنے اور سیکھنے کی لگن پیدا ہوتی ہے اور علم کی یہ لگن ان کو تعلیمی میدان میں آگے بڑھنے اور جدید طریقہ سے علم سیکھنے میں مدد کرتی ہے -

سکولوں میں اے - وی - ایڈز Audio-Video Aids کی کلاسیں:

جدید دور کے تعلیمی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کے سکولوں میں اے وی ایڈز کی کلاسوں کا باقاعدہ انعقاد کیا جائے-اساتذہ کو آڈیو اور ویڈیوز ایڈز کے متعلق تمام ضروری ہدایت دی جائے-انکو اس طریقہ تدریس کے متعلق باقاعدہ راہنمائی فراہم کی جائے تاکہ وہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں اور اسکی افادیت سے طلبا کو فیض یاب کر سکیں۔کمرہ جماعت میں روایتی طریقوں کی بجائے جدید اے وی ایڈز کا طریقہ کار رائج کیا جائے-کتابوں اور تختہ سیاہ کے استعمال کے ساتھ ساتھ ویڈیوز اور آڈیو کی مدد سے بھی طلبا کو پڑھایا جائے-علم کو صرف کتابوں تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ انٹرنیٹ پہ موجود مختلف آڈیوز اور ویڈیوز جو بچوں کو سمجھنے اور سیکھنے میں مدد کر سکتی ہے ان تمام کو کلاس میں بچوں کو دکھایا جائے-صرف کتابوں میں لکھے الفاظ کو پڑھانے پر اکتفانہ کیا جائے بلکہ اے وی

1.https://www.lisbdnetwork.com/importance-of-audio-visual-aids-in/Accessed on:02.09.2021

ایڈز کے ذریعے سماعت اور بصارت کی حس کے ذریعے بچوں کو بہتر طریقے سے علم سکھایا جائے-اس طریقہ کار پر کلاس رومز میں عملدر آمد کرنے سے بہترین نتائج حاصل ہوں گے-

اے-وی-ایڈز(Audio-Video Aids)کے ذریعے نصاب پڑھانا:

چونکہ اس بات میں کسی شک کی گنجائش نہیں کہ اے-وی-ایڈز اساتذہ اور طلبا دونوں کے لئے یکساں موثر ہے اور اساتذہ طلباء کو بہتر انداز میں علم فراہم کر سکتے ہیں اور طلباء اس علم کو دلچسپی سے بوریت کے بنا سمجھ سکتے ہیں-لہٰذا اے-وی-ایڈز کے ذریعے نصاب پڑھانا ایک نہایت بہترین اور موثر قدم ثابت ہو گا۔

نصاب میں موجود اسباق کے متعلق طلبا کو آڈیو اور وڈیوز ریکارڈنگ یا کیسٹس وغیرہ فراہم کی جاسکتی ہیں۔مثال کے طور پر اگر طلباء کو قرآن پاک کی قرات سکھانی ہے تو انھیں قاری حضرات کی تلاوت کی ریکارڈنگ سنائی جاسکتی ہے-جن سے وہ عمدہ قرات سیکھ سکتے ہیں اور بیکوقت ایک سے زیادہ قرات سن اور سیکھ سکتے ہیں۔نیز نصاب میں موجود اسباق کو اے وی ایڈز کی مدد سے زیادہ بہتر سمجھایا جا سکتا ہے۔یہاں ایک بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ مواد کا انتخاب انتہائی توجہ طلب موزوں ہے-لہٰذا درست اور بہترین اے-وی-ایڈز کا ہی انتخاب کیا جائے-

اسلام آباد کے سکولوں میں اے-وی ایڈز کا استعمال(سروے):

آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids)کا استعمال جس قدر اہمیت کا حامل ہے اور اس کی افادیت اوپر دیے گئے فصل میں بخوبی بیان کی گئی ہے مگر اس کی پیروی کی کس حد تک پاکستان کے سکولوں میں کی جاتی ہے اس بات کا اندازہ لگانے کے لیے اسلام آباد کے دس سکولوں کا سروے کیا گیا جن میں صرف ایک اسکول نے اس بات کی حامی بھری کہ ان کے ادارے میں اسلامی تعلیمات کی تدریس کے لئے آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids)کا استعمال کیا جاتا ہے مگر یہ استعمال دوسرے مضامین کی نسبت بہت کم ہے -البتہ حضور اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ پر مبنی مشہور فلم The Message(ایک پیغام) دکھائی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اسلامی اینی میٹڈ فلمیں (Animated Movies Islamic) بھی کبھی کبھار طلباء کو دکھائی جاتی ہیں -اس ایک سکول کے علاوہ کسی بھی اور سکول میں بچوں کو اسلامی تعلیمات فراہم کرنے کے لئے آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids)کا استعمال سامنے نہیں آیا نہ ہی کوئی سکول اسلامی تاریخ کی شخصیات پر مبنی ڈاکومنٹریز(Documentaries) بچوں کو دکھاتے ہیں-

"اے-وی ایڈز (Audio-Video Aids) کی افادیت سے کوئی اسلامی مدرسہ منکر نہیں مگر المیہ یہ ہے کہ اے-وی ایڈز (Audio-Video Aids) استعمال کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی اس بات کو فوقیت دی جاتی ہے کے ان ایڈز کا استعمال طلباء کو کس حد تک اسلامی تاریخ اور تعلیمات کو سمجھنے میں مدد کر سکتا ہے -پرائمری تک کے طلبہ کچے ذہن کے ہونے کے باعث زیادہ دیر تک سبق یاد نہیں رکھ سکتے مگر آنکھوں سے دیکھے ہوئے یا کانوں سے سنے ہوئے واقعات وہ بخوبی ذہن نشین کر سکتے ہیں۔ [1]

یکساں قومی نصاب کے تحت مجوزہ سرگرمیوں میں اے وی ایڈز کا استعمال:

مدارس میں زیر تعلیم رہنے کے بعد عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی ان میں قحط انسانیت دیکھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کے ان مدارس میں تدریس اسلامیہ کے اپنائے جانے والے طرق کس قدر کمزور ہیں-وزارت وفاقی تعلیم و پیشہ وارانہ تربیت حکومت پاکستان کی طرف سے 2020 کے مطابق جاری کردہ اول تا پنجم تک کے طالب علموں کے لئے یکساں قومی نصاب میں نصابی سرگرمیوں کے ہمراہ چند ہم نصابی سرگرمیاں بھی مجوزہ ہیں جن میں اے وی ایڈز کے استعمال کی تجویز بھی دی گئی ہے -بیشتر اسلامی عناوین کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے مجوزہ سرگرمیوں میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

- اسماء الحسنیٰ کی آڈیو ریکارڈنگ طلباء کو روزمرہ کی بنیاد پر سنائی جائے-
- تاریخی اسلامی مساجد کی تصاویر، عنوان کو پڑھاتے وقت طلباء کو دکھائی جائیں-
- سیرت طیبہ ﷺ پر مبنی فلمیں بچوں کو دکھائی جائیں-
- دیگر انبیائے کرام کی حیات مبارکہ پر مبنی documentaries عنوان کی تدریس کے ساتھ بچوں کو دکھائی جائے۔
- قرات میں درستگی اور بہتری کے لیے تلاوت قرآن پاک کی آڈیو ریکارڈنگ (Audio Recording) بچوں کو سنائی جائے-
- محبت رسول ﷺ کو اجاگر کرنے کے لئے دیگر نعتوں کی آڈیو ریکارڈنگ (Audio Recordings) بچوں کو سنائی جائے۔" [2]

---

1. https://www.academia.edu/5894/learning-to-learn/Accessed on:15.11.2020

2۔ محمد احمد، مسلم معاشرے کا نظام تعلیم، ص 267

تعلیمی اداروں میں میں اے وی ایڈز(Audio-Video Aids)کا استعمال ایک المیہ:

دیگر سکولوں میں سروے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids) کا استعمال پاکستان کے تعلیمی اداروں میں بالکل نہیں کیا جاتا خاص کر کے اسلامی تعلیمات کی فراہمی کے لیے-حالانکہ حکومت پاکستان نے بھی آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids) کے استعمال کی افادیت کو سمجھتے ہوئے اس کے استعمال کی تجویز دی ہے مگر پھر بھی سکولوں میں اس بات کو فوقیت نہیں دی جاتی اور ادارے روایتی ہم نصابی سر گرمیوں میں شامل رہ کر ہی نصاب کی تکمیل میں مشغول ہیں-

"آڈیو ویڈیو ایڈز(Audio-Video Aids) کا استعمال نہ کرکے تعلیمی ادارے کس قدر خسارے میں ہے اس بات کا اندازہ طالب علموں کے اندر عدم پورا اعتمادی اور ادھوری شخصیت سے لگایا جا سکتا ہے-"[1]

اے-وی ایڈز(Audio-Video Aids) کو بہتر کرنے کے لئے اصلاحات:

اے-وی-ایڈز کو سکولوں میں طریقہ تدریس میں شامل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل اصلاحات نافذ کی جاسکتی ہیں۔

- اے-وی ایڈز(Audio-Video Aids) بچوں کو آگاہی
- سکولوں میں ملٹی میڈیا رومز کی سہولت

اے-وی ایڈز کی بچوں کو آگاہی:

طلبا کو اے-وی-ایڈز کے متعلق آگاہی فراہم کرنے کی اشد ضرورت ہے-انٹرنیٹ اور موبائل میں جہاں بچے اپنا زیادہ تر وقت فضولیات میں صرف کرتے ہیں وہیں اگر انھیں اس بات کی آگاہی دی جائے کہ کس طرح وہ انٹرنیٹ کو استعمال کرکے مختلف آڈیوز اور ویڈیوز کی مدد سے اپنی تعلیمی کارکردگی بہتر کر سکتے ہیں تو یقیناً قومی سطح پر تعلیمی معیار میں ایک واضح اور خوشگوار کن فرق دیکھا جا سکتا ہے۔

1۔ناصر حسین، **جدید تعلیم اور وطن عزیز**،(لاہور:ایکمن بک سیریز،اردو بازار،2019ء)ص99

سکولوں میں ملٹی میڈیا رومز کی سہولت:

ایک اور اہم اصلاح جو کہ اے-وی-ایڈز طریقہ تدریس کے لئے اہم ہے وہ تعلیمی اداروں میں ملٹی میڈیا رومز کی تشکیل ہے-جہاں پر پروجیکٹر، سکرین اور دیگر تمام اشیاد ستیاب ہوں جو کہ اے-وی-ایڈز طریقہ تدریس کے لئے اہم ہیں- ملٹی میڈیا رومز میں اے-وی-ایڈز طریقہ تدریس سے طلبا کی ایک سے زائد حصوں کو ایک ساتھ مشغول کیا جا سکتا ہے [1]- مختلف آڈیوز، ویڈیوز اور گرافکس سکرین پر طلبا کی توجہ مرکوز رکھتے ہیں-یہ طریقہ روایتی طریقہ تدریس کے مقابلے بہتر فہم فراہم کرتے ہیں -سکولوں میں ملٹی میڈیا کے لئے مخصوص کمروں کی تشکیل کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کمروں کو اے-وی-ایڈز کے طریقہ تدریس کے لئے استعمال بھی کیا جائے- اکثر دیکھا جاتا ہے کے اصلاحات تو نافذ کر یجاتی ہیں لیکن ان پر عمل دار آمد نہیں کیا جاتا۔ تو ضرورت اس امر کی ہے کے نہ صرف ملٹی میڈیا رومز بنائے جائیں بلکہ انکو اے وی ایڈز کے لئے استعمال بھی کیا جائے۔

موثر تدریسی حکمت عملی اور تراکیب

طریقہ تدریس کا براہِ راست تعلق سبق کی پریزینٹیشن سے ہوتا ہے۔ ایک استاد مختلف مضامین پڑھانے کے لیے مختلف طریقہ تدریس کا استعمال کرتا ہے جس کا انحصار زیادہ تر مضمون کی نوعیت اور استاد کے اختیار کردہ طریقہ پر ہوتا ہے۔ ان طریقوں کو بعض اوقات تدریسی حکمت عملی یا ترکیب کہا جاتا ہے۔ تعلیم کے میدان میں ترقی سے طریقہ تدریس بھی تبدیل ہو چکے ہیں۔ روایتی طریقہ تدریس میں استاد لیکچر دیتا تھا اور طلباء نوٹس لیتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ طریقہ آج بھی کارگر ہو مگر تعلیمی ارتقاء کی وجہ سے آج اساتذہ اپنے بچوں کے تجسس کو ابھارنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے طلباء غیر روایتی انداز میں سوچیں۔

"اس سیکشن سے آپ کو ان حکمتِ عملیوں اور طریقہ تدریس میں مہارت حاصل کرنے میں مدد ملے گی اور یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ کس طرح سے ایک معلم نئے انداز اپنا کر اپنی تدریس کو زیادہ موثر اور دلچسپ بنا سکتا ہے۔ تو پھر آڈیو بصری ایڈ کے فوائد کیا ہیں؟

ہم نے ان وجوہات پر گہرائی سے جائزہ لیا ہے جن کی وجہ سے لوگ آڈیو ویژول ایڈز اور جن حالات میں وہ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن خلاصہ بیان کرنے کے، فوائد یہ ہیں:"[1]

1۔ محمد شاہد، تدریسی حکمتیں، ص78

- برقرار معلومات اور معلومات کی یاد میں اضافہ (معلومات کو یکساں طور پر پیش کرنے کے مقابلے میں۔
- بتائی گئی معلومات کی گہرائی اور تفصیل میں اضافہ
- رسائی
- مشغولیت اور حوصلہ افزائی
- مواصلات کی واضح وضاحت
- ایک مؤثر مارکیٹنگ کی حکمت عملی

نقصانات کا کیا ہو گا؟ کیا کوئی ہے ؟آڈیو ویژول ایڈز کا استعمال ان لوگوں کے لئے واضح ہوتا ہے جو اپنے پیغام کو دل چسپ اور موثر انداز میں بانٹنا چاہتے ہیں۔تاہم، اس حکمت عملی کو استعمال کرنے میں کچھ نقصانات ہیں۔

- اشتہار کے لئے audio آڈیو ویژول ایڈز مہنگے ثابت ہوتے ہیں۔
- کچھ اساتذہ یا پیش کنندگان سمجھ سکتے ہیں کہ ان ایڈز کا استعمال تدریس کے معیار کا متبادل ہے-
- تکنیکی خرابی یا دشواریوں کا ان آڈیو وژول ایڈز پر اثر پڑتا ہے جو ٹیکنالوجی پر بہت زیادہ انحصار کرتے ہیں۔ یہ انھیں غیر موثر قرار دیتا ہے اور اس کی وجہ سے مشکلات سے نمٹنے کے لئے وقت یا رقم ضائع ہو سکتی ہے۔یہ آپ کے کاروبار کے برانڈ یا ساکھ کو بھی نقصان پہنچا سکتا ہے۔
- اور آخر کار، کچھ صارفین آڈیو یا بصری مواد کو دوسرے کے بدلے ٹون آوٹ کر سکتے ہیں۔ایسا کرنے سے، وہ اہم یا تنقیدی معلومات سے محروم ہو سکتے ہیں جو معلم یا انسٹرکٹر کے فرض سے واضح طور پر پیش کیا گیا ہے۔ صارفین پر اثر ڈالنے کے لئے کیوں کچھ اشتہارات کو اوپر اور اس سے آگے جانا پڑتا ہے اس پر ایک بحث یہاں پائی جا سکتی ہے۔آڈیو ویژول ایڈز- کیا وہ آپ کے لئے اچھے، برے یا یادگار ہیں؟
- سمعی اور بصری نظام دونوں کی مشغولیت کے ذریعہ معلومات کو برقرار رکھنے اور یاد رکھنے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔دراصل، جتنا زیادہ حسی سسٹم مصروف ہیں، اس سے سیکھنے کے نتائج بھی بہتر ہوں گے۔
- آڈیو بصری ایڈ کے استعمال میں کچھ رکاوٹیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ان میں تکنیکی مشکلات، قیمت، معیار اور زیادہ محرک شامل ہیں۔تاہم، آڈیو ویژول ایڈز نے پوری دنیا میں تعلیم اور معلومات تک بڑھنے کی اجازت دی ہے
- طلباء اور صارفین عموماً اس سے مستفید ہوتے ہیں، اور سیکھنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ وہ معلومات کو بھی زیادہ گہرائی اور تفصیل کے ساتھ پہنچانے کی اجازت دیتے ہیں۔

تحقیق میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ :

- موجودہ تحقیق نے طلباء کے وژول ایڈز اور استعمال کے بارے میں تاثرات اور آراء پر بصیرت دی۔
- درس و تدریس کے طریقہ کار کے طور پر وژول ایڈز کا استعمال سوچنے کی تحریک دیتا ہے اور بہتری لاتا ہے
- کلاس روم میں سیکھنے کا ماحول بہتر ہو جاتا ہے۔
- طلباء کو بصری امدادی سیشن اس وقت زیادہ فائدہ مند ہوتا ہے جب اس کا کورس کے مندرجات سے براہ راست تعلق ہوتا ہے۔
- طلبا جب سیکھتے ہیں تو سیکھنے کے شعبوں کی ذاتی تفہیم کو ترقی دیتے ہیں اور ان میں اضافہ کرتے ہیں۔

بصری ایڈوں کا موثر استعمال دیکھنے کے ماحول کو بدل دیتا ہے۔

طلباء کے تاثرات اور آراء:

تدریس اور تعلیم میں طریقہ تعلیم اور کتب ریڈھ کی ہڈی کی اہمیت رکھتی ہیں۔ کتب میں دی گئی معلومات طلباء کے لیے اولین ماخذ ہوتی ہیں۔ جن سے ان کی فکری افزائش ہوتی ہے۔ تعلیم کے مقاصد اور درسی کتابوں کا ایک اہم تعلق ہوتا ہے۔ درسی کتابوں کی حیثیت ایک اہم ہتھیار کی سی ہوتی ہے۔ کتب کاغذ پر چھپی ہوئی تحریر کا نام نہیں ہے بلکہ کتابیں زندگی کی حقیقت کو معلوم کرنے اور دوسروں تک رسائی کا نام ہے۔ بلاشبہ کتب علم کی حفاظت اور ترسیل کا نام ہے۔ اس اہمیت کے پیشِ نظر سروے میں اسلامیات کی کتاب اور طریقہ تدریس کے بارے میں درج ذیل سوالات کیے گئے۔ پہلا سوال اسلامیات کے مضمون کی تدریس کے حوالے سے کیا گیا کہ :

کیا طلباء اسلامیات کی تدریس کے روائتی طریقوں سے مطمن ہیں؟[1]

جواب میں 70 فی صد طلباء نے عدم اطمینان کا اظہار کیا۔ پھر بچوں کو آڈیو ویڈیو ایڈز سے آگاہ کیا جس سے طلباء کے اندر دلچسپی پیدا ہوئی اور انھوں نے اس طریقہ تدریس سے مستفید ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ یہ سروے راولپنڈی کے ایک سرکاری سکول حشمت علی خان کا ہے کہ جس میں آڈیو ویڈیو ایڈز کا کوئی تصور نہیں ہے۔ وہاں پر تمام سبجیکٹس بشمول اسلامیات روایتی طریقے سے پڑھائے جاتے ہیں۔ دوسرا سوال اسلامیات کے مضمون کی تدریس کے حوالے سے کیا گیا کہ :

کیا طلباء سلائیڈز کے ذریعے اسلامیات کی تدریس سے مطمئن ہیں؟[2]

1۔ ضمیمہ نمبر 1 سوال 1

2۔ ضمیمہ نمبر 1 سوال نمبر 1

جواباً 80 فی صد طلباء نے اطمینان کا اظہار کیا۔ 20 فی صد طلباء خاموش رہے۔ اس سروے کے دوران مختلف سوالات بھی طلباء سے کیے گئے۔ ان سوالات کے جوابات پہلے سروے کے سوالات کے جوابات کے مقابلے میں قابلِ اطمینان تھے۔ یہ سروے راولپنڈی کے آرمی پبلک سکول، واقع حمزہ کیمپ، ڈبل روڈ کا کیا گیا۔ اس سکول میں اسلامیات کی تدریس کے لیے سلائیڈز کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے طلباء اس نئے اندازِ تدریس سے مطمئن نظر آئے اور نتیجہ بھی مثبت رہا۔

فصل سوم:

اساتذہ کی تربیت کے لیے لائحہ عمل

دور کوئی بھی ہو معاشرے کی ترقی کا دارو مدار ساتذہ کی تعلیمی اور فنی صلاحیتوں کے فروغ سے براہ راست یا بالواسطہ طور پر وابستہ رہا ہے۔اساتذہ میں جب ذہنی جمود طاری ہو جائے اور ان میں تعلیمی و فنی صلاحیتوں کے فروغ کے راستے مسدود ہو جائیں تب نظام تعلیم بے روح اور معنویت سے عاری ہو جاتا ہے۔اساتذہ کی تعلیمی و فنی صلاحیتوں کے فروغ کے بغیر ملک و قوم کا عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا بھی تقریباناممکن ہی نظر آتا ہے۔ درس وتدریس کو ایک ہم آہنگی دینے کے لیے ضروری ہے کہ اساتذہ اپنی معلومات اور مہارتوں کو عصری تقاضوں کے مطابق بنائیں۔اساتذہ کے تعلیمی، فنی اور پیشہ وارانہ فروغ کے لئے ضروری ہے کہ اساتذہ مطالعہ، تحقیق، مشقی عمل اور حصول علم میں مسلسل مصروف رہیں۔

اساتذہ کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لئے ٹیچرز یونین سروے:

اس مقصد کے لیے لوکل اور شہری سطح پر پروگرام منعقد کیا گیا اور سروے کے نتائج اخذ کیے گئے جس کے مطابق درج ذیل لائحہ عمل اور تجاویز اپنانے کی ضرورت اختیار کی گئی تاکہ تعلیم کا بنیادی مقصد اور اس کے تمام حقوق پورے ہوں۔

بہترین رہنمائی:

حقیقت یہ ہے کہ تعلیم وتدریس نہایت ہی مقدس اور معزز پیشہ ہے، ہر مذہب اور ہر سماج میں اساتذہ کو بڑااحترام حاصل رہاہے؛ کیوں کہ سماج میں جو کچھ بھلائیاں اور نیکیاں پائی جاتی ہیں اور خدمت خلق کا جو سروسامان موجود ہے، وہ سب دراصل تعلیم ہی کا کرشمہ ہے اور درسگاہیں ان کا اصل سرچشمہ ہے،اسلام کی نگاہ میں انسانیت کا سب سے مقدس طبقہ پیغمبروں کا ہے۔ پیغمبر کی حیثیت اپنے اُمتی کی نسبت سے کیا ہوتی ہے ؟اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ اس کا ذکر فرمایا ہے اور وہ یہی کہ نبی انسانیت کا مربی اور معلم ہوتا ہے، وہ تعلیم بھی دیتاہے اور انسانیت کو اس علم کے سانچہ میں ڈھالنے کی بھی کوشش کرتا ہے۔

اساتذہ کی بہترین رہنمائی کے لیے ایجوکیشن اتھارٹی کی جانب سے جاری کردہ نوٹیفکیشن:

"حال ہی میں ایک نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے جس میں ایک تربیتی سیل کے قیام کی تجویز دی گئی تھی لیکن اس کا قیام عمل میں نہیں آسکا اس کے قیام کی کوشش ہی اساتذہ کو تعلیم کے سلسلے میں بہتر رہنمائی کی جانب گامزن کرسکتی ہے۔"1

تعلیمی فنڈز میں اضافہ:

اکیسویں صدی کا چیلنج ہمارے سامنے ہے جس میں تعلیم کا کردار مرکزی ہے اور ترقی کے سفر میں وہی ممالک سبقت لیں گے جن کے افراد تعلیم یافتہ، ہنر مند اور اکیسویں صدی کی مہارتوں سے لیس ہوں گے مسابقت کی اس صدی میں صرف وہی کامیاب ہوں گے جو تعلیم تخلیق اور تنقیدی شعور رکھتے ہوں گے۔ جو نہ صرف جدید علوم سے آگاہ ہوں گے بلکہ اپنی زندگیوں اور معاشرے میں ان علوم کے اطلاق کی صلاحیت بھی رکھتے ہوں گے۔ یوں اب مختلف ممالک تعلیم اور تعلیمی اصلاحات کو مرکز توجہ بنائے ہوئے ہیں اور تعلیم کیلئے فنڈز میں اضافہ کیا جائے جو کہ

"اساتذہ کی تنخواہ و دیگر مراعات پر خرچ ہو سروے کے مطابق اگر اسپر عمل درآمد کیا جائے تو تعلیم پر مثبت اثرات مرتب ہونگے۔"2

تربیتی پروگرام:

تعلیمی بہتری کے لیے جہاں تعلیمی اداروں کی عمارات' نصاب، درسی کتب، امتحانی نظام اور تعلیمی اداروں کے ماحول میں بہتری کی ضرورت ہے تاکہ طلبا کو سازگار ماحول دیا جاسکے' وہیں استاد کی بنیادی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تربیتِ اساتذہ کے پروگرامز کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ اگر ہم تعلیم میں معیاری تبدیلی چاہتے ہیں تو تعلیمی عمل میں استاد کے کلیدی کردار کو تسلیم کرنا ہوگا اور تربیتِ اساتذہ کے پروگرامز میں اکیسویں صدی کے تعلیمی تقاضوں کے مطابق بہتری لانا ہوگی۔ اس علمی بہتری کے لیے جہاں تعلیمی اداروں کی عمارات' نصاب، درسی کتب، امتحانی نظام اور تعلیمی اداروں کے ماحول میں بہتری کی ضرورت ہے تاکہ طلبا کو سازگار ماحول دیا جاسکے وہیں استاد کی بنیادی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے تربیتِ اساتذہ کے پروگرامز کو بہتر کرنا ہوگا۔ اس وقت کئی شہروں میں تربیتِ اساتذہ کے متعدد پروگرام چل رہے ہیں۔

1۔ فاروق، **موثر تدریسی خصوصیات**، ص234

2.Pakistan National Education Policy, Ministry of Education Govt Of Pakistan 1998-2010,p 16.

بد قسمتی سے ہمارے تربیتِ اساتذہ کے بیشتر پرو گرام ایسے اساتذہ تیار کرنے میں ناکام رہے ہیں جو تخلیق، جدتِ فکر اور تنقیدی شعور سے مالامال ہوں اور جو سکولوں میں رائج ٹرانسمشن پیراڈائم یا طریقۂ تدریس میں کوئی تبدیلی لاسکیں۔

"شعبۂ تعلیم سے چار دہائیوں کی وابستگی کے دوران میرا مشاہدہ تھا کہ ان پرو گرامز کے دوران شرکا میں کوئی جوہری اور دیرپا تبدیلی نہیں آتی'یوں اگر تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ اساتذہ کی کلاس میں کارکردگی کا موازنہ کیا جائے تو ہمیں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ یعنی ہمارے ہاں تربیتِ اساتذہ کے پرو گراموں کو مؤثر بنانے کی ضرورت ہے۔ یوں لگتا ہے' تربیت اساتذہ کے پرو گرام بنانے والوں کے نزدیک پیشہ ورانہ تربیت کا واحد مقصد پرو گرام کے شرکا کو چند تدریسی مہارتوں سے روشناس کرانا ہے' وہ بھی نام کی حد تک۔ تربیتِ اساتذہ کے بیشتر پرو گراموں محض اشک شوئی ہوتی ہے۔"[1]

اساتذہ کی اصلاح:

طلبہ استاد کی سیرت و شخصیت کا گہرا اثر قبول کرتے ہیں، لہٰذا استاد میں بعض خصوصیات کا ہونا انتہائی اہم ہے۔ اسے بچوں کی تعلیم اور تربیت کے دوران علم اور اچھی اقدار کو نئی نسل کو منتقل کرنا ہے۔ شاگرد اپنے استاد کا مشاہدہ بہت باریک بینی سے کرتا ہے اور استاد کی شخصیت اسے بہت متاثر کرتی ہے۔اس کے عادات واطوار اور اخلاق غیر محسوس انداز میں کمرہ جماعت میں بیٹھے کچے ذہنوں میں کم یا زیادہ منتقل ضرور ہوتے ہیں۔ طالب علموں کے ذہن میں عموماً استاد کا تصور کسی ''مخالف'' کا سا ہوتا ہے۔ وہ استاد سے خوف کھاتے ہیں۔ اس میں کچھ قصور نظام تعلیم اور کچھ اساتذہ کی تربیت کا ہے۔ اگر طالب علم استاد سے خوف کھائیں گے تو وہ اپنے مسائل کو بیان کرنے سے قاصر رہیں گے جس کے باعث ان کے برقرار رہنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔ کمرہ جماعت میں دوستانہ ماحول کا مطلب نگرانی میں کوتاہی نہیں لینا چاہیے بلکہ اسے کارکردگی کو بہتر بنانے کا ذریعہ بنانا چاہیے۔ شاید ہی کوئی ایسا استاد ہو جو کرخت رویہ رکھتا ہو اور شاگرد اسے پسند کرتے ہوں۔

سکولز میں جدید مواصلاتی نظام:

"مواصلاتی نظام کے اعداد و شمار کے مطابق وقت آگیا ہے کہ ہنگامی بنیادوں پر اساتذہ کے پرانے تعلیمی نظام اور پرو گراموں میں جوہری تبدیلیاں لائی جائیں۔ اکیسویں صدی میں تین طرح کی مہارتیں اہم ہیں' جن میں Life skills, Literacy skills, Learning skills شامل ہیں۔ اکیسویں صدی کا سب سے بڑا چیلنج یہ ہے کہ تبدیلی کی رفتار بہت تیز ہو گئی ہے۔ وہ تبدیلی جو ماضی میں

1.Pakistan National Education Polic، 1998-2010,p29.

برسوں میں رونما ہوتی تھی اب مہینوں اور ہفتوں کی بات ہے۔ باہر کی دنیا جس تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے اسی رفتار سے ہمیں اس کی تفہیم کرنا ہوگی۔ اپنے نصاب کو جدید تقاضوں اور ضروریات کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔ ان مہارتوں پر زور دینا ہوگا جو زندگی میں طلبا کی مددگار ہوں۔"[1]

تعلیمی عمل کو روایتی کلاس روم سے نکال کر اس کا تعلق جدید میڈیا کے ساتھ جوڑنا ہوگا۔ کلاس روم میں ایسا ماحول پیدا کرنا ہوگا کہ طلباءنہ صرف سوال کر سکیں بلکہ انہیں اختلافِ رائے کا حق بھی حاصل ہو۔ اکیسویں صدی کے چیلنجز کے مقابلے کیلئے جہاں کلاس رومز' نصاب، درسی کتب، نظامِ امتحان میں بنیادی تبدیلیاں درکار ہیں' وہیں ایسے اساتذہ کی بھی ضرورت ہے جو اس سارے عمل کو ممکن بنا سکیں۔ اساتذہ کے تربیتی پروگرامز کو یکسر بدلنا ہوگا' جو اساتذہ میں کشادگیٔ فکر کے راستے کھولنے کے بجائے تنگ نظری کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ ہمیں تربیتِ اساتذہ میں اس امر کو یقینی بنانا ہوگا کہ تبدیلی کا عمل ہمہ جہت ہو جس میں اساتذہ کے تعلیمی تصورات میں تبدیلی ان کی تدریسی مہارتوں میں تبدیلی اور ان کے رویے میں تبدیلی پر بیک وقت کام کیا جائے۔ اسی طرح تربیتِ اساتذہ کے پروگرامز میں لٹریسی سکلز' لرننگ سکلز اور لائف سکلز کے ماڈلز ہوں۔

"اسی طرح Critical Thinking, Reflective Teaching اور Technology کے حوالے سے الگ الگ ماڈلز ہوں ان ماڈلز کو Teaching Process سے اس طرح مربوط کیا جائے کہ پروگرامز میں تھیوری اور پریکٹس کا موثر امتزاج ہو اور یوں اساتذہ کو Reflection in action کا عملی موقع مل سکے۔ امید ہے ہائر ایجوکیشن کا قائم کردہ ادارہ NAHE تربیتِ اساتذہ کے پروگرامز کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے انہیں جدید بنیادوں پر استوار کرنے کیلئے عملی اقدامات کرے گا۔"[2]

اساتذہ کو درپیش مسائل کے لیے فاؤنڈیشن کا قیام:

وسائل کی عدم دستیابی اور معاشی طور پر مضبوط نہ ہونا اساتذہ کے اہم ترین بنیادی مسائل ہیں۔ تعلیم و تعلم انبیا کا پیشہ ہے اور یہ اطمینان قلب اور روح کے سکون کے بغیر ممکن نہیں اور اساتذہ کو قلب و روح کا سکون ہی میسر نہیں ہے۔ جس شخص نے نسلِ نو کی تربیت کرنی اور ایک سلجھا ہوا معاشرہ پیدا کرنا ہے وہ حکومت کی طرف سے بنیادی سہولیات سے محروم ہے یہی وجہ ہے کہ آج کے اساتذہ میں ماضی کے اساتذہ جیسی خوبیاں تو نہیں، لیکن اگر ان کے مسائل کے حل پر توجہ دی جائے اور مرکزی، صوبائی اور ضلعی سطح پر ان کا اعتراف کرتے ہوئے استاد کی خدمات کی مکمل حوصلہ افزائی کی جائے تو مثبت نتائج سامنے آ سکتے

1. https://www.academia.edu/5894/learning-to-learn/Accessed on:15.06.2020

2۔ محمد احمد، مسلم معاشرے کا نظام تعلیم، ص124

ہیں۔ ہر سال تعلیمی اداروں میں سینکڑوں اساتذہ کو بھرتی کیا جاتا ہے جن میں سے کئی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتے ہیں مگر یہ سینکڑوں اساتذہ پذیرائی نہ ہونے کی وجہ سے سرائے کے مہمانوں کی طرح وقت گزارتے اور کچھ عرصہ بعد تدریس کا پیشہ ترک کر کے اعلیٰ مشاہروں پر غیر سرکاری یا پرائیویٹ اداروں میں پناہ گزین ہونے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

"اس تناظر میں معیار تعلیم کی اصلاح و بہتری کی کوششیں کیسے کار گر ثابت ہو سکتی ہیں۔ بے شمار تعلیمی اور سماجی حلقے عرصہ دراز سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ارباب اختیار کو اساتذہ کے مسائل کا احساس دلا کر ان کا ازالہ کروایا جائے۔ انکے لیے ایک فاؤنڈیشن کا اجرا ان تمام مسائل کو اجاگر کرنے اور ان کے حل کے لیے معاون ثابت ہو گا۔"[1]

پاکستانی تعلیمی پالیسی:

"اب جبکہ ہم نئے پاکستان میں ہیں، اور سبھی کی طرح سب کو نئی حکومت سے کچھ توقعات ہیں۔ بظاہر نئی حکومت اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ ہے اور اس کے پاس پاکستان کو آگے لے جانے کا واضح نظریہ بھی ہے۔ تاہم یہ ضروری ہے کہ مخصوص امور پر بات چیت جاری رکھیں، جو پاکستان کی ترقی کے لئے اہم ہیں، تاکہ کچھ مخصوص علاقوں اور صوبوں کو ترجیح دیتے ہوئے ان کو نظرانداز نہ کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہنگامی بنیادوں پر نظام تعلیم کی بالادستی کے بغیر ایک بہتر اور خوشحال پاکستان کا خواب پورا نہیں کیا جاسکتا۔"[2]

اسلامی اصلاحات کا نفاذ:

نظام تعلیم میں ضروری اسلامی تبدیلیاں اور بہتری کے اقدامات ضرور ہونے چاہیے اور انھیں قانون کا حصہ بننا چاہیے۔ اسلام ایک کامل دین اور مکمل دستور حیات ہے، جو زندگی کے تمام شعبوں میں انسانیت کی راہنمائی کرتا ہے، اسلام جہاں انفرادی زندگی میں فرد کی اصلاح پر زور دیتا ہے وہیں اجتماعی زندگی کے زرین اصول وضع کرتا ہے، اسلامی نظامِ حیات میں جہاں عبادت کی اہمیت ہے وہیں معاملات و معاشرت اور اخلاقیات کو بھی اولین درجہ حاصل ہے، اسلام کا جس طرح اپنا نظامِ معیشت ہے اور اپنے اقتصادی اصول ہیں اسی طرح اسلام کا اپنا نظام تعلیم ہے جس پر عمل پیرا ہو کر تعلیمی اصلاحات میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔

1۔ ایس ایم شاہدہ، پاکستان میں تعلیم، ص25

2۔ محمد احمد، مسلم معاشرے کا نظام تعلیم، ص138

تجاویز

اس سروے کے نتیجے میں جو تجاویز دی گئی وہ کچھ یوں ہیں۔

وقت کی پابندی:

منظم شخصیت سازی کے لیے وقت کی پابندی ضروری ہے۔ بروقت پہنچنے کے عادی افراد اپنے کاموں کی منصوبہ بندی پہلے سے کر لیتے ہیں اور سب چیزوں کو اس طرح منظم کرتے ہیں کہ کبھی ٹال مٹول یا بہانے بازی کی ضرورت نہ پڑے، اسی طرح وہ بیک وقت کئی کام ایک ساتھ کرنے پر یقین نہیں رکھتے جو کہ وقت کا ضیاع ثابت ہونے والی عادت ہے۔

طلبہ کی استعداد:

استاد چاہتا ہے کہ وہ اچھا استاد بنے، لیکن سوال یہ ہے کہ ایک اچھا استاد کیسا ہوتا ہے؟ اس کی خصوصیات کیا ہوتی ہیں؟ اور ایک اچھا استاد کیسے بنا جا سکتا ہے یقینا طلبا کی استعداد کے مطابق اس پر توجہ دے کر پاکستان میں صلاحیت اور استعداد کی کمی نہیں ہمارے طلباء نے دنیا بھر میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے. اس لیے استاد کو اسکے لیول پر جا کر اسکو تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔

بہترین حسن مزاح:

استاد اگلی نسل کی تربیت کر رہا ہوتا ہے اور اگر اس کی حسن مزاح اچھی ہو گی تو اسے شاگرد جذب کریں گے اور یہ زندگی میں ان کے کام آئے گی۔ استاد کی قدر ہر معاشرے میں کی جاتی ہے۔ استاد میں ہمدردی اور خلوص کے جذبے کا ہونا بہت اہم ہے۔ استاد کو اپنے شاگردوں سے ہمدردی ہونی چاہیے اور اپنے پیشے سے خلوص۔

تفہم سے قبل تفہیم:

جس طرح کسی بھی لکھنے والے کی اہمیت کا اندازہ ہم اس وقت تک پوری طرح نہیں لگا سکتے جب تک ہم اس کے لکھے ہوئے کو سمجھنے کے قابل نہیں ہو جاتے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ سمجھنے کا عمل کیا ہے؟ اور اس سمجھنے سے آخر اصولی طور پر کیا کچھ مراد لیا جاتا ہے؟ اس کے علاوہ تفہیم اور تفہم ان دونوں لفظوں کی معنیاتی حیثیت کن اصولوں کی روشنی میں طے ہوئی ہے. اساتذہ کو اس طریقہ کار عمل کے تحت اسباق کا جائزہ لینے کے لیے راغب کیا جائے

حکومتی سرپرستی:

اس امر کے لیے فقط سنجیدہ کوششوں اور اسی مناسبت سے معاشرے اور ارباب اختیار میں آگہی پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ کم از کم ہم اپنی اپنی سطح پر معلم کو اس کا حقیقی مقام و مرتبہ دلانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔ اگر حکام بالا قوم کے معمار کی توقیر کو تسلیم کرلیں تو یقیناً ہمارے اساتذہ اِک نئی صبح کی تحریر لکھ پائیں گے جو وطن عزیز کی ترقی اور عروج کی صبح ہوگی۔

قبل از ملازمت تعلیم اساتذہ:

> "استاد کا کردار ایک تجزیہ نگار کی طرح بہت اہم ہے اور نصاب کے ڈیزائن کیلیے یہ بھی بہت ضروری ہے کہ وہ اس کو کیسے پورا کرتا ہے۔ جب تک اساتذہ کے تدریسی اور تربیتی ادارے اعلی خصوصیات کے حامل اساتذہ تیار نہیں کریں گے اس وقت تک اسکولز کا نصاب بہتر نہیں ہو سکتا۔ اسلیے ٹیچر ایجوکیشن کا ایک بڑا حصہ دوران ملازمت تربیت اور نگرانی خود تدریس کے تجربات، قبل از ملازمت تدریس کا مرہون منت ہوتا ہے اور اسکے بعد پیشہ ورانہ سفر کی ابتداء ہوتی ہے لہذا قبل از ملازمت تدریس کا نصاب کم از کم تین نمایاں عناصر پر مشتمل ہے۔"[1]

1. پیشہ ورانہ تعلیم کے کورسز
2. عمومی تعلیم کے کورسز
3. طلبہ کی تدریس اور دیگر معالجاتی تجربات پر مبنی کورسز

عمومی تعلیم کے کورسز:

طلباء سائنس، آرٹس اور دیگر فنون اور پس منظر سے آگہی حاصل کرتے ہیں۔ پرائمری تعلیم کے اساتذہ کو مضمون کے مواد کے بارے میں عمومی معلومات حاصل ہونی چاہئیں لیکن ثانوی معیار کے استاد کو نصابی معلومات کے علاوہ متعلقہ خصوصی معلومات سے بھی آگاہ ہونا ہوگا۔ تاکہ وہ اپنے طلبہ کو آزمانے کا ہم عصر بنا سکیں۔

تدریس طلبہ اور دیگر معالجاتی تجربات پر مبنی کورسز:

کچھ برس پہلے تک تدریس کی تربیت کیلیے امیدواروں کے پاس صرف یہ ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اسکولز میں پڑھائیں۔ لیکن آج کی صورت حال بدل چکی ہے۔ اساتذہ اپنی بی ایڈ کی ڈگری کالج سے حاصل کرتے ہیں جس میں وہ تدریس کی اے۔ بی۔ سی سیکھتے ہیں جبکہ باقی الفاظ وہ دوران ملازمت سیکھتے ہیں۔

1۔ ناصر حسین، **جدید تعلیم اور وطن عزیز**، ص364

حالیہ دور میں طریقہ ہائے تدریس کورسز کا انعقاد سکولوں کے تعلیمی تجربے کے ساتھ بہت اعلی طریقے سے کیا جاتا ہے۔اساتذہ کی تربیت کے آغاز میں طلبہ کو بنیادی تعارفی کورسز،نفسیاتی اور معاشرتی کورسز کروائے جاتے ہیں۔ جن سے وہ کافی حد تک مفید معلومات حاصل کر لیتے ہیں۔

اس حالیہ وقت میں جب زیر تربیت اساتذہ عملی طور پر پڑھانے کیلیے میدان میں اترتے ہیں تو انکو پہلے سے ہی تدریس کی خاصی مہارت ہو چکی ہوتی ہے۔ بعض ازاں ان اساتذہ کو مختلف تجربہ کار اساتذہ کے ہمراہ کئی اسکولز کے دورے کرائے جاتے ہیں۔جب یہ زیر تربیت اساتذہ مختلف ماحول اور صورت حال سے آشنا ہوتے ہیں تو پھر یہ ہر طرح کی صورت حال سے نمٹنے اور ماحول میں ڈھلنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

۳۔پیشہ ورانہ تعلیم کے کورسز:

سب اساتذہ کرام کو تدریس کے معیار کے مکمل طور پر آشنا ہونا چاہیے۔اور بالخصوص انکو ایک مضمون یا خاص شعبے میں بالکل معلوم ہونا چاہیے کہ تدریس کا اعلی و عمدہ معیار کیا ہے۔اچھی کارکردگی کے باوجود جن امور کو ابھی تک وہ صحیح طور پر جان نہیں سکیں ہیں۔ان میں طرق تدریس،کمرہ جماعت کی تنظیم،تناظرات تعلیم اور اسکول کی ایک تعلیمی ادارے کی حیثیت سے ترقی شامل ہے۔

اعلی معیار کے تدریسی حکمت کورسز میں ان تمام امور کے مطابق خاطر خواہ معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔

پیشہ ورانہ ترقی کے لیے تدابیر / عملی اقدامات:

ورکشاپس: ملازمت کے دوران اساتذہ کی تربیت کیلیے ورکشاپ کا زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ورکشاپ کے دوران بڑے بڑے اجتماع منعقد کیے جاتے ہیں۔اور اساتذہ مختلف جامعات،نجی تعلیمی اداروں اور تحقیقی مراکز سے آنے والے ماہرین کے لیکچر سے مستفید ہوتے ہیں۔

ان ورکشاپ کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اساتذہ کو ماہرین سے ملاقات اور ان کے خیالات کو جاننے اور ان کے فن سے مستفید ہونے کا موقع دیا جائے۔اس نوعیت کی ورکشاپ میں ضلع کے ایک اسکول میں ایک موضوع کا انتخاب کیا جاتا ہے اور ماہرین کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اس موضوع پر جدید ترین نقطہ نظر کے لحاظ سے اساتذہ کو عملی مشورے اور اعلی خیالات سے نوازیں۔

معائنہ ملاقات: اساتذہ کرام کو مختلف تعلیمی اداروں کے دورے کرائے جاتے ہیں۔اس طرح انکو مختلف چیزوں کا مشاہدہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے مثلا یہ کہ پروجیکٹ کو کو کلاس روم میں کس طرح پیش کیا جا سکتا

ہے یا صرف اس بات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ مختلف تعلیمی ادارے اپنے تعلیمی مشن کو حاصل کرنے کیلیے کیسے کوشش کر رہے ہیں۔

تبادلہ خیال: کچھ اسکولز میں اساتذہ کرام کو تبادلہ خیال کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں کہ ایک ہی شعبے اور مضامین کے ماہر اساتذہ ایک دوسرے کیساتھ ملکر بیٹھ اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔اس قسم کی ملاقات اور میٹنگز میں ایک دن یا آدھا دن مختص ہوتا ہے۔

فرد واحد سے مشاورت: یہ ایک ایسا عمل ہے کہ جس میں ایک مشیر کو دعوت دی جاتی ہے۔ مشیر کو اسکولز کا دورہ کرایا جاتا ہے جن میں مخصوص اسکولز ہوتے ہیں۔ مشیر کو کمرہ جماعت اور عمارت سے واقفیت کرائی جاتی ہے اور وہ کلاس روم میں ہونے والی مصروفیات کا جائزہ لیتا ہے اور اساتذہ کیساتھ باہم گفتگو کے ذریعے سے انکو مسائل کے حل اور نجی مشقوں کے بارے میں رائے دیتا ہے۔

استعداد اور صلاحیتوں کا ارتقا: تعلیم اساتذہ کے اداروں نے مہارتوں ،فنون اور کارکردگی کے معیار کو بڑھانے کیلیے ایک طے شدہ پروگرام کا اجراء کیا ہے۔جو صلاحیتوں اور قابلیت کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔یہ ادارے عام طور پر قابلیت کو پرکھنے اور ان کا انتخاب کرنے کیلیے تحقیق کے ذریعے سے اساتذہ کے طرز عمل کی تاثیر کا جائزہ لیتے ہیں۔

اساتذہ کی تقرری کے وقت اس چیز کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ کیا وہ معلم اپنے مضمون پر پوری مہارت رکھتا ہے۔اور پھر صرف مہارت رکھنا بھی ضروری نہیں ہے۔ یہ معلوم کرنا بھی از حد ضروری ہے کہ کیا وہ استاد طلباء کو اپنا سبق اچھی طرح سمجھانے میں کامیاب ہو سکتا ہے یا نہیں۔ سرویز اور انٹرویوز کے دوران یہ چیز معلوم ہوئی کہ بعض اسکولز میں اساتذہ واقع ہی بہت قابل ہیں لیکن ان کا انداز تدریس موثر نہیں ہے لیکن بعض اسکولز میں اس کے برعکس بھی مشاہدہ کیا گیا ہے لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ تقرری کے وقت اس چیز کا خیال رکھا جائے۔اور ان اساتذہ کرام کا تقرر کیا جائے جو کہ علم پر دسترس رکھنے کیساتھ ساتھ پڑھانے کا اچھا انداز بھی رکھتے ہوں۔اس کے علاوہ اساتذہ کی تعلیمی و تربیتی پروگرامز بھی ہونے چاہیئں۔تب ہی تعلیمی پسماندگی سے چھٹکارا ممکن ہے۔

خلاصہ بحث:

مقالہ ہذا ایک ایسی بہترین علمی و تحقیقی کاوش پر مشتمل ہے کہ جس نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ مسلمانوں کی تدریسی روایت، عصری تعلیمی صورت حال اور پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کے مختلف پہلوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹ رکھا ہے۔ موضوع تحقیق کا انتخاب بہترین ہے اور ابواب و فصول نہایت متوازن ہیں۔ اس تحقیق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلیمی اور تربیتی منہج کو مستند احادیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اکثر طریقوں کو بڑی وضاحت کیساتھ پیش کیا گیا ہے تاکہ عصر حاضر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرق کی پیروی کی جا سکے۔ اس مقالہ کے پہلے باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلیمی و تربیتی منہج کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بلاشبہ نبی علیہ السلام کا اسوہ حسنہ تمام مسلمانوں بلکہ تمام بنی نوع انسانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے اور آپ کے اسوہ پر عمل کرنے سے ہی دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ وطن عزیز پاکستان میں پرائمری سطح سے لیکر گریجوایشن تک اسلامیات کی تعلیم لازمی ہے۔ ہر مدرسہ، سکول، کالج اور یونیورسٹی میں اس کی تعلیم دی جا رہی ہے لیکن بد قسمتی سے طلباء درسی کتب میں لکھے مواد کو صرف امتحان پاس کرنے کیلیے ہی مطالعہ میں لاتے ہیں۔ وضو اور غسل کے عملی طریقے سے لیکر زکوۃ کے مسائل سے اکثر طلبہ لاعلم ہوتے ہیں۔ اور دوسری جانب طلباء اور اسلامیات کے اکثر اساتذہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم و تربیتی طریق کار سے نہ صرف غافل ہوتے ہیں بلکہ انجان بھی ہیں۔ اسی تعلیمی و تربیتی پسماندگی کی طرف اس مقالہ کے اول باب میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام کے اسوہ پر چلے بغیر تعلیمی ترقی ممکن نہیں ہے۔

اس مقالہ کے باب دوم میں پاکستان کے تعلیمی نظام میں تدریس اسلامیات کا تعارف پیش کیا گیا ہے کہ وطن عزیز میں اسلامیات کس سطح تک پڑھائی جا رہی ہے اور اس کا نصاب کیا ہے۔ نیز پرائمری سطح پر تدریس اسلامیات کی ضرورت و اہمیت کو بیان کیا گیا ہے اور اس سطح پر اسلامیات کی تدریس کے حوالے سے قومی تعلیمی پالیسیوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

اسلامیات کی اہمیت، ضرورت اور افادیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ اسکولز، مدارس اور گھر میں جہاں تعلیم، تربیت یا ماحول کی وجہ سے مسائل آرہے ہیں ان کا فی الفور خاتمہ کرنا چاہیے۔ اسلامیات کے نصاب، اسکولز کے ماحول، تدریس اسلامیات کے طریقوں اور تعلیمی پالیسیز کے حوالے سے گزری فصول میں بیان ہو چکا ہے۔ ماہرین تعلیم اور حکومت پاکستان کو اسکا نوٹس لینا چاہیے اور اسلامیات کے نصاب، ماحول اور تدریس کے حوالے سے جو مسائل ہیں انکا حل تلاش کرنا چاہیے۔

اگر مذکورہ تمام پالیسیوں کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو یہ بات ان میں مشترک نظر آئے گی کہ پالیسی سازوں کے اذہان میں پاکستانی معاشرہ کی مذہبی ضرورتوں کا بخوبی احساس موجود رہا ہے۔ پاکستان کی نظریاتی اساس کے پیش نظر تمام مسودات میں جدید اسلامی فلاحی معاشرہ کے قیام کے لیے اسلامی نظام تعلیم اور فروغ اسلامیہ کی ضرورت و اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ ان مسودات میں حکومتی سطح پر جن اقدامات کے نافذ العمل ہونے کے متعلق نیک خواہشات کا عزم ہے بدقسمتی سے پالیسی مسودات میں اس کی مناسبت سے اقدامات کا حجم دکھائی نہیں دیتا اور عملی معاشرہ اسکی تائید نہیں کرتا ہے۔ان زمینی حقائق سے ظاہر ہے کہ مذکورہ اقدامات اصل روح کے مطابق نافذ العمل نہیں ہو سکے۔ حکومتی اراکین کی سیاسی و انتظامی کمزوریوں کے احتمال کے باوجود اس عدم نفاذ کے پیچھے لامحالہ ریاستی ستونوں میں براجمان ایسی قوتیں کہیں نہ کہیں کارفرما ہیں۔ غالب امکان یہی ہے کہ ریاستی مشینری کے بااثر مغربی تعلیم یافتگان ہی فروغ علوم اسلامیہ کے اقدامات کے عملی نفاذ میں رکاوٹ ہیں۔ جیسا کہ کمیشن بسلسلہ مسائل و بہبود طلبہ 1966ء اور دیگر پالیسیوں میں ذکر ہے ورنہ ان مسودات میں اعلان کردہ اقدامات بالکل بے وقعت ہرگز نہ تھے اسلیئے کہ اگر ان مجوزہ اقدامات کا صحیح معنوں میں عملی نفاذ ہو جاتا تو آج پاکستان کا نظام تعلیم اور معاشرہ بڑی حد تک اسلامی اصولوں پر استوار ہو چکا ہوتا۔

جبکہ باب سوم میں تدریس اسلامیات کے مروجہ طریقوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور سرویز اور انٹرویوز کے ذریعے سے اس کی جامعیت کا اندازہ لگایا گیا ہے۔اس باب کی فصل دوم میں مظاہراتی طریقہ تدریس اور سرگرمی پر مبنی طریقہ تدریس کی اثر انگیزی کا جائزہ لیا گیا ہے اور سرویز اور انٹرویوز کی رپورٹ کے مطابق یہ واضح ہوا ہے کہ روایتی تدریس کے طریقوں کیساتھ ان جدید تدریس کے طریقوں کو استعمال کرنے سے نتائج زیادہ موثر آتے ہیں۔ جبکہ آخری فصل میں روایتی و جدید تدریس کے طریقوں کی روشنی میں موثر لائحہ عمل دیا گیا ہے۔ان سرگرمیوں میں مشغول ہو کر روایتی طریقہ تدریس بہت دور رہ جاتا ہے کیوں کہ یہ جدید طریقہ تدریس اسلامی تعلیمات کے مقصد کی صحیح نشاندہی کرتا ہے لہذا اسلامی تعلیمات کو ارسال کرنے کے لئے جدید طریقہ تدریس خصوصا مظاہراتی اور سرگرمی پر مبنی طریقہ بے حد مفید ہے۔جماعت اول تا جماعت پنجم تک کا یہ تدریس کے طریقے بہت مفید ثابت رہے ہیں۔ جماعت اول سے پہلے اسلام کے حوالے سے بنیادی تعلیمات شروع ہو جاتیں ہیں۔ ابتدائی کلاسز سے ہی جب طلباء کو ان جدید تدریس کے طریقوں سے تعلیم دی جائیگی تو نتائج آج سے مختلف ہوں گے۔ یہ بات مختلف سرویز میں معلوم کی گئی ہے کہ جماعت اول سے لیکر پانچویں کلاس تک نصاب اسلامیات میں اکثر مواد تھوڑی بہت تبدیلی کیساتھ مکرر ہے۔اور اسی

طرح چھٹی کلاس سے لیکر گریجوایشن تک اکثر موضوعات وضاحت کیساتھ دہرائے گئے ہیں۔ لیکن پھر بھی جماعت اول سے گریجوایشن تک اسلامیات لازمی پڑھنے والے اکثر طلبہ دین کے بنیادی مسائل سے ناواقف ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے سرویز میں اکثر طلباء سے سوالات کیے لیکن 95 فیصد طلباء ارکان اسلام اور عقائد اسلام میں فرق نہ کر پائے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ طلباء کو جماعت اول سے ہی ایسے تکنیکی طریقوں سے اسلامیات جیسے مضمون کی تعلیم دی جائے کہ وہ انکے ذہن میں راسخ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مظاہراتی طریقہ تدریس اور سرگرمی پر مبنی طریقہ تدریس کے بڑے مثبت اثرات مرتب ہوئے ہیں۔اور طلباء کو ان طریقوں سے سیکھنے میں زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔اس باب کی فصل اول میں روایتی تدریس کے طریقوں کو بیان کیا گیا ہے اور ان کی خوبیوں اور خامیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جبکہ دوسری فصل میں مظاہراتی طریقہ تدریس اور سرگرمی پر مبنی طریقہ تدریس کو بیان کیا گیا ہے۔اور سرویز کے ذریعے سے جو مثبت منفی اثرات سامنے آئے ہیں ان کو بھی تحریر کیا گیا ہے۔اور تیسری اور آخری فصل میں روایتی اور جدید تدریس کے طریقوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔اور جائزے میں یہ واضح ہوا ہے کہ مظاہراتی اور سرگرمی پر مبنی طریقہ تدریس روایتی طریقوں کی نسبت بہت موثر ہے۔

جبکہ باب چہارم میں نصابی و ہم نصابی سرگرمیوں کی اہمیت وضرورت واضح کی گئی ہے اور ان کو موثر بنانے کیلیے اقدامات بھی واضح کیے گئے ہیں۔ بلاشبہ ان سرگرمیوں کے استعمال سے بڑے مثبت نتائج سامنے آئے ہیں جن کو تفصیل کیساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔اسکی فصل دوم میں اے-وی-ایڈز کے استعمال کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ پرائمری لیول میں اے-وی-ایڈز کا استعمال کس حد تک موثر ہے۔اور آخری فصل میں اساتذہ کرام کی فنی تربیت کے لیے لائحہ عمل اور تجاویز دی گئی ہیں۔ جبکہ اختتام پر کچھ نتائج اور سفارشات کی گئی ہیں جو کہ انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔

نتائج بحث (Conclusion)

1. کلاس اول سے پانچویں تک کی کلاسز کو اسلامیات کی تدریس کرنے والے اساتذہ کی اکثریت تجوید کے اصول نہیں جانتی۔اور انھی کلاسز میں قرآن کریم ناظرہ پڑھایا جاتا ہے۔
2. تمام سرکاری اسکولز میں اسلامیات کی تدریس روایتی طریقوں سے ہو رہی ہے۔
3. راولپنڈی کے کچھ اسکولز میں پرائمری سطح پر بچوں کو اسلامیات کی تعلیم جدید تدریس کے طریقوں جیسے مظاہراتی اور سرگرمی پر مبنی طریقے سے بھی دی جارہی ہے اور وہاں کا رزلٹ زیادہ موثر ہے۔
4. کلاس اول سے پنجم تک اسلامیات کی کتاب سرکاری سطح پر صرف اردو میں شائع ہو رہی ہے جس سے ان طلباء کو مسائل کا سامنا ہے جو کہ اردو زبان نہیں جانتے۔
5. قومی تعلیمی پالیسیز میں پرائمری سطح کی اسلامیات کے نصاب اور تدریس کے حوالے حوصلہ افزائی ضرور ہے لیکن اسکا مکمل نفاذ نہیں ہے۔
6. اکثر اسکولز کے کلاس رومز میں پروجیکٹر کی سہولت میسر نہیں ہے کہ جسکی مدد سے طلباء کو سبق کی سلائیڈز کو دکھایا جاسکے۔
7. اکثر اسکولز میں اسلامی تاریخ پر موجود ڈرامے یا سبق کے عنوان جیسے "حج کا طریقہ" سے متعلق کوئی فلم،ڈراما یا تصاویر دکھانے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔
8. اسلامیات کی تعلیم کو صرف کتاب تک ہی محدود کر رکھا ہے اس میں عملی سرگرمیاں شامل نہیں کی جاتیں جس کی وجہ سے طلباء میں عدم دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔
9. ماحول اور اساتذہ کے موضوع پر اگر نتائج اخذ کریں تو معلوم ہو گا کہ چند ایک اسلامی اسکولز کے دیگر عمومی اسکولز اسلام پر چلنے کے لئے سازگار ماحول مہیا نہیں کرتے۔
10. اسلامیات کے مضمون کے امتحانی سوالات بالکل آسان اور یاداشت کے امتحان پر مبنی ہوتے ہیں۔ جس سے ذہین طلباء بوریت محسوس کرتے ہیں۔
11. اکثر کتب کا نصاب ایک جیسے موضوعات پر مشتمل ہے مگر اس معلومات کو طلباء تک پہنچانے کا انداز مختلف اسکولز میں مختلف طریقے سے اختیار کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے نتیجہ مختلف ظاہر ہوتا ہے۔
12. اسلامیات کے روایتی طریقہ تدریس میں طلباء میں سماجی خدمات کی کمی دیکھی گئی ہے۔

تجاویز وسفارشات(Recommendations)

1. نبی کریم ﷺ کے تعلیمی اور تربیتی منہج کو شامل نصاب کیا جائے۔
2. تدریس اسلامیات کے لیے روایتی طریقوں کیساتھ جدید طریقوں کو بھی شامل کرنا چاہیے۔
3. سروے اور انٹرویوز کے دوران اکثر طلباء نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اگر اسلامیات کی تعلیم کو بہتر بنانا ہے تو عربی زبان لازماً سکھائی جائے۔ یا کم از کم قرآنی عربی سکھائی جائے۔
4. اسلامیات کے اساتذہ کی اکثریت عربی گرامر پر عبور نہ ہونے کی بنا پر درسی کتب میں موجود آیات کا ترجمہ اور بعض اصطلاحات طلباء کو صحیح سمجھانے سے قاصر ہیں۔
5. اسلامیات کی تدریس کیلیے کلاس رومز میں پروجیکٹر کا اہتمام ہونا چاہیے کہ جس کی مدد سے طلباء کو سبق کی سلائیڈز وائیٹ بورڈ پر دکھائی جاسکیں۔
6. اسکولز میں اجتماعی طور پر یا کم از کم اسلامیات کی کلاس میں اسلامی تاریخ پر مشتمل ڈرامے یا کسی سبق کے عنوان جیسے "حج کا طریقہ" سے متعلق کوئی فلم، ڈراما یا تصاویر دکھانے کا اہتمام ہونا چاہیے۔
7. راولپنڈی کے بہت کم اسکولز میں پرائمری سطح پر بچوں کو اسلامیات کی تعلیم جدید تدریس کے طریقوں (جیسے مظاہراتی اور سرگرمی پر مبنی طریقے) سے بھی دی جارہی ہے۔ اور وہاں کا رزلٹ زیادہ موثر ہے۔
8. اسلامیات کی تعلیم کو صرف کتابی معلومات تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اسے عملی سرگرمیوں کے ذریعے سمجھایا جائے تاکہ وہ طلباء کو ذہن نشین ہوسکے۔
9. اسلامیات کے مضمون کا دیگر مضامین کے ساتھ بھی تعلق ہونا چاہئے۔ اس کے لئے لازم ہے کہ قومی تعلیمی پالیسی بناتے وقت تمام دیگر مضامین کے ماہرین کو ہدایات دی جائیں کہ وہ ان دیگر مضامین کو بھی Islamize کریں۔
10. قابل اساتذہ کی تقرری کو یقینی بنایا جائے جو اسلام کا صحیح آئینہ طلباء کے سامنے دلائل سے پیش کرنے کی مہارت رکھتا ہو۔ اساتذہ کی تقرری کے وقت خاص خیال رکھا جائے کہ ان کے پاس اسلامیات کے مضمون کی صرف ڈگری نہ ہو بلکہ اہلیت بھی ہو۔
11. اساتذہ کی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے لئے ریفریشر کورسز، ورکشاپس اور کانفرنسوں کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔
12. مختلف اسلامی سکالرز کے اسکولز میں لیکچرز ہونے چاہئیں، تاکہ طلباء ان سے استفادہ کرسکیں۔

ضمیمہ نمبر1

1- اسلامی معلومات کے لئے کون کون سے مقابلے منعقد کروائے جاتے ہیں؟

2- مقابلہ نعت خوانی منعقد کروانے کا دورانیہ کیا ہے؟

3- کیا ربیع الاول میں میلاد شریف منعقد کروایا جاتا ہے؟

4- اسلامی تاریخ کو برقرار رکھنے کے لئے کیا سرگرمیاں اپنائی جاتی ہیں؟

5- اسمبلی میں اسلامی تعلیمات کس صورت میں دی جاتی ہیں؟

6- تدریس کے لئے آڈیو ویڈیو ایڈز (Audio-Video Aids) کا استعمال کیا جاتا ہے؟

7- چارٹس اور ڈسپلے (Display) کی صورت میں کس قدر اسلامی مواد چسپاں کیا جاتا ہے؟

8- کیا ادارے میں عملی طور پر نماز سکھائی جاتی ہے؟

9- کمرہ جماعت میں اسلامی موضوعات پر کتنی گفتگو کی جاتی ہے؟

10- اسمبلی میں کون سی دعائیں پڑھی جاتی ہیں؟

11- کیا اسلامیات کا مضمون طلباء دلچسپی لے کر پڑھتے ہیں؟

12- اسلامی تعلیمات کس زبان میں ارسال کی جاتی ہیں؟

13- مضمون پڑھاتے وقت قرآن اور حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے؟ پانی پینے کا سنت طریقہ کیا ہے؟

14۔ نماز کے لیے وضو کا درست طریقہ کیا ہے؟

15۔ نماز ادا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

16۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اخلاق کیسا ہے؟

ضمیمہ نمبر2

مختلف اسکولز کے ٹیچرز سے انٹرویو(سوالنامہ)

ادارے کا تعارف:

1. اسکول کا نام
2. اسکول کب قائم ہوا؟
3. اسکول کی تعلیمی پالیسی کی خصوصیت کیاہے؟
4. بچوں کی کل تعداد کتنی ہے؟
5. اسکول کی کتنی شاخیں ہیں؟

اساتذہ سے متعلق معلومات:

6. اسکول کی موجودہ برانچ میں کتنی اساتذہ موجود ہیں؟
7. اسلامیات کی ٹیچر کو اسلامیات پڑھانے کا کتنا تجربہ ہے؟
8. کیا اسلامیات کی ٹیچر عربی زبان جانتی ہیں؟
9. کیا ٹیچرز نے اسلامیات کا کوئی خاص کورس کررکھاہے؟
10. کیا اسلامیات کے مضمون میں بہتری کے لئے ٹیچرز کی ورکشاپ کروائی جاتی ہے؟
11. اسلامیات کی ٹیچر کی تعلیمی قابلیت کیاہے؟

نصاب کے متعلق سوالات:

12. ہفتہ میں کتنے پیریڈز اسلامیات کے لئے مخصوص ہیں؟
13. نصاب میں کون کون سے پبلشرز کی کتب لگی ہوئی ہیں؟
14. کتاب کا مصنف کون ہے؟
15. کتاب کا پبلشر کون ہے؟
16. قرآن کا کتنا حصہ پڑھایا جاتاہے؟
17. حدیث کا کتنا حصہ پڑھایا جاتاہے۔؟
18. عربی زبان پڑھائی جاتی ہے کہ نہیں؟
19. کیا اسلامیات کا سلیبس ذاتی طور پر تشکیل دیا گیاہے؟

20. اسلامیات کی کتابوں میں تبدیلی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں یا نہیں۔

طریقہ تدریس سے متعلق سوالات:

21. Audio Visual Aidsکا استعمال کیتنا کیا جاتا ہے۔

22. Practical demonstrationکتنا کیا جاتا ہے؟

23. 4اسلامی موضوعات پر کلاس میں کتنی Discussion کی جاتی ہے؟

24. کون سی زبان ذریعہ تدریس ہے؟

25. امتحان لینے کا طریقہ کار کیا ہے؟

ماحول سے متعلق سوالات:

26. طلباء کا dress code کیا ہے؟

27. کیا طالبات کے لئے الگ الگ کلاس رومز موجود ہیں؟

28. کیا لڑکیاں حجاب لیتی ہیں؟

29. اسمبلی Presentationsمیں اسلامک موضوعات پر کتنی بات کی جاتی ہے؟

30. نوٹس بورڈز پر کتنا اسلامک مواد چسپاں کیا جاتا ہے؟

31. کیا اسکول میں نماز باجماعت کا انتظام موجود ہے؟

32. کون کون سے اسلامک معلومات کے مقابلے منعقد کروائے جاتے ہیں؟

33. کون کون سی دعائیں پڑھائی جاتی ہیں؟

34. اسلامیات لازمی کے مضمون سے بچوں پر کتنا اثر پڑتا ہے؟

35. کیا آپ کے خیال میں بچے اس مضمون میں تبدیلی چاہتے ہین؟

36. کیا طلباء صحیح مسلمان دکھائی دیتے ہیں؟ اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

فہارس

فہرست آیات

فہرست احادیث

فہرست اصطلاحات

فہرست قرآنی آیات

نمبر شمار	متن آیت	سورۃ کا نام	آیت نمبر	صفحہ مقالہ
1	لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	الاحزاب	21	2
2	لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	الاحزاب	21	32
3	لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ	آلِ عمران	164	03
4	فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ	آلِ عمران	159	07
5	وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا	آلِ عمران	159	29
6	وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ	آلِ عمران	159	36
7	كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ يَتْلُو	البقرۃ	151	03
8	وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا	البقرۃ	83	06
9	يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْ	البقرۃ	185	19
10	يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ	البقرۃ	219	21
11	هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا	الجمعہ	2	04
12	إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ	حم السجدۃ	8	21
13	وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ	الشوریٰ	38	28
14	اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ، فَقُولَا لَهُ قَوْلًا	طٰہٰ	43،44	06
15	وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِن كُلِّ مَثَلٍ	الکہف	54	28
16	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ	المائدۃ	90	22
17	وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ	النساء	113	01
18	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ	النساء	43	22
19	لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ	یوسف	111	23

فہرست احادیث

نمبر شمار	متن حدیث	مصادر حدیث	حدیث نمبر	صفحہ مقالہ
1.	اَبشِرُوا اٰلَ یَاسِرَ فَاِنَّ مَوعِدَکُم الجَنَّۃَ	المستدرک	5666	20
2.	اَلتُّجارُ یَحشُرونَ یومَ القِیَامۃ فُجَاراً اِلَّا مَن اِتَّقَی وَ بَرَّ وَ صَدَقَ	ترمذی	1656	21
3.	إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا، وَلَا مُتَعَنِّتًا،	مسلم	3690	4
4.	أَنّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَأَحْصَاهُ	بخاری	3567	11
5.	إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ، أُعَلِّمُكُمْ	ابی داؤد	08	80
6.	اِنِّیْ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ صَالِحَ الْاَخْلَاقِ	مسند احمد	9155	15
7.	بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوا	بخاری	3461	5
8.	التَّاجِرُ الصَّدُوقُ الْأَمِينُ مَعَ النَّبِيِّينَ، وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ	ترمذی	1209	20
9.	ضَمَّنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، وَقَالَ : اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ	بخاری	75	10
10.	عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ غَرَزَ بَيْنَ يَدَ يْهِ عُوداً	بخاری	123	12
11.	عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ ، يَقُولُ : كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرِ	بخاری	5376	5
12.	عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ ص ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ	بخاری	1741	33
13.	عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ : مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ	بخاری	5534	16
14.	عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : مَثَلُ الَّذِي	بخاری	6407	09
15.	عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ	بخاری	568	08
16.	عن ابی هریرة ان النبی ﷺ قال: "لو ان اشق علی امتی لامرتهم	مسلم	252	17
17.	عَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ : مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْخَامَةِ	بخاری	5643	09
18.	عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ : يَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا	بخاری	69	20
19.	عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، احْمِلْنِي، قال النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّا حَامِلُوكَ عَلَى وَلَدِ	ابی داؤد	4998	18

29	2957	مسلم	عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ مَرَّ بِالسُّوقِ، دَاخِلًا مِنْ بَعْضِ الْعَالِيَةِ	.20
35	1918	ترمذی	عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ	.21
15	5973	بخاری	عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : إِنَّ مِنْ أَكْبَرِ	.22
17	5376	بخاری	عن عمر بن أبي سَلمَة رضي الله عنهما يقول: "كنتُ غلامًا في حجْر رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكانت يدي تطيش في الصَّحفة	.23
23	5189	بخاری	فَتَّانٌ ، فَتَّانٌ ، فَتَّانٌ ، ثَلَاثَ مِرَارٍ	.24
07	5376	بخاری	فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ	.25
79	6474	بخاری	حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ	.26
24	3475	بخاری	قَالَ : إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الشَّرِيفُ	.27
23	4306	مسلم	قَالَ أَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ: كُنْتُ أَضْرِبُ غُلَامًا لِي بِالسَّوْطِ	.28
19	2367	مسلم	عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: «مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ	.29
08	6442	بخاری	قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ	.30
10	4838	ابوداؤد	كَانَ فِي كَلَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ تَرْتِيلٌ أَوْ تَرْسِيلٌ	.31
11	4839	ابوداؤد	كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ	.32
34	4839	ابی داؤد	كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَامًا فَصْلًا يَفْهَمُهُ كُلُّ مَنْ	.33
26	3528	بخاری	كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللهِ كَلَاماً فَصلاً يُفْهِمُهُ كُل مَن يَسمَعُهُ	.34
25	772	بخاری	يَسِّرِوا وَلَا تُعَسِرُوا وَ بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِرُوا	.35
28	94	بخاری	عن انس عن النبى صلى الله عليه وسلم انه كان اذا سلم سلم ثلاثا	.36
27	2832	مسلم	أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، يَقُولُ :	.37
30	6128	بخاری	أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ ، أَخْبَرَهُ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَالَ فِي الْمَسْجِدِ	.38
23	701	بخاری	حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ	.39

فہرست اصطلاحات

نمبر شمار	اصطلاحات	صفحہ نمبر
.1	مظاہراتی	93
.2	اے۔بی۔ٹی	127
.3	اے۔وی۔ایڈز	117
.4	ایس۔ایل۔ایس	103
.5	پری سکول	131
.6	تزکیہ نفس	75
.7	الحاد	82
.8	سیکولرازم	73
.9	کنڈرگارٹن	58
10	مادیت	45

مصادر و مراجع

القرآن الکریم

عربی و اردو مصادر:

1. ابوداود، سلیمان بن الاشعث، سنن ابی داود، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ 2011ء۔)
2. احمد غیور، اسلامیات، (لاہور: نیشنل ایجوکیشنل بکس پبلشرز، 2020)
3. احمد، ریاض، اردو تدریس جدید طریقے اور تقاضے (دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، 2012ء)
4. الحاکم، نیسابوری، محمد بن عبداللہ، المستدرک علی الصحیحین، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ 1411-1990ء)
5. ارشد جاوید، پروفیسر، تعلیمی کامیابی۔ (لاہور: جہانگیر بکس 121 گلبرگ ڈی 1998)
6. انصار، عباسی، قومی نصاب کے اسلامی مواد سے کون پریشان ہے، (اگست، 2020ء)
7. ایس ایم شاہد، مسلمانوں کے تعلیمی نظریات۔ (لاہور: گلوب پبلشرز۔ 1984)
8. احمد، ریاض، تعلیم و تدریس کے روشن پہلو، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس 2019ء)
9. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (بیروت: دار طوق النجاۃ 1999ء)
10. پروسیڈنگز، پاک ایجوکیشن کانفرنس 1947ء، وزارت داخلہ، ایجوکیشن ڈویژن، کراچی، حکومت پاکستان
11. ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، جامع الترمذی، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، 2009ء۔)
12. تعلیمی پالیسی 1990، پیرا نمبر 4،3،2،1، وزارت تعلیم، کراچی، حکومت پاکستان
13. تعلیمی پالیسی 1999، پیرا نمبر 3،3،1، وزارت تعلیم، کراچی، حکومت پاکستان
14. جبین، عالیہ، اسلام آباد کے غیر سرکاری سکولوں میں تدریس و نصاب اسلامیات کے اثرات، ایم فل علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونورسٹی، اسلام آباد، 07-PRR-2255,
15. حافظ محمد یونس، غلام مصطفی، اسلامیات، (لاہور: ویسٹ پاکستان ٹیکسٹ بک، اردو بازار، 2016)
16. خالد الرحمن، دینی مدارس میں تبدیلی کے رجحانات، (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز 2008)۔
17. خالد محمد ابراہیم، اسلامی نظام تعلیم، (اسلام آباد: پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اگست 2001ء۔)

18. خان عمار جاوید، طلباء، مدارس اور ہم نصابی سر گرمیاں (کراچی: رفیق منزل اعظم گڑھ 2020)
19. خورشید احمد، پروفیسر، اسلام کا نظریہ تعلیم (لاہور: ادارہ تعلیم تحقیق، تنظیم اساتذہ ، پاکستان، س۔ن)
20. رازی، فخر الدین، تفسیر کبیر، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1980ء)
21. رپورٹ، شریف کمیشن 1959، وزارت تعلیم، کراچی، حکومت پاکستان
22. رشید احمد، پروفیسر، تعلیم اور فکر اسلامی، (لاہور: مجید بک ڈپو، س۔ن)
23. رضیہ مقبول ہاشمی، پروفیسر، تدریس اسلامیات، (فیصل آباد: مجید بک ڈپو، بھوانہ بازار 1995ء)۔
24. رفیع الدین محمد، اسلام کا نظریہ تعلیم (، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ 1995ء)
25. سعدیہ، سیدہ، اسوہ حسنہ اور علم نفسیات۔ (لاہور: الفیصل غزنی سٹریٹ، اردو بازار، س۔ن)
26. شامی، مجیب الرحمان، پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ، اروزنامہ پاکستان، گست، 2016
27. عرفان نیاز، قومی تعلیمی پالیسیاں تقابلی جائزہ، (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، س۔ن)
28. قریشی، وحید، تعلیم کے بنیادی مباحث، (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز۔)
29. قشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح المسلم، (بیروت: دار الرسالۃ، 1888ء)
30. قومی نصاب کونسل، وزارت وفاقی تعلیم و پیشہ ورانہ تربیت، حکومت پاکستان، 2020
31. کرم شاہ، الازہری، ضیاء القرآن (لاہور: مکتبہ ضیاء القرآن، 2018ء)
32. گوہر، فاروق، موثر تدریسی خصوصیات، (حیدر آباد: جامعہ عثمانیہ، 2021)
33. محمد احمد، مسلم معاشرے کا نظام تعلیم (لاہور: کتاب محل 2018ء)
34. محمد امین، ہمارا تعلیمی بحران اور اسکا حل، (لاہور: ادارہ مطبوعاتِ طلبہ 2011)
35. مسلم سجاد، ہمارا تعلیمی نظام میں ضیاع (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی سٹڈیز 2016ء)۔
36. منصور خالد، تعلیم اسلامی تناظر میں، (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز 1998ء)
37. منصور خالد، تعلیم میں بیرونی معاونات، (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز 1998ء)۔
38. منصور خالد، قومی تعلیمی پالیسی، (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز۔ 2008ء)
39. مودودی، ابوالاعلی، سید، نظریہ تعلیم اور اسلام، (لاہور: ادارہ مطبوعات، 1975ء)
40. مولوی، فیروز الدین، فیروز اللغات (لاہور: س۔ن، قدیمی کتب خانہ)

41. ندوی، محمد رضوی الاسلام، دینی مدارس میں ہم نصابی سر گرمیوں کی ضرورت،(کراچی: مکتبہ ربانیہ،2010)

42. نئ تعلیمی پالیسی1972،(کراچی: وزارت تعلیم، حکومت پاکستان)

43. ہمارا دینی نظامِ تعلیم،(لاہور: دارالاخلاص، مرکز تحقیق اسلامی2018)

English Books:

1. Awan S.A Morning Assembly in Schools, Afkar e Nau, 2014 Rizvi, M.
2. Awan S.A. Morning Assembly in Schools, Afkaar e Nau, 2014.
3. Course Content of the Darrul-Uloom Deoband, India
4. Craft, S.W. The Impact of Extracurricular Activities on Student Achievement at the High School Level, 2012, The University of Southern Mississippi.
5. Effectiveness of audialyze the efRasul, S. Bukhsh, Q. Batool, S.A study to Proceedia Social and Behavioral visual aids in teaching learning process.
6. Elite International School
7. Farkhanda Noor Muhammad, Islamiat for students ferozsons (educational) L.T. D, 2001.series (1-5).
8. Gilakjani, A.P. (May 2012). The Significant Role of Multimedia in Motivating EFL Learners' Interest in English Language Learning.MECS (http://www.mecs-press.org/)
9. Higgins, S.E. Baumfield, V.M. Hall, Elaine, Learning skills and the development of learning capabilities, Research gate, 2007.
10. Mlesczinski, Student essay: The importance of Writing, Excelsior College, 2014.
11. Molvi Abdul Aziz, Islamic studies, Maktaba Darussalam, 2009, series (1-5) Riyadh.
12. Mutalia Islam Afaq sun series, 2011, series 1-5, Lahore.
13. New Developments and Debates in Islamic Studies, American institute of Pakistan Studies, Georgetown University, 2021
14. Pakistan National Education Policy, Ministry of Education Govt. Of Pakistan 1998-2010
15. Prof, Dr. Zahoor Ahmad Azhar, Islamiyat, Punjab Text Book Board 2010, series (1-5) Lahore.
16. Rasul, S. Bukhsh, Q. Batool, S. A study to analyze the effectiveness of audio visual aids in teaching learning process, Procedia - Social and Behavioral Sciences, Volume 28, 2011, Pages 78-81.

17. Rizvi, M. New Developments and Debates in Islamic Studies, American institute of Pakistan Studies, Georgetown University, 2021
18. Shala Gul, Dr. Almas Kiyani, Muhammad Asif Chuadhry, and Sumaira Liaqut. ROLE OF A.V AIDS ON THE COGNITION OF STUDENTS AT SECONDARY LEVEL, Innovative Space of Scientific Research Journals
19. The 100.A Ranking of the most influential persons in History (New York.1978)
20. www.mofept.gov.pk
21. Yasmin Malik, Iqra Series Islamiyat, 2007, series (1-5), Islamabad.

Websites:

1.www.express.pk

2.www.khaleejtime.com

3.www.minhaj.org.pk

4.www.islamic-relief.org

5.https://backtojanna.com

6. https://www.researchgate.net

7. https://pubmed.ncbi.nlm.nih.gov

8. https://journals.sagepub.com